رضا اکیڈمی کا دینی، علمی، اصلاحی و ادبی مجلہ

سالنامہ

یادگارِ رضا

۱۴۲۷ھ، ۲۰۰۶ء

حضور مفتی اعظم نمبر

مرتب

غلام مصطفیٰ رضوی

رضا اکیڈمی

۲۶، کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی-۴۰۰۰۰۳

بفیض تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا قادری برکاتی نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

موسس: الحاج محمد سعید نوری مدظلہ العالی

رضا اکیڈمی کا دینی، علمی، اصلاحی وادبی مجلّہ

سالنامہ ممبئی

یادگار رضا

۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء

حضور مفتی اعظم نمبر

مرتب: غلام مصطفےٰ رضوی

ناشر: رضا اکیڈمی

۲۶، کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی ۴۰۰۰۰۳

مشمولات یادگار رضا بیک نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

تذکارِ نوری

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

چمکانے والے نے چمکایا...... ایسا چمکایا کہ چار دانگ عالم میں اس کے علم و فضل کے ڈنکے بجنے لگے ...... اس کی عظمتوں کے چرچے ہونے لگے ...... دانش گاہوں کے اساتذہ، علما، ادبا، شعرا، وکلا، قانون داں، سیاست داں، سائنس داں، سخن کے نکتہ داں غرضیکہ سبھی اس کی جناب میں رطب اللسان دکھائی دینے لگے ...... لب وا ہو گئے ...... حرمین مقدس جو مسلمانوں کی عقیدتوں اور الفتوں کا مرکز ہے، وہاں کے علمائے ذی شان نے بڑے پیارے پیارے القاب سے یاد فرمایا ...... علامہ شیخ ابوالخیر احمد میرداد مکی نے "معرفت کا آفتاب" کہا، علامہ سید اسمٰعیل خلیل مکی نے "یکتائے زمانہ"، "اپنے وقت کا یگانہ" کہا، علامہ شیخ عبدالرحمٰن دھلان مکی نے "علامۂ زماں" کہا، علامہ شیخ احمد الجزائری مدنی نے "یکتائے روزگار" کہا۔

بارگاہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے جو نور علم ملا اور جو روشنی عطا ہوئی اس سے اس نے فکروں کو روشن کیا ...... اذہان و قلوب کو روشن کیا ...... زمانے کو روشن کیا ...... اسے زمانہ مجدد اعظم امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کے نام سے جانتا ہے ...... محدث بریلوی کے خلفا و تلامذہ، متوسلین و مسترشدین اور اولاد و امجاد بھی چند آفتاب چند ماہتاب تھے ...... ان میں کوئی صدرالشریعہ ہوا، کوئی ملک العلما اور حجۃ الاسلام ...... کوئی محدث اعظم ہوا، کوئی مفسر اعظم ...... کوئی مبلغ اعظم ہوا، کوئی فقیہ اعظم اور مفتی اعظم ...... مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا نوری بریلوی (۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) امام احمد رضا محدث بریلوی کے جانشین اور فرزند اصغر تھے ...... عالم اسلام کی نگاہوں کا محور تھے ...... افتا نویسی میں مہارت تامہ رکھتے تھے ...... تقویٰ و طہارت اور بلندیِ کردار سے متصف تھے ...... مرجع فتاویٰ تھے ...... ملت اسلامیہ کے قائد اور مدبر تھے ...... اپنے پیر و مرشد حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) کی نگاہوں کا سرور تھے ...... نوریؔ نسبت نے آپ کو "نوریؔ" بنا دیا۔

فقط نسبت کا جیسا ہوں حقیقی نوریؔ ہو جاؤں
مجھے جو دیکھے کہہ اٹھے میاں! نوری میاں تم ہو

داخلی وخارجی طور پر رونما ہونے والے فتنوں نے ناموس رسالت کو ہی خصوصیت سے نشانہ بنایا ہے بایں ہمہ مسلمانوں کی اجتماعیت کو پارہ پارہ، قوت وعظمت اور شوکت کو سرنگوں کیا جاسکتا تھا۔ داخلی سطح پر وارد ہونے والے فتنوں کے پس پشت جو قوتیں متحرک رہی ہیں ان میں سب سے زیادہ سرگرم یہود ونصاریٰ ہیں۔ ہر دور میں علمائے حق نے باطل کے حملوں، سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے مقابل ناقابل تسخیر حصار قائم فرما کران کے ہر حربوں اور سازشوں کو ناکام ونامراد بنادیا۔

انیسویں صدی کے اختتام اور بیسویں صدی کے آغاز کا عرصہ ناموس وعظمت رسالت کے حوالے سے جس قدر لرزہ خیز تھا وہ اصحاب بصیرت اور تاریخ سے واقفیت رکھنے والے افراد سے پوشیدہ نہیں۔ خارجی طور پر علوم و فنون سے لیس ہوکر مستشرقین اور مغربی مصنفین محاذ سنبھال چکے تھے۔ ان کے حملوں کی جہات میں سب سے فائق پہلو دو ہی تھے، رسول کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور قرآن مقدس۔

ملت اسلامیہ میں سرگرم فتنے اسلامی لبادے زیب تن کر رکھے تھے اور تصنیف وتالیف کے ذریعہ اپنے مذموم نظریات ورجحانات کی تشہیر کررہے تھے، اپنی کتابوں میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و بے ادبی کا ارتکاب کر کے عقائد کی تباہی و بربادی کا سامان تیار کرچکے تھے۔ قرآن مقدس کے ایسے ترجمے بھی منظر عام پر لائے گئے جن میں عظمت خدا اور رسول (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) اور عصمت انبیا علیہم السلام پر حرف آتا تھا، اس دور میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے اسلامی عقائد کا تحفظ فرمایا اور عظمت خدا اور رسول (عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم) کو مسلمانوں کے دلوں میں بٹھادیا، ادب واحترام کی بنیادوں پر قرآن مقدس کا ترجمہ فرمایا جو "کنزالایمان" کے نام سے مشہور ومعروف اور مقبول ہے۔

ماضی قریب میں عالمی سطح پر دنیا کے حالات بتدریج تبدیل ہوتے گئے۔ خطۂ عرب میں سلطنت عثمانیہ کا چراغ ٹمٹمارہا تھا اور اس کی بساط تیزی سے سمٹتی جارہی تھی، حجاز مقدس پر برطانوی سازشوں کے نتیجہ میں نجدی قابض ہوگئے تھے، ادھر ہندوستان میں بھی انگریزی اقتدار قریب المرگ تھا لیکن جن فتنوں کی تخم ریزی انگریزوں نے کی تھی وہ تناور ہو چکے تھے۔ اور ہنود بھی خاصے سرگرم تھے نیز در پردہ انہیں انگریزوں کی حمایت حاصل تھی۔ ۱۹۲۱ء میں امام احمد رضا محدث بریلوی وصال فرماگئے، محدث بریلوی کے بعد حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے باحسن طریق مسلمانوں کی قیادت کا فریضہ انجام دیا۔ اس دور میں ہندوؤں سے اتحاد کے نام پران کے مذہبی شعار کو اپنایا جارہا تھا۔ دوسری سمت مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لئے "شدھی سنگھٹن" کا آغاز بھی کیا جاچکا تھا۔ اس محاذ پر مسلمانوں کے ایمان وعقیدے کی حفاظت وصیانت کے لئے حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے مساعی فرمائی اور ہندوؤں کے دام فریب میں آکر مرتد ہوجانے والے لاکھوں افراد کو داخل اسلام کیا اس کے لئے "جماعت رضائے

مصطفیٰ" کی تشکیل فرمائی۔اس پلیٹ فارم سے محدث بریلوی کے تلامذہ، خلفا اور مریدین نے مجاہدانہ سرگرمیاں انجام دیں۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ جب بھی کوئی افتاد پڑتی یا کہیں کوئی فتنہ نمودار ہوتا مسلمانوں کی نگاہ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی طرف اٹھ جاتی اور آپ اس کا سد باب فرماتے۔ بساط سیاست سے رونما ہونے والے طوفانوں کا بھی مقابلہ جرأت و بے باکی سے فرمایا۔ جب قلم بک چکے تھے، ضمیر کے سودے کئے جا چکے تھے، گورنمنٹ کی جانب سے برتھ کنٹرول کے لیے "نس بندی" کے قانون کا اطلاق کیا جا رہا تھا ان حالات میں بھی حضور مفتی اعظم قدس سرہ بنا کسی لومۃ لائم شریعت اسلامی کی پاسداری کے لئے کمر بستہ ہو گئے اور نس بندی کے حرام ہونے کا فتویٰ صادر فرمایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حالات کا رخ بدل گیا، شریعت سے کھلواڑ کرنے والے سرنگوں ہو گئے اور پھر سر نہ اٹھا سکے۔

موجودہ دور میں جب کہ عظمت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اہانت و گستاخی کا ایک محاذ سرگرم ہے۔ میڈیا پر انگریزوں اور یہودیوں کی اجارہ داری ہے۔ اس کا نشانہ صرف اسلام ہے۔ میڈیا اسلام کی جیسی تصویر چاہتا ہے وضع کر دیتا ہے۔ ڈنمارک میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب اہانت آمیز خاکوں کی اشاعت ہوئی اور پھر پورا مغربی میڈیا اسی سمت چل پڑا۔ پریس کی آزادی کے نام پر گستاخیوں کا طوفان امڈا اور صیہونی عزائم آشکار ہو گئے۔

"الفرقان الحق" کے نام سے ایک کتاب اختراع کی گئی اسے اکیسویں صدی کا قرآن قرار دے دیا گیا۔ قرآن مقدس کی حفاظت کا ذمہ تو حق تعالیٰ نے لے رکھا ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

"بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں" (الحجر: ۹/ کنز الایمان)

اسلام کے خلاف متذکرہ سرگرمیوں کا اگر ہم جائزہ لیں تو محسوس ہوگا کہ اعدائے اسلام کے ان عزائم کو خاک میں ملانے کیلئے آج شدید ضرورت ہو گئی ہے کہ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی تعلیمات اور آپ کے مشن پر عمل کیا جائے اور آپ کے کارہائے علمیہ کو منظر عام پر لا کر ایمان و ایقان کی کھیتی کو سرسبز و شاداب کر دیا جائے۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے اپنے زرنگار قلم سے درجنوں کتابیں تصنیف کیں اور ہزارہا فتاویٰ تحریر فرمائے۔ دین پر ثابت قدم رہنے کا درس دیا، کرامتوں کے ذریعہ شوریدہ دلوں میں ایمان کا نور بھر دیا، گناہوں اور برائیوں کے خوگر نیکیوں کے پیکر بن گئے، عصیاں شعار نیکیوں کی راہ کے مسافر اور پھر رہبر بن گئے۔ آج اس

بات کی شدید ضرورت ہے کہ دین متین کے مقابل باطل کے اٹھنے والے بگولوں کے سد باب کے لئے حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے وضع کردہ خطوط پر گامزن ہوکرادیان باطل کے مکروفریب کا دنداں شکن جواب دیا جانا چاہئے۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے ۲۵/ رویں عرس مبارک پر یادگار رضا کا پیش نظر شمارہ ''حضور مفتی اعظم نمبر'' کے بطور پیش کیا جارہا ہے۔ الحمدللہ! رضا اکیڈمی نے ۲۵/ رسالہ عرس نوری کی مناسبت سے جتنے پروگرام منعقد کئے، سب کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ عرس نوری کی محافل ہندوستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی منعقد کی گئیں۔ اللہ عزوجل تمام کاوشوں کو شرف قبول عطا فرمائے اور رضا اکیڈمی کے اشاعتی وعلمی سفر کو بفیض حضور مفتی اعظم جاری وساری رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہندوستان کے متعدد اردو کے نمایاں اخبارات میں ''نوری انعامی مقابلہ'' کا انعقاد کیا گیا اور خصوصی انعامات (حج، عمرہ ودیگر) کے علاوہ دس ہزار اولین شرکاے مقابلہ کی خدمت میں ''الملفوظ'' کی ایک ایک جلد پیش کی گئی۔

نومبر ۲۰۰۵ء کے تیسرے عشرہ میں رضا اکیڈمی نے ممبئی سے علمائے کرام کی قیادت میں ''کاروانِ نوری'' نکالا اور یہ کارواں حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی پاکیزہ تعلیمات اور عقائد حقہ کی اشاعت وتبلیغ کرتا، بزرگوں کی بارگاہوں میں حاضری دیتا بریلی شریف پہنچا۔ ''کاروانِ نوری'' کا سفر تاریخی نوعیت کا حامل رہا اور کامیاب بھی۔ بحمدہٖ تعالیٰ۔

حضور مفتی اعظم کی بارگاہ اقدس میں نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لئے عرس رضوی پر بریلی شریف میں اسلامی کتابیں جن میں فی کتاب کی عام قیمت کم وبیش سو روپے ہے صرف ۲۵/ روپے میں رضا اکیڈمی نے فراہم کیں۔ یوں ہی حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی حیات وخدمات پر لگ بھگ ایک ہزار صفحات پر مشتمل ایک دستاویزی کتاب (مجموعۂ مقالات) کی اشاعت بھی ہورہی ہے جو ان شاء اللہ تاریخی حیثیت کی حامل ہوگی۔ اسی طرح ۲۵/ رویں عرس نوری پر ۳۶×۲۳ سائز یعنی ۲۳/ انچ چوڑا اور ۳۶/ انچ لمبا یادگاری کیلنڈر کی اشاعت عمل میں آئی۔

قرطاس وقلم کی اہمیت ہر دور میں مسلّم رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

نٓ وَالْقَلَمِ وَ مَايَسْطُرُوْنَ ''قلم اوران کے لکھے کی قسم'' (القلم: ۱/ کنزالایمان)

قلم کے ذریعہ انقلابی تبدیلیاں آئی ہیں۔ فکر ونظر اور عقائد کی اصلاح بھی ہوئی ہے اور تعمیر شخصیت بھی، علمائے حق اور صوفیائے کرام نے قلم کے سہارے ایمان وایقان اور فکر وعمل کی کھیتی کو شاداب کیا ہے اور اکابر کے تذکروں سے تاریخ کے دامن کو نکہتوں اور خوشبوؤں سے بھر دیا ہے۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی ستودہ صفات

شخصیت اور دینی و علمی خدمات، تفقہ اور استقامت پر بہت سارے تحریری کام انجام پائے ہیں اور قلم کا سفر شوق ہنوز جاری ہے۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی ذات مبارک پر نئے نئے مقالہ جات، کتابیں اور رسائل زیور طبع سے آراستہ ہو کر بزم علم و فن کو فروزاں و تاباں کر رہے ہیں۔ علامہ محمد عبد المبین نعمانی قادری مصباحی نے ایک فہرست ''کتابیات مفتی اعظم ہند'' کے نام سے مرتب فرمائی ہے اور حضور مفتی اعظم قدس سرہ پر لکھی جانے والی ۵۵ رکتب، رسائل و جرائد شمار کرائے ہیں۔ پیش نظر شمارہ میں یہ فہرست بھی شامل ہے۔ جس سے یقیناً تحقیق و تحریر سے شغف رکھنے والے اسکالرز استفادہ کر سکیں گے۔

الحاج محمد سعید نوری مدظلہ العالی نے اپنے خوبصورت قلم سے حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی صحبت با برکت کے مقدس ایام کی یادوں کو قلم بند فرمایا ہے اور اپنے مضمون میں بڑی اہم اہم باتیں سمودی ہیں۔

ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی نے اپنے مقالہ میں حضور مفتی اعظم کے کار تجدید، نیابت حضور غوث اعظم، خصوصیات اور اصلاحی کارناموں کو تحریر فرمایا ہے اور اسفار کے بعض کوائف سپرد قرطاس کیے ہیں نیز ملی قیادت و ملکی سیاست میں رہنمایانہ نقوش بھی واضح کیے ہیں۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے مقدس ایام کی یادوں، عنایات و انعامات اور نوازش و عطا اور خورد نوازی پر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری نے اپنے مضمون میں روشنی ڈالی ہے اور اپنے دوسرے مضمون میں حضور مفتی اعظم کی پاکیزہ شاعری کے ادبی و فنی اور علمی محاسن، سلاست و شگفتگی اور عشق و عرفان کے زاویوں پر گفتگو کی ہے۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی حیات مبارک کا سب سے نمایاں باب فقاہت ہے۔ ڈاکٹر سراج احمد قادری بستوی نے ''فتاویٰ مصطفویہ'' کی خصوصیات اور اس کے فنی و فقہی مقام پر ایک تحقیقی مقالہ تحریر فرمایا تھا۔ موصوف کا مقالہ بھی شمارہ میں شامل کیا گیا ہے۔ اسی طرح حضور مفتی اعظم کے اصلاحی کارناموں، تصانیف و تالیفات، شعری و ادبی مہاکات اور تقویٰ و محبت سادات اور نمازوں کے اہتمام پر بھی نگارشات شامل کی گئی ہیں۔

مواد کی فراہمی کے سلسلے میں علامہ محمد عبد المبین نعمانی قادری صاحب نے کافی معاونت و رہنمائی فرمائی اور مشوروں سے بھی نوازا۔ ہم اپنے دیگر تمام قلمی معاونین کے بھی غایت درجہ ممنون و مشکور ہیں۔ الحاج محمد سعید نوری صاحب کی سرپرستی میں ''یادگار رضا'' شائع ہو رہا ہے اور ارباب علم و ادب اپنی آرا سے نواز رہے ہیں۔ جناب محمد عارف رضوی اور حافظ شکیل احمد رضوی نے بھی مفید مشورے عنایت کئے۔ اللہ عزوجل ہمارے تمام سرپرستوں کے سایۂ شفقت کو دراز تر فرمائے۔ محب گرامی انصاری مظہر الحق رضوی نے قلیل مدت میں ''یادگار رضا'' کی کمپوزنگ مکمل کی ہم ان کے سپاس گزار ہیں۔ اللہ عزوجل رضا اکیڈمی کی اس کاوش کو شرف قبول عطا فرمائے اور خلوص وللہیت اور جذبۂ صادق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

میرے مرشد گرامی علیہ الرحمہ

الحاج محمد سعید نوری*

آج بعد نماز جمعہ حالت وضو میں اپنے مرشد برحق سیدنا سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کی غرض سے چند باتیں تحریر کر رہا ہوں تاکہ میری آنے والی نسلیں اس بات پر ناز کریں کہ ہمارے باپ دادا ایسے ولی کامل کے مرید تھے جن کی ولایت کی بشارت خود ان کے مرشد گرامی حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دی تھی۔ مجھے بھی ان کی غلامی پر ناز ہے کہ نہ صرف انھوں نے اپنے دامن کرم میں لیا بلکہ میرا نام بھی محمد سعید حضرت نے ہی تجویز فرمایا اور علالت کے زمانے میں بھی بارہا ایسا ہوا کہ میں جب بھی بریلی شریف حاضر ہوا حضرت کے خادم حضرت ناصر میاں صاحب (ناصر چچا) یا بابو بھائی حضرت کو بتاتے کہ یہ سعید یا سعید بھائی بمبئی سے آئے ہیں تو حضرت مسکرا کر فرماتے میں جانتا ہوں پھر ارشاد فرماتے کہ ''اللہ سعید بنائے'' مجھے اپنے مرشد کے اس قول پر اس قدر بھروسہ اور اعتماد ہے کہ میں مرنے سے ایک ساعت پہلے ہی سہی نیک ضرور ہو جاؤں گا۔

حضرت کا کئی کئی روز ہمارے گھر میں قیام رہا کرتا تھا جب حضرت کی واپسی ہوتی تو ہمارے دادا کہا کرتے تھے کہ حضور کے جانے سے ہمارا گھر سونا ہو جاتا ہے حضرت دعائیں دیتے اور فرماتے کہ تمہارا گھر ہمیشہ شاد و آباد رہے گا۔ حضرت کی دعاؤں کی برکت سے آج بھی الحمد للہ ہمارا پورا خاندان کسی کا محتاج نہیں ہے۔ اور سب خوش حال بھی ہیں۔ حضرت کی شفقتیں اس قدر تھیں کہ ایک بار میرے تایا جناب خلیل احمد رضوی صاحب سے فرمایا کہ ''میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو''۔ میرے تایا کے گھر میں ۱۴ر سال بعد دوسری اولاد ہوئی جس کا نام حضرت نے محمد خالد رضا تجویز فرمایا جو گھر میں شیخو کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ میری بھی پیدائش سے پہلے میرے والد ماجد جناب شفیع احمد رضوی صاحب نے حضرت سے عرض کیا کہ حضور دو لڑکیاں ہیں دعا فرمائیں کہ اب لڑکا پیدا ہو حضرت نے دعا فرمائی جس کے بعد میری پیدائش ہوئی۔ ایک بار اماں (یعنی ہماری تائی) نے حضرت سے عرض کیا کہ حضور تعویذ عنایت فرمائیں نہ معلوم اس دن حضرت کی کیا کیفیت تھی جلال میں فرمانے لگے تعویذ تعویذ تعویذ ارے میرے مریدوں کو تعویذ کی کیا ضرورت ہے مگر جب بمبئی سے واپسی ہو رہی تھی تو تعویذ عنایت فرما دیا۔

مزارات پر حاضری:

میں حضرت کے ساتھ بمبئی اور بمبئی کے باہر بہت سے مزارات پر حاضر ہوا ہوں۔ بمبئی میں

*بانی رضا اکیڈمی ممبئی و مجلہ یادگار رضا

حضرت بابا بہاء الدین شاہ اصفہانی اور حضرت مخدوم علی مہائمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما ماہم شریف میں حوض ہے حوض کے بعد مسجد ہے اور پھر مزار شریف ہے وضو فرمانے کے بعد مسجد میں قدم رکھنے سے پہلے فرمایا کہ یہ کیا ہے لوگوں نے عرض کیا حضور یہ مسجد ہے فرمایا مسجد کو راستہ بنانا حرام ہے دوسرے راستے سے مزار شریف پر حاضری دی۔ حاضری کا طریقہ یہ ہوا کرتا تھا کہ فاتحہ کے بعد مزار شریف پر پھول پیش کیا کرتے تھے پھول پیش کرنے کے بعد کچھ دیر کھڑے رہا کرتے تھے جیسے واپسی کی اجازت لے رہے ہوں اس کے بعد مزار شریف سے واپس ہوتے تھے۔ بمبئی کے ان مزارات کے علاوہ سورت میں حضرت خواجہ دانا شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ بڑودہ کی جامع مسجد میں قرآن پاک کا دنیا کا سب سے بڑا نسخہ ہے اس کی زیارت حضرت کے ساتھ اجمیر شریف جاتے ہوئے راستہ میں ہوئی تھی۔ اس سفر میں احمد آباد میں دارالعلوم شاہ عالم تشریف لے گئے اس ادارے کے بانی حاجی سلیمان سیٹھ جو اعلیٰ حضرت کے مرید بھی تھے ان کے گھر جا کر ان کے اہل خانہ کی تعزیت کی۔ احمد آباد میں ہی حضرت شاہ عالم، حضرت قطب عالم، حضرت موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے مزارات ہیں۔ حضور غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری کا سماں تو کیا پوچھنا جب حضرت مزار شریف پر حاضر ہوئے تو پورا مجمع رک گیا جب حضرت فاتحہ سے فارغ ہو کر پھول پیش فرمانے لگے تو عثمان کھتری صاحب نے جو ممبرا میں رہتے ہیں نعرہ لگایا حضرت نے اشارہ سے لوگوں کو منع کیا اس کے بعد مزار شریف سے باہر آئے۔ آبو روڈ اور پالی بھی اسی سفر میں جانا ہوا تھا پورے سفر میں حضرت نے کسی بھی ہندو کے یہاں کھانے کی تو بڑی بات ہے ہندوؤں کی دکان سے چائے اور مٹھائی تک نہیں لی۔ آبو روڈ کی ربڑی بہت مشہور ہے عبدالحق حشمتی صاحب نے کہا کہ حضور ربڑی کھائیں گے؟ حضرت نے انکار فرما دیا۔ سب سمجھ گئے کہ یہاں مسلمان کی ربڑی کی دکان نہیں ہے اس لئے حضرت نے انکار فرمایا۔ لوگوں نے ربڑی کھائی مگر حضرت کار میں تشریف فرما رہے۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ تم میرے پاس بیٹھو میں نے عرض کیا کہ حضور! میں آرام سے ہوں حضرت پیچھے کی سیٹ پر تشریف فرما تھے میں ڈرائیور کے بازو میں تھا اور میرے بازو میں ایک اور صاحب تھے میرے سامنے ایک چھوٹا سا پلاسٹک کا پنکھا لگا ہوا تھا جو چل رہا تھا گاڑی چلی اور بریک لگنے پر میں آگے جھک گیا تو میرے ہاتھ کی ایک انگلی پنکھے میں آگئی جس سے خون نکلنے لگا اور میں رونے لگا گاڑی روک کر چونا لگایا گیا اور پھر حضرت نے اپنے بازو میں بٹھایا اور فرمایا میں تو پہلے ہی تم کو یہاں بیٹھا رہا تھا اور تبسم فرمانے لگے۔ پالی میں حضرت نے کسی صاحب کا نام پوچھا تا کہ معلوم کریں کہ وہ کہاں رہتے ہیں ایک جگہ پوچھا گیا تو لوگوں نے حضرت کو دیکھ لیا تھا ایک مجمع حضرت کی گاڑی کے ساتھ ساتھ

ہولیا ایک مسجد کے حجرے میں یا مسجد کے بازو میں کسی کے مکان پر لوگ حضرت کو لے گئے اور ان لوگوں نے اتنے اہتمام کے ساتھ ضیافت کی کہ آج بھی وہ منظر میری نگاہوں کے سامنے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت کی اقتداء میں نماز :

بریلی شریف میں آخری وقت ظہر تھا کہ حضرت مسجد میں تشریف لائے اور جو لوگ قابل امامت تھے ان لوگوں کو پہلے ہی ہٹا دیا گیا تھا وقت بھی کم تھا حضرت وضو سے فارغ ہوئے سنت ادا کرنے کے بعد فرمایا نماز پڑھایئے بابو بھائی نے جو حضرت کے خادم تھے عرض کیا حضور! کوئی امام نہیں ہے حضور ہی نماز پڑھادیں حضرت نے اِدھر اُدھر دیکھا جب کوئی نظر نہیں آیا تو مصلیٰ پر تشریف لے گئے اور امامت فرمائی۔اسی طرح حضرت کے پیچھے ایک اور بار بھوالی میں نماز ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

افطار اور تراویح :

ایک بار میں ماہ رمضان شریف میں بریلی شریف چلا گیا تھا تین روزے کا افطار حضرت اور پیرانی ماں کے ساتھ کرنا نصیب ہوا اس وقت تک پیرانی ماں صاحبہ سے پردہ نہیں تھا۔نماز تراویح کوئی صاحب "الم تر" سے پڑھاتے تھے حضرت رحمانی میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس سال حضرت کو کمزوری زیادہ ہے اس لئے حافظ قرآن کو نہ بلوا کر ایک قاری کو تراویح کی امامت کے لئے مقرر کردیا گیا ہے وہ قاری صاحب "الم تر" سے تراویح پڑھاتے تھے انھوں نے چھ رکعتوں میں کوئی غلطی کی حضرت نے فرمایا آپ نے یوں پڑھا ہے یوں پڑھیئے اس طرح ۲۰ رکعات کی بجائے ۲۶ رکعات پڑھی گئیں۔

نماز جنازہ :

میرے رشتے کے دادا عبدالستار صاحب کے انتقال کے موقع پر حضرت بمبئی میں تشریف فرما تھے نماز جنازہ میں حضرت نے شرکت فرمائی اس کے بعد گھر کے تمام لوگ قبرستان چلے گئے تھے میں حضرت کو لے کر گھر آگیا۔حضرت نے فرمایا آپ قبرستان نہیں گئے میں نے عرض کیا حضور! نماز جنازہ پڑھ لیا ہے اور جنازہ کو کاندھا بھی دے دیا ہے۔یہ میرے بچپن کی بات ہے کاندھا میں نے اس وقت دیا جب کہ لوگ جنازہ زمین سے کاندھوں پر اٹھا رہے تھے۔حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اجازت لے کر واپس ہوئے ہو؟ اس پر میں خاموش ہوگیا۔گھر میں صرف میں اور حضرت تھے گھر کی تمام عورتیں بھی میت کے گھر گئی ہوئی تھیں میں نے آئسکریم پیش کیا حضرت نے اس کو تناول فرمایا اس میں سے جو بادام پستہ منہ میں آجاتا اس کو نکال لیتے اور مجھ کو عطا فرماتے اور میں اس کو کھا جاتا پھر جو آئسکریم حضرت نے

چھوڑ دی اس کو میں نے کھالیا۔

تجدید نکاح:

میرے تایازاد بھائی جلیل احمد رضوی کی شادی میں خلاف شرع کام ہوا تھا تو جب حضرت بمبئی تشریف لائے اور ہمارے گھر پر حضرت کی دعوت ہوئی تو کسی صاحب نے حضرت کے ہاتھ میں ایک خط دے دیا جس میں ان تمام خلاف شرع باتوں کی تفصیل تھی جو شادی میں ہوئی تھیں حضرت جلال میں آگئے اور فرمایا کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا سخت برہمی کا اظہار فرماتے رہے پھر تایا صاحب خلیل احمد رضوی اور والد صاحب شفیع احمد رضوی اور بھائی جان جلیل احمد رضوی اور جو دوست واحباب شادی میں قریب قریب تھے اور دعوت میں موجود تھے ان سب کو کلمہ پڑھوایا اور دوسرے روم میں تشریف لے گئے تایا اور تائی، والد اور والدہ، بھائی اور بھابھی کا حضرت نے تجدید نکاح کروایا اور اپنے جیب خاص سے تینوں کی مہر کی رقم ان لوگوں کے ہاتھ میں دی۔

بچوں کے نام:

جلیل احمد رضوی (بھائی جان) کے یہاں دو جڑواں بچے ہوئے ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ میں بریلی شریف جارہا تھا بھائی جان نے کہا کہ تم بریلی شریف جارہے ہو تو دونوں بچوں کا نام حضرت سے رکھوالینا اور داخل سلسلہ بھی کروالینا۔ میں جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت بچوں کا ایسا نام دیں کہ دونوں کے نام ملتے جلتے ہوں پھر میں نے عرض کیا حضور! بھائی جان کے یہاں ایک لڑکی اور لڑکا پیدا ہوا ہے حضور! ان کے نام رکھ دیں۔ حضرت نے فوراً ارشاد فرمایا "محمد نور، نور فاطمہ" پھر عرض کیا حضور! ان کو داخل سلسلہ بھی فرمالیں۔ حضرت نے ان دونوں بچوں کو داخل سلسلہ فرمایا اور ارشاد فرمایا خلیل بھائی خیریت سے ہیں؟ حاجی الٰہی بخش، حاجی محمد صدیق، نوری محمد پٹیل؟ میں نے عرض کیا حضور! سب خیریت سے ہیں۔

مسجد کا ڈھیلا:

حضرت گھر میں تشریف فرما تھے استنجا کے لئے ڈھیلا طلب فرمایا والد صاحب اور ان کے دوستوں نے ڈھیلا تلاش کرنا شروع کیا میں دوڑ کر مسجد گیا اور وہاں سے ڈھیلا لے کر آگیا ابھی یہ لوگ ڈھیلا ڈھونڈ ہی رہے تھے کہ میں اپنے دونوں ہاتھوں میں جو ڈھیلے تھے وہ دیئے تو حضرت نے فرمایا کہاں سے لے آئے میں نے خوشی خوشی بتایا کہ مسجد سے حضرت نے فرمایا کہ مسجد کا ڈھیلا مسجد کے باہر نہ لانا چاہئے جاؤ اسے مسجد میں رکھ آؤ میں واپس وہ ڈھیلا مسجد میں رکھ آیا۔

حضرت کے قدموں کا دھوون :

حضرت کے ساتھ قلم اور دوات رہا کرتی تھی اسی سے فتاویٰ اور تعویذات لکھا کرتے تھے فاؤنٹین پین استعمال نہیں فرماتے تھے کیونکہ اس کی سیاہی میں اسپرٹ ہوتی ہے ہمارے کسی تعویذ لینے والے سے حضرت کی سیاہی حضرت ہی کے پیروں کے پنجے پر گر گئی میں اور بھائی جان دونوں نے حضرت کو پلنگ پر بٹھا کر حضرت کے قدموں کو دھویا اور جو پانی تھا وہ تمام گھر والوں نے پی لیا۔ الحمدللہ۔ جس چادر پہ وہ سیاہی گری تھی وہ چادر آج بھی ہمارے گھر میں موجود ہے۔

آخری عرس رضوی :

۱۴۰۱ھ کے عرس رضوی کے موقع پر حضرت کی خدمت میں بمبئی والوں کو مقرر کیا گیا تھا میں برابر حضرت کی خدمت میں رہا کرتا تھا اس وقت مولانا منصور علی خاں صاحب کی کتاب ''خوابوں کی بارات'' مولانا مقصود علی خاں صاحب نے پیش کی کہ حضور! یہ کتاب بھائی صاحب نے تحریر فرمائی ہے اور حضور کی خدمت میں پیش کرنے کو کہا ہے۔ حضرت نے اس کو اپنے ہاتھوں میں لیا دعائیں دیں اور فرمایا کہ آیت قرآنی کو صفحۂ اول پر نہ لکھا جائے لوگ وضو بے وضو رہتے ہیں اور قرآنی آیت کو بے وضو ہاتھ نہیں لگانا چاہئے۔

وہ تو توبہ کرنے آیا ہے :

اسی موقع پر نائب مفتی اعظم شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے اور ان کے صاحبزادے ڈاکٹر محب الحق صاحب جو اس وقت علی گڑھ میں تعلیم حاصل کر رہے ہوں گے اپنے ساتھیوں کے ساتھ آئے مفتی صاحب سب کا تعارف کروا رہے تھے کہ ایک شخص بیچ میں آگیا اور کہنے لگا مجھے مرید ہونا ہے مفتی صاحب کو جلال آگیا کہ حضرت دوسری طرف متوجہ ہیں یہ مرید ہونے کی بات بیچ میں کر رہا ہے فرمایا ابھی نہیں کل مرید ہونا۔ مفتی صاحب کے یہ فرمانے پر حضرت نے ارشاد فرمایا مفتی صاحب! وہ تو توبہ کرنے کے لئے آیا ہے اور آپ فرما رہے ہیں کہ توبہ کل ہوگی۔

بارگاہ مرشد میں حضرت کی حاضری :

علالت کے زمانے میں حضرت مارہرہ شریف حاضر ہوئے حضرت کے ساتھ بمبئی کے ڈاکٹر کمال الدین صاحب بھی تھے ان کا بیان ہے کہ حضرت سب سے پہلے اپنے مرشد کے مزار پر حاضر ہوئے اور جو لوگ ساتھ تھے ان سے فرمایا یہ میرے پیر کا مزار ہے اعلیٰ حضرت نے بھی ان سے فیض حاصل کیا ہے۔

حج کو تشریف لے جاتے وقت کا جلوس :

۱۹۷۱ء میں جب حضرت حج کے لئے جا رہے تھے اس وقت جھولا میدان سے بیلارڈ پیئر تک

جلوس لے جایا گیا تھا۔ حضرت ۴ر گھوڑے کی بگھی میں تشریف فرما تھے ہزاروں افراد حضرت کے اس جلوس میں شریک تھے میری نگاہوں نے بمبئی میں کسی بھی شخص کا حج پر جاتے ہوئے اتنا بڑا جلوس نکلا ہو نہیں دیکھا ہے۔ میں حضرت کے پیچھے بگھی پر کھڑا تھا اور نعرے لگا رہا تھا اور بیلارڈ پیئر پہنچ گیا۔ حضرت بگھی میں ہی تشریف فرما تھے میں نے حضرت کی دست بوسی اور قدم بوسی کی حضرت نے مجھے پکڑا اور پیشانی چوم کر مجھے وہ عزت بخشی کہ جیتے جی ہم جیسے گنہگار یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ اسی طرح جب حضرت حرمین شریفین سے واپس تشریف لائے اس وقت بھی حضرت جن دو کاروں میں یکے بعد دیگرے تشریف فرما ہوئے تھے ان دو کاروں میں حضرت کے ساتھ یہ غلام بھی تھا۔

حضرت مرشد گرامی کی کیا کیا کرم فرمائیاں ہوئیں اور ہو رہی ہیں کہاں تک بیان کروں بیان کرتے کرتے عمر گزر جائے گی مگر ان کے تذکروں سے دل نہیں بھرے گا۔ آپ حضرات سے صرف یہ گزارش ہے کہ میرے حق میں دعا فرمائیں کہ مجھ پر میرے مرشد کی نظر عنایت ہمیشہ رہے۔

اسیر مفتی اعظم محمد سعید نوری رضا اکیڈمی

حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ اکثر فرماتے میرا ایک گھر بریلی شریف میں اور دوسرا گھر جبلپور میں ہے۔ فقیر حالانکہ اس آستانہ عالیہ رضویہ کا ادنیٰ ترین خادم ہے لیکن حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے ہمیشہ مجھے اپنے برابر رکھا اور اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے ایک طویل قصیدہ میں جہاں اپنے شاگردوں اور خلفا کا ذکر فرمایا ہے حضور مفتی اعظم ہند کا اسم گرامی مشہور مصطفیٰ رضا خاں اور کنیت آل الرحمٰن ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قصیدے کے ایک شعر میں ہم دونوں کا ذکر فرمایا۔ اور پھر شعر میں ہی نہیں بلکہ ایک ہی مصرعے میں ہم دونوں کے ناموں کو جمع فرما دیا جبکہ ہر شاگرد اور خلیفہ کا ذکر علیٰحدہ علیٰحدہ شعر میں فرمایا ہے۔

ہمارے متعلق جو شعر ارشاد فرمایا وہ یہ ہے ؎

آل الرحمٰن ، برہان الحق
شرق پہ برق گراتے یہ ہیں

خلیفۂ اعلیٰ حضرت، علامہ مفتی محمد برہان الحق جبلپوری

(ماہنامہ استقامت کانپور، مفتی اعظم نمبر، ص ۱۸۲)

کہ ہوا ہے خاتمہ ایمان پر ترا نوریؔ

۱۴۰۲ھ

شہزادۂ حضور سراج ملت (مولانا) سید محمد منہاج رضا ہاشمی رضوی سراجی*

تاجدار اہلسنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت قطب عالم ہم شبیہ غوث اعظم مجدد ابن مجدد اعظم جلوہ گاہِ امام اعظم غلام غلامان نیر اعظم افقہہ الفقہا افصح الفصحا ابلغ البلغا مہر خرچ فکر ادبا ناصح الشعرا شمس بازغۂ بزم عرفا علامۂ راز شرع ملت بیضا کاشف دشت حقیقت خفا مدیح اوصاف محبوب خدا سیدی مرشدی ماوائی وملجائی حضور مفتی اعظم ابوالبرکات محی الدین آل الرحمٰن محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری برکاتی نوریؔ علیہ الرحمۃ والرضوان جن کے سر مقدس پر عالم شیر خواری میں خلافت عظمیٰ کا تاج قدوۃ الواصلین زبدۃ العارفین سیدنا ابوالحسین احمد نوری مارہروی رحمۃ اللہ علیہ نے رکھ کر آپ کی ولایت کرامت ونظافت وطہارت وعبادت زہد وتقویٰ کی سند عظمت عطا فرمائی اور حلقہ میں داخل کر کے ہر ذی فہم وعلم پر یہ واضح فرمایا کہ آپ بچپن ہی سے ولی ہیں یعنی ؎

ولی ابن ولی ابن ولی ابن ولی تم ہو
امام احمد رضا کے مہر و مداح نبی تم ہو

سرزمین ہندوستان پر خدا کے فضل وکرم سے ایک سے ایک چاند وسورج کی طرح روشن خیال علما مہر وماہ کی طرح روشن ضمیر عرفا اور ایک سے ایک نامور اد با عقلا نے اپنی تاریخ کا پس منظر تابناک اور روشن چھوڑا۔ آج بھی دنیاے ہند اللہ والوں کی تربت گاہوں سے بسی بجی نظر آتی ہے میدان علم وعمل کے بے شمار شہسوار اور شب زندہ دار دنیاے ہند کو آج بھی روشنی دیتے نظر آتے ہیں۔ انہیں انجمن علم وعمل اور درخشندہ ستارہاے عروس فکر میں نیر تاباں بن کر شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد اعظم دین وملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات بابرکات برج سعادت پر شمس بازغاں بن کر چمکی جن کی فیاضیوں کا بادل لاکھوں قلوب پر آب رحمت برساتا رہا اور قیامت تک برساتا رہے گا۔ جن کی ضیاباریوں کے فیضان لامتناہی سے لاکھوں لاکھ نے سبیل ہدایت اور صراط مستقیم پہ چل کر ایصال الی المطلوب کی منزلوں اور حلاوت عشق ومحبت کی لذتوں سے مستفیض ہوتے چلے گئے آج بھی ان کی تصنیفات ہزاروں کی تعداد میں بشکل کتاب زیور تحقیق و براہین دلائل وثبوت سے مرصع نظر نواز

* ناظم دارالعلوم فیضان مفتی اعظم، پھول گلی، ممبئی ۳

ہو رہے ہیں۔

اپنے دور کا سب سے بڑا عالم اور مجدد اعظم بر سر منبر اپنے ننھے منے لاڈلے بیٹے حضور مفتی اعظم کی ولایت کا اعلان پیدائش کے نویں سال میں یعنی ۱۳۱۹ھ میں فرمایا جبکہ آپ کی پیدائش مبارکہ ۱۳۱۰ھ ہے۔ ۱۳۱۴ھ میں تسمیہ خوانی فرمائی۔ انہیں بزرگوں کے توسط سے حضور مفتی اعظم نے جہاں درسیاتی دنیا میں جملہ علوم عقلیہ اور فنون نقلیہ ۱۳۲۸ھ تک حاصل فرما کر سند فضیلت پائی وہیں علم سینہ معرفت مدینہ علم لدنی کی منزلوں کو مسلسل طے کرتے ہوئے اسی سال ۱۸ رسال کی عمر شریف میں پہلا مسئلہ رضاعت کا لکھ کر اپنے نامور ابا جان کی خدمت میں پیش کر کے داد تحسین حاصل کیا حتیٰ کے انعام میں علما، عقلا، عرفا کی بزم میں مسند افتا وارشاد پر آپ کو بٹھا دیا گیا۔ ہمارے حضور مفتی اعظم ہند کا زہد و تقویٰ اور آپ کی ریاضت وعبادت وطہارت ونفاست رجا وقناعت، توکل ومعرفت، ولایت وکرامت جس قدر بلند وبالا ہے وہ اظہر من الشمس ہے یہی وجہ ہے کہ آپ اپنی ظاہری زندگی میں بھی مرجع ہر خاص وعام تھے جیسے آج آپ کا روضۂ پر انوار مرجع خاص وعام ہے۔ آپ کی علمی جلالت کے سامنے بڑے بڑے جلیل القدر اور جلالۃ العلم علما اپنا زانوئے ادب تہہ کرتے نظر آتے تھے۔ جہاں رات و دن خدمات خلق کے لئے دعا وتعویذ میں آپ کے بعض اوقات مصروف تھے ایسے ہی عبادت وریاضت کے لئے اوقات مشغول نظر آتے۔ طرز وتکلم، علما نوازی، آپسی گفتگو کے سلسلے میں جس طرح آپ کے دہن مبارک سے فصاحت وبلاغت میں ڈوبے ہوئے الفاظ نکلتے تھے اس سے کہیں زیادہ نبی کی مدح خوانی میں نوک قلم سے چمکتے موتی کے دانے جھڑتے رہتے۔ انہیں اشعار میں سے ایک شعر ایسا بھی ہے جس شعر سے آپ نے اپنا نتیجہ، اپنا کمال انجام، اپنا خاتمہ اپنا مسکن، اپنا ارم اپنی فردوس سجالی اور وصال کی تاریخ بتادی اور عشق کے محور پر چل کر مصطفےٰ جان رحمت شمع بزم ہدایت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں کی پتلی میں بسائے ہوئے یہ شعر کہا ہے جو بحر رمل وکامل اور زحافات ارکان میں مرخم مشعر سالم قصر وقطع قبض وکف سے مرصع وزن

فَعُولُ فِعْلُ مَفَاعِلُ فَعُولُ فِعَلَاتُنْ
فَعُولُ فِعْلُ مَفَاعِلُ فَعُولُ فِعَلَاتُنْ

ہوا ہے خاتمہ ایمان پر ترا نوری
جبھی ہیں خلد کے حور و قصور آنکھوں میں

آپ نے گویا آنکھ بند کی ملک عدم کی طرف چلتے خلد نظر آیا خلد میں حورانِ بہشتی اور قصور و

محلات اب آنکھوں میں دکھائی دینے لگا اب اپنی طرف خدا کی رحمت کے سہارے بطفیل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہوتے ہیں: اے نوریؔ یہ سب مناظر آنکھوں میں کیوں ہیں؟ علت بیان فرماتے ہیں ''کہ ہوا ہے خاتمہ ایمان پر'' اب غور فرمایئے۔ بحر مذکورہ میں شعر کا رکن اول ''ہوا ہے'' بروزن فَعُوْلُ اور رکن ثانی ''خاتمہ ایمان پر'' بروزن فِعْلُ مَفَاعِلُ فَعُوْلُ یعنی ہوا ہے خاتمہ ایمان پر میں ''کہ'' بیانیہ مقدر ہے اگر اس کو ظاہر بھی کر دیا جائے جب بھی شعر میں اس کا تسلسل باقی رہتا ہے۔ اور بحر سے نہیں گرتا ہے۔ تو اب ایسی صورت میں حضور مفتی اعظم نے اپنے ان دو مصرعوں میں جو اپنی تاریخ وصال تحریر فرمائی ہے غور فرمایئے منادی مخاطب ''ترا نوریؔ'' الگ کیجئے علت تحریر کیجئے۔

کہ ہوا ہے خاتمہ ایمان پر

اب ابجد کے قاعدے اعداد مرتب کریں اور سب کو جوڑ لیں۔

کہ ہوا ہے خاتمہ ایمان پر

۲۰/۵/۵/۶/۵/۱/۵/۱۰/۶۰۰/۱/۴۰۰/۴۰/۵/۱/۱۰/۴۰/۱/۵۰/۲/۲۰۰/ میزان ۱۴۰۲ھ

اب عشق و معرفت سے لبریز کلام وجد آفریں طرز میں پڑھیے۔

جبھی ہیں خلد کے حور و قصور آنکھوں میں
کہ ہوا ہے خاتمہ ایمان پر ترا نوری

۱۴۰۲ھ

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت یکتائے روزگار اور ایسی منفرد تھی کہ زندگی کے ہر لمحات و ساعات، ہر لیل و نہار، ہر صبح و شام سیرت و کردار کے ہر انداز روز روشن کی طرح تابناک تھے آپ کے حلقہ میں داخل ہونے والوں کی تعداد کروڑوں کروڑوں میں پھیلی ہے اکثر علما، عقلا، ادبا، اہل اللہ آپ کے مریدین ہیں۔ آپ کے خلفا کی بھی اچھی خاصی تعداد دنیا میں پھیلی نظر آتی ہے جو جہاں بھی ہے اور مست سرشار اور شاداں و مسرور اور تقریباً ہر کوئی تنگدستی کی لعنت سے بری ہے۔ غریب بھی عیش و سرور کی زندگی گزارتا نظر آتا ہے۔ خلفا کا عالم اور بھی اونچا ہے ہم نے جہاں بھی دیکھا انہیں بے حد مسرور اور رضویت کے علم بردار نظر آئے جیسے والد بزرگوار حضور سراج ملت کو مسلک امام احمد رضا کی تشہیر و ترویج میں رات و دن مشغول و مصروف پایا۔ اپنے دامن میں لاکھوں لاکھ کو حلقے میں داخل کئے جام عشق رسالت و ولایت سے سرشار کرتے نظر آئے اور جو دنیا سے چلے گئے وہ خود ایک بڑی خانقاہ کے قطب و اوتاد بن کر مزار میں آرام فرما نظر آرہے ہیں۔ اور جو نکوکار خوش نصیب خلفا بصورت عالم دین آج بھی زندہ ہیں وہ خود ولایت کے تاجدار نظر آتے ہیں انہیں زندہ جلیل القدر خلفا میں ہم اپنے شفیق و مہربان

والد بزرگوار حضور سراج ملت خلیفہ حضور مفتی اعظم رہبر شریعت ضیغم رضویت پیر طریقت سیدی و ماوائی مولانا الحاج الشاہ سید سراج اظہر صاحب قادری نوری بانی و مہتمم رضوی نوری دارالافتا و دارالعلوم فیضان مفتی اعظم پھول گلی ممبئی نمبر ۳ رکی پاکیزہ زندگی کے روشن منازل و مشاغل دیکھتے ہیں جو رات و دن اعلیٰ حضرت کی سچی ارادت و عقیدت میں مسلک حقہ کا پرچم ہر میدان میں لہراتے کامیاب نظر آتے ہیں اور نجدیت و دیوبندیت کے باطل عقائد کا پردہ فاش فرما کر ہزاروں ہزار کو شیدائے اعلیٰ حضرت بنانے میں کامیاب ہیں۔ کسی بھی ریاست و صوبہ اور شہر و قریٰ کے اجلاس میں بیباک شیر کی طرح گرجتے اور برستے رہنے میں کہیں کسی طور پر کمتری کے شکار نہیں ہوتے اپنا لوہا منوا کر ہی واپس آتے ہیں۔ پھول گلی رضا جامع مسجد کو ہمیشہ جنت الفردوس بنائے رکھتے اور نوری محفلوں میں شمع محبت جلا جلا کر دلوں کو مستنیر فرماتے ہیں۔ اور اپنے مرشد کی یادوں کا چراغ طرح بطرح روشن فرما کر دین کی باتوں سے لوگوں کو روشناس کرتے اور نبی کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا دیوانہ بناتے رہتے ہیں۔

انہیں خلفاے جلیل القدر میں ایک گراں قدر ذات گرامی قاضی شریعت محبوب العلما حضرت علامہ مفتی محبوب رضا روشن القادری کی بھی ہے جو دارالعلوم فیضان مفتی اعظم میں بحیثیت شیخ الحدیث و صدر المدرسین اور دارالافتا میں صدر مفتی و قاضی رہ کر جملہ فرائض منصبی حسن و خوبی کے ساتھ انجام دے کر دنیاے دارالعلوم کو بام عروج تک پہنچانے میں ہمہ وقت کوشاں ہیں اور نکاح و طلاق و فرائض و معاملات فسخ و خلع وغیرہ پر مشتمل سوالات کو حسن اسلوب اور تدبر و فہم، براھین و دلائل سے مرصع فرما کر جوابات بالتحقیق عنایت کر کے لوگوں کی اہم ضرورتوں کو پورا کرنے میں مشغول ہیں۔ اسی طرح آج بھی حضور مفتی اعظم ہند کے لاکھوں مریدین علما خطبا اپنے فرائض منصبی انجام دے کر لوگوں کی عاقبت بخیر کا ذریعہ مہیا فرماتے ہیں۔ اسی شہر عروس البلاد میں بے شمار علما حضور مفتی اعظم کے مریدین ہیں جو رضویت کا پائدار کام کرنے میں مصروف ہیں جن میں ایک ذات گرامی خطیب دوراں شہزادۂ محبوب ملت حضور منصور ملت علامہ الحاج منصور علی خاں صاحب خطیب و امام سنی بڑی مسجد مدنپورہ کی بھی ہے۔ جن کے حسن تدبر سے سنیت کا ہمیشہ فائدہ ہوتا رہتا ہے۔ اور ہو رہا ہے۔ پھر ایسی ہی شخصیت بانی رضا اکیڈمی ہمدرد قوم و ملت ناشر کتب رضویت عاشق مفتی اعظم ہند الحاج جناب سعید نوری صاحب قبلہ کی بھی ایک الگ تابناک ہے جنھوں نے ملک و بیرون ملک دنیاے اشاعت و طباعت میں ہلچل مچا دیا ہے اور رضویت کے ہر مضامین پر نوع بنوع شاندار دستاویز پیش فرما کر اہل عقیدت سے داد و تحسین حاصل کرتے چلے جا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ہر مسلمان کو یہ جذبۂ صادقہ عطا فرمائے اور ما سبق ذکر کئے گئے حضرات کی عمر میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے اور ان کی زبان وقلم کو اور مضبوط فرمائے۔ آمین ثم آمین

بالخصوص حضور مفتی اعظم کے ۲۵/ویں عرس مقدس کے موقع پر نکالے جا رہے "یادگار مفتی اعظم نمبر" پر جناب سعید نوری صاحب اور اراکین رضا اکیڈمی کو انجمن برکات رضا و حضور سراج ملت کی جانب سے پر خلوص مبارکباد پیش کرتا ہوں اور بارگاہ الٰہی میں دعا ہے کہ اس نذرانہ وفا کو قبول فرما کر توشۂ آخرت اور ذریعۂ نجات بنائے۔

....

......اے پروردگار عالم! جب تک آسمان کے ستاروں میں چمک اور مرغ زاروں میں کوئلوں کی کوک اور پپیہا کی ترنم خیز صدائیں گونج رہی ہوں!

......اے کائنات کے پالن ہار! جب تک سمندر کی روانی اور سطح سمندر پر مچھلیوں کا کھیل کود ہو!

......اے خالقِ کائنات! جب تک کائنات کی چہل پہل اور گردشِ لیل و نہار ہو!

......اے رب کریم! جب تک صحن گلشن میں کلیوں کی مسکراہٹ اور پھولوں کے حسین قہقہے پر بلبلوں کی نوا سنجی ہو!.........

......اس وقت تک ......آقائے نعمت سیدی مولائی تاجدار اہلسنت مجدد دین وملت حضرت مولانا شاہ عبد المصطفےٰ محمد احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر تیرے رحم وکرم کے پھولوں کی بارش ہو! آمین ثم آمین

علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ

(امام احمد رضا کی شان تجدید، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی، ص ۱۲)

حضور مفتی اعظم
شعروسخن کے آئینے میں

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری*

عقیدت ہی نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ اے نوری
سخن سنج و سخنور ہو سخن کے نکتہ داں تم ہو

میں آج ایسی شخصیت کے فکر لطیف پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں جن کا دیدار میرے نخل زندگی کیلئے فصل بہار...... جنکی ملاقات میرے دیدہ ودل کیلئے حاصل کائنات...... جن کی گفتگو میری بزم تخیل کی آبرو...... جن کا ادنیٰ سا اشارہ میرے چرخ آرزو کا روشن ستارہ...... جن کے خلوص ومحبت کا ہر انداز میری قسمت کیلئے باعث اعزاز جن کی غلامی کی سعادت میرے لئے خلاق دو عالم کی مخصوص عنایت...... جن کے قول وفعل، صورت وسیرت اور فضل وکمال کی یاد میری کتاب ہستی کی جاں نواز روداد ہے، آپ ہیں شہزادۂ اعلیٰ حضرت، تاجدار اہلسنت، حضور مفتی اعظم ہند مولانا الشاہ آل الرحمٰن مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری بریلوی رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا۔

خداوند قدوس نے اپنے محبوب، تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بعض مخصوص بندے کو ایسی رفعت وعظمت عطا فرمائی اور انہیں فکر ونظر کچھ ایسی رنگارنگ بخشی جو ہر دور میں شمع توحید کے پروانے، اور جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیوانے رہے، جو اپنی جلوت کو گرمیِ کردار اور خلوت کو شوقِ گفتار سے ایسا تابناک رکھتے تھے کہ اس شبستان سے اٹھنے والی خوشبو سے مشام کائنات خود بخود معطر ہوتا رہتا تھا۔ شمع بزم سنن، ماحیِ شر وفتن، محور فکر وفن، تاجدار اقلیم سخن، حضور مفتی اعظم رضی اللہ عنہ انہیں نفوس قدسیہ میں ایک باوقار، پر بہار، اور نابغۂ روزگار شخصیت کے حامل تھے۔ اگر ہم ماضیِ قریب کے اوراق پر ایک طائرانہ نظر بھی ڈالتے ہیں تو حضور مفتی اعظم کی شخصیت علم وفن کے باب میں نیر درخشاں، اور شعر وسخن کی فصل میں بدر کامل بن کر طلوع ہوتی ہے...... حضور مفتی اعظم جہاں زندگی کے ہر پہلو میں فقید المثال، نادر روزگار اور نازش باغ وبہار ہیں وہیں شعروسخن کے آئینے میں بھی دیکھئے تو شعر کی زلف برہم سنوارتے، اور سخن کے عارض پر غازہ ملتے نظر آتے ہیں...... یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی قندیل شعور وآگہی سے ظلمات فکر ونظر کے دبیز پردہ کو چاک کیا، اور گم گشتگان راہ کو نشان منزل اور شمع ہدایت عطا

*محمدی جامع مسجد، خیرانی روڈ، ساکی ناکہ، ممبئی ۷۲

کی۔ اور میں تو اسے اپنے آقا کا فیض اور اپنے مرشد برحق کی کرامت ہی کہوں گا کہ ایک ایسا نحیف و ضعیف انسان جس کے دوش ناتواں پر ہمہ رنگی ذمہ داریوں نے ڈیرے ڈال رکھے تھے، افتا، اصلاح امت، بیعت وارشاد، پند ونصیحت، جلسے جلوس میں شرکت، دعا تعویذ، ملکی وملی مہمات وامور، احکام شرع کا التزام، فرائض منصبی کا بھرپور لحاظ، اس کے علاوہ دیگر ناگاہ درپیش آجانے والے معاملات، آخر کب، اور کیسے انہیں سکون کا وقت میسر آیا جس سے ان کی نعتیہ شاعری کا کیف بار دیوان ہمارے سامنے ہے ......شاعری بھی ایسی جو ازابتدا تا انتہا نغمۂ توحید ربانی و زمزمۂ توصیف رسول لاثانی میں سرشار ہے اور جس میں آنے والی نسلوں کیلئے مکمل ضابطۂ حیات وشعور زندگی پنہاں ہے...... یہ علائم بولتے ہیں کہ حضور مفتی اعظم کی عبقری شخصیت، متحرک ذہنیت، جدید تخیل کی علمبردار، اور قدیم طرز فکر کی آئینہ دار ہے ......آیئے پہلے آپ کے شاعرانہ محاسن پر ایک سرسری نظر ڈال لیں۔ سوز وگداز اشعار کی روح رواں ہے جو آپ کے یہاں بدرجۂ کمال ہردم جواں ہے، عارف شاعر کے کلام میں سوز وگداز کی فراوانی ایک فطری عطیہ ہے کیوں کہ عارف جو کچھ کہتا ہے وہ دل کے نہاں خانے سے نکلی ہوئی آواز ہوتی ہے اور جو آواز احساسات اور قلبی جذبات سے ٹکرا کر پیدا ہوتی ہے وہ بلیغ اور موثر ہوتی ہے، ان کے تخیل کی بلند پروازی، فکری بصیرت، فنی تجربے، لطافت طبعی، تقدیس خیالی، اور شاعرانہ عظمت کو دنیا فراموش نہیں کرسکتی......شعلوں سے شبنم نچوڑنے کی خواہش انگاروں کو پھول بنانے کا خواب، مہمات فکر ونظر کی تاریخ کا لب لباب یہی تو ہے، دیکھئے ایک باکردار شخصیت کا جامع شاعر کس طرح اپنے کلام کو اس پیام کے نور سے معمور کرتا ہے، توحید باری عزاسمہ میں ان کے خلوص اور وارفتگی کا اندازہ لگایئے۔

طائران جناں میں تری گفتگو	گیت تیرے ہی گاتے ہیں وہ خوش گلو
کوئی کہتا ہے حق کوئی کہتا ہے ہُو	اور سب کہتے ہیں لَاشَرِیْکَ لَہٗ

اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ

بھردے الفت کی مے سے ہمارا سبو	دل میں آنکھوں میں تو اور لب پر ہو تو
کیف میں وجد کرتے پھریں کو بکو	ورد گایا کریں پے بہ پے سو بسو

اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ

عشق محبوب کائنات وہ لازوال دولت اور ابدی سعادت ہے کہ اپنے وقت کا بڑے سے بڑا فنکار ہو یا کلاکار، مضمون نگار ہو یا قلمکار، یکتائے روزگار ہو یا اپنے عہد کا تاجدار، میدان علم وفن کا سپہ سالار ہو یا چمنستان ولایت کا گل گلزار، مدینے کی لو سے شمع محبت کی لو اگر لگی رہی ہے تو اس گرمیِ محفل سے

پگھل پگھل کر گرنے والے قطروں نے بھی مچل مچل کر پائے ناز پر مٹ جانے ہی کو حاصل زندگی سمجھا ہے یہی وجہ ہے کہ جس نے بھی، جیسی بھی نعت کے حوالے سے طبع آزمائی کی ہے حسرت یہی رہی ہے کہ۔

اگر یہ نذر عقیدت قبول ہو جائے
تو ناز عشق کی قیمت وصول ہو جائے

اور کیوں نہ ہو کہ عشق ہی سے حیات کو شعور، اور شعور کو حیات ملتی ہے، عشق ہی سے آگہی کو یقین، اور یقین کو آگہی کا سراغ ملتا ہے، عشق ہی سے سر کٹانے کا جذبہ اور سر کٹانے کے جذبہ کو سرمدی سعادت نصیب ہوتی ہے...... اور میں تو کہتا ہوں کہ دنیا ستاروں سے آگے کیوں نہ پہنچ جائے گلزار عشق ہمیشہ ہرا بھرا رہے گا، یہ رشتہ وہ مقدس رشتہ ہے جس سے تمام رشتوں کا بھرم قائم ہے، لہٰذا یہ لوح دل وصفحۂ ذہن سے نہ محو ہوا ہے، نہ آئندہ ہوگا...... دیکھئے حضور مفتی اعظم عشق و محبت کے نازک مسائل، کنایات و تلمیحات کے ذریعہ، نہایت احسن طریقہ پر کس طرح بیان کر جاتے ہیں، اور ورطۂ حیرت میں نہ پڑیے اس لئے کہ پختہ کار شاعر اسی طرح نزاکت ولطافت کے ساتھ ان مراحل سے گزرتا ہے...... رسول معظم، محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں رقم طراز ہیں۔

مرض عشق کا بیمار بھی کیا ہوتا ہے — جتنی کرتا ہے دوا درد سوا ہوتا ہے
آپ محبوب ہیں اللہ کے ایسے محبوب — ہر محبّ آپ کا محبوب خدا ہوتا ہے
داغ دل میں جو مزہ پایا ہے نوریؔ تم نے — ایسا دنیا کی کسی شے میں مزہ ہوتا ہے

ہر بڑے مفکر کی طرح آپ نے بھی اپنے اصول اور ایقان کی روشنی میں ایک فصیح و بلیغ وجدید کلام دنیا کو پیش کیا ہے، اور اپنی بانکی طبیعت سے گلشن شعر و سخن میں جذبۂ محبت اور ولولۂ عقیدت کا ایسا کشادہ منفرد اور پر شکوہ تاج محل تعمیر کیا ہے جس کی خوبصورتی، فنکاری، نئے نئے نقش و نگار، اور انوکھے گل بوٹے دیکھ کر لوگ غرق حیرت ہیں اس تناظر میں ان کا یہ کلام دیکھئے۔

کون کہتا ہے آنکھیں چرا کر چلے — کب کسی سے نگاہیں بچا کر چلے
وہ حسیں کیا جو فتنے اٹھا کر چلے — ہاں حسیں تم ہو فتنے مٹا کر چلے
شب کو شبنم کی مانند رویا کئے — صورت گل وہ ہم کو ہنسا کر چلے
داغ دل ہم نے نوریؔ دکھا ہی دیا — درد دل کا فسانہ سنا کر چلے

آپ کی شاعری میں طلاقت لسانی، سلاست زبانی، طرز ادا کی دلآویزی، اسلوب بیان کی

دلکشی، اور مضامین کی روانی و شگفتگی بدرجۂ اتم موجود ہے، اور جو خوبی جہاں ہے وہیں سے متوجہ کرتی، دامن دل کھینچتی اور پکار کر کہتی ہے کہ "جا اینجاست" ۔

بختِ خفتہ نے مجھے روضہ پہ جانے نہ دیا	چشم و دل سینے کلیجے سے لگانے نہ دیا
پاؤں تھک جاتے اگر پاؤں بناتا سر کو	سر کے بل جاتا مگر ضعف نے جانے نہ دیا
ہائے اس دل کی لگی کو میں بجھاؤں کیوں کر	فرطِ غم نے مجھے آنسو بھی گرانے نہ دیا

آپ کے بعض اشعار تو ایسے ہیں کہ عارف رومؔی کا نشۂ عرفانی...... جامؔی کی سرمستی و بے خودی، امیر خسرؔو کی عشوہ طرازی...... حافظؔ کی منظر کشی...... سعدؔی کے جدت تخیل کی بوقلمونی...... اور اس پر امام الکلام، شاہ ملک سخن امام احمد رضؔا خاں علیہم الرحمۃ والرضوان کے ندرت تخیل کی عطر بیزی سونے پر سہاگہ کی بہار دکھا رہی ہے ۔

تو شمع رسالت ہے عالم ترا پروانہ	تو ماہ نبوت ہے اے جلوۂ جانانہ
وہ کہتے نہ کہتے کچھ وہ کرتے نہ کرتے کچھ	اے کاش وہ سن لیتے مجھ سے مرا افسانہ
سرشار مجھے کردے اک جامِ لبالب سے	تا حشر رہے ساقی آباد یہ مے خانہ
کیوں زلف معنبر سے کوچے نہ مہک اٹھیں	ہے پنجۂ قدرت جب زلفوں کا تری شانہ
بہار جاں فزا تم ہو، نسیم داستاں تم ہو	بہار باغ رضواں تم سے ہے زیب جناں تم ہو
خدا کی سلطنت کا دو جہاں میں کون دولہا ہے	تم ہی تم ہو تم ہی تم ہو یہاں تم ہو وہاں تم ہو
تمہاری تابش رخ ہی سے روشن ذرہ ذرہ ہے	مہ و خورشید و انجم برق میں جلوہ کناں تم ہو
ثنا منظور ہے ان کی نہیں یہ مدعا نورؔی	سخن سنج و سخن ور ہو سخن کے نکتہ داں تم ہو

زبان اور فن کے معاملے میں ان سے زیادہ محتاط ان کے عہد میں اور کون ہوگا، وہ شعر کے ظاہری خد و خال، وضع قطع کو نکھارنے اور سنوارنے میں اپنی مثال آپ ہیں، محسوس یہ ہوتا ہے کہ الفاظ ان کے دہلیز فکر پر آ کر صف بستہ تو ہو ہی جاتے تھے، ساتھ ہی ادب کی باد بہاری سے گلشن شعر کا ہر غنچہ جھومنے لگتا تھا، پھر کیا تھا کیف و سرور کے رنگ و نور سے پوری فضا زعفران زار ہو جاتی تھی اور زبان قلم نقوش کے پردے میں تخیل کے موتی اگلنے لگتے تھے، دیکھئے ان کے یہ اشعار ۔

پیام لیکے جو آئی صبا مدینے سے	مریض عشق کی لائی دوا مدینے سے
ملے ہمارے بھی دل کو جلا مدینے سے	کہ مہر و ماہ نے پائی ضیا مدینے سے
چمن کے پھول کھلے مُردہ دل بھی جی اٹھے	نسیم خلد سے آئی ہے یا مدینے سے

بلند اتنا تجھے حق نے کیا ہے — کہ عرش حق بھی تیرے زیر پا ہے

تعالی اللہ تیری شان عالی — جلالتِ شان کی کیا انتہا ہے

تری صورت سے ہے حق آشکارا — خدا بھاتی تری ہر ہر ادا ہے

سلام اس پر جو ہے مطلوب رب کا — سلام اس پر جو محبوب خدا ہے

معرفت کی جو روح آپ کے اشعار میں پنہاں ہے وہ اردو ادب کیلئے ایک گراں بہا نعمت ہے شوخی، فنکاری، کیفیات کی ترجمانی، احساسات کی فراوانی، معنی آفرینی، سہل پسندی، ظرافت طبعی سب کچھ موجود ہے۔

تیری آمد ہے موت آئی ہے — جان عیسیٰ تری دہائی ہے

مر رہا تھا تم آئے جی اٹھا — موت کیا آئی، جان آئی ہے

جب ہم مفتی اعظم کے نہاں خانہ دل سے نکلی ہوئی آواز سنتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ بحران و طوفان کا استقبال کرنے والا دل موج بلا کی آغوش میں بھی مسکرا رہا ہے، دیکھئے یقین کے نور سے آپ کے اشعار کتنے معمور ہیں۔

تلاطم کیسا ہی کچھ ہے مگر اے ناخدائے من — اشارا آپ فرمادیں تو بیڑا پار ہوجائے

عنایت سے مرے سر پر اگر وہ کفش پا رکھ دیں — یہ بندہ تاجداروں کا بھی تو سردار ہوجائے

بھرم رہ جائے محشر میں نہ پلہ ہلکا ہو اپنا — الٰہی میرے پلے پر مرا غمخوار ہو جائے

عالم مجاز کے رنگ و بو کی پرستش کرنے والی نگاہیں، صرف نرگس و نسترن، شمشاد و یاسمن، اور زہرہ و مریخ پر مرکوز ہو کے رہ جاتی ہیں، لیکن محبوب دو جہاں کے بہار حسن و جمال جہاں آرا کا نظارہ کرنے والا عاشق اپنے گہرہائے اشک سے عشق کا ایک تابندہ، بے خزاں، نکہت ریز چمن تعمیر کر لیتا ہے، ایسا چمن جس میں بہار ہی بہار، اور نکہت ہی نکہت ہے ملاحظہ ہو۔

چارہ گر ہے دل تو گھائل عشق کی تلوار کا — کیا کروں میں لیکے پھاہا مرہم زنگار کا

تیرے باغ حسن کی رونق کا کیا عالم کہوں — آفتاب اک زرد پتہ ہے ترے گلزار کا

جاگ اٹھی سوئی قسمت اور چمک اٹھا نصیب — جب تصور میں سمایا روئے انور یار کا

بلاشبہ آپ کے یہاں وہ خلوص فکر، حسن تراکیب، نفیس پیکر تراشی، لطیف مصوری، اور شگفتہ احساس پائے جاتے ہیں جن کی ہر دور میں ادب کو تلاش رہی ہے، یقیناً آپ کے پاکیزہ خیالات، درخشندہ تصورات، عکاسی نظریات شعرو ادب کے علمبرداروں کی رہنمائی کرتے رہیں گے۔

نسیم فیض سے غنچے کھلانے آئے ہیں　　کرم کی اپنی بہاریں دکھانے آئے ہیں
مسیح پاک نے اجسام مردہ زندہ کیئے　　یہ جان جاں دل و جاں کو جلانے آئے ہیں
نصیب تیرا چمک اٹھا دیکھ تو نوریؔ　　عرب کے چاند لحد کے سرہانے آئے ہیں

حضور قطب الاقطاب، محبوب سبحانی، غوث اعظم جیلانی کی بارگاہ ایسی عالی جاہ ہے، جہاں شہرۂ آفاق خطیب، زہرہ نگار ادیب، ثریا شکوہ مفکر، فلک وقار مقرر، اور قادرالکلام، برجستہ گوشاعر، ھدیۂ عقیدت پیش کرنے کو اپنی قسمت کی بلندی اور روح کی ارجمندی تصور کرتے ہیں، وہ کون ایسا صالح قلب ہوگا جس کی دھڑکن میں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی یاد نہ ہوگی، تاہم غوث اعظم کی بارگاہ عقیدت پیش عالم میں حضور مفتی اعظم کا نذرانہ خلوص، انوکھے انداز، اور البیلے شستہ و چیدہ الفاظ نیاز و ناز کے اسرار سے بھرپور انداز میں ملاحظہ کیجئے۔

کھلا میرے دل کی کلی غوث اعظم　　مٹا قلب کی بے کلی غوث اعظم
نہ مانگوں میں تم سے تو پھر کس سے مانگوں　　کہیں اور بھی ہے چلی غوث اعظم
ہے قسمت میری ٹیڑھی تم سیدھی کردو　　نکل جائیں سب پیچ و خم غوث اعظم
یہ دل یہ جگر ہے یہ آنکھیں یہ سر ہے　　جہاں چاہو رکھو قدم غوث اعظم
کچھ ایسا گما دے محبت میں اپنی　　کہ خود کہہ اٹھوں میں منم، غوث اعظم

حضور مفتی اعظم کی فکری بصیرت، شاعرانہ بلند مرتبہ صلاحیت، اور بے ساختہ گوئی کی بے پناہ لیاقت کا اس واقعہ سے اندازہ لگایئے کہ ایک بار آپ کے سامنے دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف کے جلسۂ دستار فضیلت میں مولانا سعید اختر مرادآبادی اپنی منقبت پڑھ رہے تھے، جب یہ شعر پڑھا۔

نہ چھیڑا ے گردش ایام تو اہل بریلی کو
گدایان بریلی کی مدینے تک رسائی ہے

تو حضور مفتی اعظم نے ارشاد فرمایا، گدایان بریلی کی جگہ فدایان بریلی پڑھیے، پھر انہوں نے حسب ہدایت و اصلاح شعر اس طرح پڑھا۔

نہ چھیڑا ے گردش ایام تو اہل بریلی کو
فدایان بریلی کی مدینے تک رسائی ہے

یہ ایسی جاندار اور پر بہار اصلاح ہے کہ صاحب ذوق سلیم، اور اہل شعر و سخن حضرات اس سے خوب خوب لطف اندوز ہوں گے۔ اور بلا تکلف حضور مفتی اعظم نوریؔ بریلوی کی قادرالکلامی کو داد

دیں گے...... ظاہر ہے جس کا باپ تاجدار کشور سخن ہو، جس کا بھائی حجۃ الاسلام اور ماہر علم وفن ہو، جس کا چچا اکابر ادب کی نظر میں استاذ زمن ہو، جس کے گھر کا ماحول نعت ومنقبت کا سدا بہار چمن ہو، اور جو خود مفتی اعظم کے ساتھ شعروادب کے گلستان میں نازش سرو سمن ہو، اس کی سانس سانس اور نفس نفس اگر نغمہ وترنم سے سرشار ہو تو اس میں تعجب کیا ہے، وہ اگر قلم اٹھالے تو اشعار برسنا ہی چاہئے...... وہ کاغذ سنبھال لے تو کاغذ کا مقدر چمکنا ہی چاہئے اور وہ اگر آمادہ شعر گوئی ہو جائے تو اشعار کا آبشار پھوٹنا ہی چاہئے۔ الفاظ کے بطن سے معارف ومعانی کا جھرنا چلنا ہی چاہئے...... آج جب ہم اس شہنشاہ فکر وفن کی بارگاہ رشک صد چمن میں عقیدت کا نذرانہ اور محبت کا گلدستہ پیش کرنے کی جسارت کر کے سعادت حاصل کر رہے ہیں تو صد حیف وہ ہماری اور اہل گلشن کی نظروں سے اوجھل ہو چکے ہیں۔ اور ان کے دیوانے ان کا پچیسواں عظیم الشان اور عہد ساز وباوقار عرس منا رہے ہیں۔ لیکن جب عالم علیین کی طرف نگاہ اٹھتی ہے تو ایک بزم طرب آراستہ نظر آتی ہے۔ جہاں سرور وشادمانی کے شادیانے بج رہے ہیں اور گلشن شعر وفن کا وہ گل شاداب شاخ سے ٹوٹ کر بھی نازش بہار، اور چمن سے روٹھ کر بھی ساز دل پر نغمہ بار ہے۔ ان کی موت نے انہیں اور توانا اور تابندہ کر دیا ہے۔ خود ارشاد فرماتے ہیں ؎

تیری آمد ہے موت آئی ہے
جان عیسیٰ تری دہائی ہے
مر رہا تھا تم آئے جی اٹھا
موت کیا آئی جان آئی ہے

"مفتی اعظم کی شخصیت برصغیر میں آفتاب علم وکمال کی حیثیت رکھتی تھی۔ قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ اور دیگر علوم کے علاوہ فلسفۂ اسلامی اور عقائد دینی پر ان کی گرفت بڑی مضبوط تھی۔ علوم مشرقیہ کے باریک سے باریک نکات ان پر واضح تھے نتیجے کے طور پر عشق کی آنچ نے جہاں جذبے کو مہمیز کیا، وہیں علمی تبحر نے احتیاط کو راہ دی، اور پھر ان دونوں کی آمیزش نے مفتی اعظم کے کلام کو سادگی اور معنوی حسن عطا کیا......"

پروفیسر عبد المغنی جوہر بلیاوی

(ماہنامہ استقامت کانپور، مفتی اعظم نمبر، ص ۱۸۲)

مرشد مفتی اعظم

سیدنا ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ عنہ! حیات وخدمات

غلام مصطفیٰ قادری رضوی*

صوفیائے کرام کے جماعت خانے بے شک ایسی روحانی تربیت گاہیں ہوتی ہیں جہاں قلب وروح کی تطہیر کی جاتی ہے۔ انسان دوستی اور فکر آخرت کی صفات پیدا کی جاتی ہیں۔ جسمانی و روحانی بیماریوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ اخلاق حسنہ سے مزین کیا جاتا ہے۔ نیز ان میں تربیت پانے والوں کے نفوس میں فکر وتحقیق کی بجلی سپلائی کی جاتی ہے۔ دنیا بھر کی بے شمار خانقاہوں میں ہر دور میں ہمارے اسلاف کبار نے اس طرح کی مثالی خدمات انجام دے کر گم گشتگان راہ کو منزل مقصود کی طرف مائل کیا ہے۔ ان کی گرانقدر خدمات تاریخ کے اوراق میں تاباں و درخشاں ہیں۔

ہندوستان میں خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کو کئی حیثیتوں سے امتیازی شان حاصل ہے اس کے جلو میں علم ظاہر اور علم باطن کے پیکر اور فکر وعمل، تقویٰ وورع میں بلند مقام حاصل کرنے والی ذوات قدسیہ آسودۂ خواب ہیں۔ یہی وہ مرکز روحانیت ہے جس کے معدن سے جہاں اور بے شمار اساطین علم و عمل اور تاجداران فکر وفن ابھرے اور ایک عالم کو اپنی علمی واخلاقی صلاحیتوں سے فیضیاب کیا وہیں چودھویں صدی کے مجدد عشق ومحبت کے امام اعلیٰ حضرت جیسی نادر روزگار ہستی اٹھی اور برکاتی فیوض وبرکات سے مالا مال ہوکر ایک جہان کو اپنی مثالی خدمات سے متاثر کر گئی۔

یوں تو اس مقدس آستانے میں آرام فرما ہر بزرگ ہستی اپنی متنوع خوبیوں اور کمالات علمی کے باعث اپنے عہد میں چھائی رہی جن کے زریں گوشہ ہائے حیات وخدمات سے تاریخ خاندان برکات بھری ہوئی ہے مگر سر دست چشم وچراغ خاندان برکات اور اپنے آبا واجداد کی پیاری شخصیت سرکار سیدنا ابوالحسین احمد نوری میاں برکاتی علیہ الرحمۃ الباری کے کچھ حالات وکمالات ہدیۂ ناظرین کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔ وگرنہ اس بزرگ عالم ربانی اور عارف باللہ کے اوصاف وکمالات اس مختصر مقالے میں کما حقہ بیان نہیں کئے جاسکتے۔ امام احمد رضا نے ان دو مصرعوں کے ذریعے بتادیا کہ آپ کی ذات اقدس یقیناً جامع الصفات ہے۔

برتر قیاس سے ہے مقام ابوالحسین
سدرہ سے پوچھو رفعت بام ابوالحسین

*رحمت عالم گلی، باسنی ناگور، راجستھان

ولادت و تعلیم:

علم و فضل کے اس آفتاب عالم تاب کی پیدائش سید شاہ ظہور حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ابن خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول احمدی رحمۃ اللہ علیہ کے آنگن میں ۱۹ر شوال المکرم ۱۲۵۵ھ/ ۲۶ر دسمبر ۱۸۳۹ء کو ہوئی۔

حضور نوری میاں صاحب قدس سرہ کی تعلیم کے ابتدائی مراحل میاں جی رحمۃ اللہ صاحب و میاں جی الٰہی خیر، میاں جی اشرف علی صاحب وغیرہم نے طے کرائے۔ قرآن کریم قاری محمد فیاض صاحب رامپوری سے پڑھا۔ صرف ونحو کی تعلیم مولوی محمد سعید بدایونی و مولوی فضل احمد جالیسری رحمۃ اللہ علیہما سے حاصل کی۔ مولانا نور احمد صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے منقول کی تعلیم کرائی۔

علم تصوف وسلوک کی تعلیم اپنے جد کریم (قدس سرہ) کے ساتھ ساتھ مولوی احمد حسن صوفی مرادآبادی اور مفتی عین الحسن بلگرامی رحمۃ اللہ علیہما سے حاصل فرمائی۔ اصول فقہ وحدیث مولوی تراب علی امروہوی و مولوی محمد حسین بخاری کشمیری و مولوی حسین شاہ محدث ولایتی سے تحصیل فرمائے۔ اور علوم دعوت وتکسیر حضرت شاہ شمس الحق قادری عرف تنکا شاہ رحمۃ اللہ علیہ تعلیم فرماتے تھے اکثر مسائل دینی میں حضور تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفادہ فرمایا۔(۱)

بیعت وخلافت:

سرکار نوری میاں رضی اللہ عنہ کو بیعت وخلافت اپنے جد کریم سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ سے حاصل تھی۔ جس وقت سرکار نور قدس سرہ کو ان کے جد امجد رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت وخلافت کی نعمت عظمیٰ سے نوازا۔ اس وقت حضرت میاں صاحب قدس سرہ کی عمر شریف صرف ۱۲ر برس کی تھی۔ اپنی بیعت و خلافت کا تفصیلی بیان خود حضور میاں صاحب قدس سرہ نے سراج العوارف میں تحریر فرمایا۔ فرماتے ہیں:

”ربیع الاول شریف ۱۲۶۷ھ کی سترہویں رات کو مرشد اعلیٰ سیدنا آل احمد عرف اچھے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ سے فارغ ہو کر میرے دادا مرشد سیدنا شاہ آل رسول احمدی رضی اللہ عنہ مجھے ساتھ لے کر سجادہ کے مقام پر آئے میری عمر اس وقت بارہ برس کی تھی، سجادہ شریف پر تشریف لا کر مجھے مسند طریقت پر چارزانو بیٹھنے کا حکم دیا چنانچہ میں بیٹھ گیا۔ حضرت نے خود دوزانو بیٹھ کر ایک روپیہ بطور نذر پیش کیا اور فرمایا۔ مبارک ہو۔“

حضور میاں صاحب قبلہ کا سجادۂ طریقت پر جلوس کروا کر نذر پیش کر دینا حضور خاتم الاکابر کا کوئی معمولی عمل نہ تھا، بلکہ بیعت وخلافت سے نوازنے کے ساتھ ساتھ اپنے نور نظر کو اپنا جانشین اور مسند غوثیہ برکاتیہ کا تاجدار مقرر کر دینے کا بھی اعلان تھا۔ لیکن سرکار نور قدس سرہ کی باقاعدہ سجادہ نشینی کا اعلان

حضور خاتم الاکابر ہند سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ کے عرس شریف کے موقع پر ذی الحجہ ۱۲۹۷ھ کو مجمع عام میں کیا گیا یعنی لاکھوں برکاتیوں کے مرکز عقیدت، خانوادۂ برکاتیہ کی روحانی روایتوں کا وارث آل رسولی غلاموں کے قلب وجگر کو اپنی تجلی نور سے روشن کرتا ہوا سجادہ غوثیہ برکاتیہ پر جلوہ افروز ہوا۔(۲)

سرکار نوری میاں قدس سرہ اتباع شریعت اور خشیت ربانی کی چلتی پھرتی تصویر تھے زندگی کے کسی لمحہ میں شریعت مصطفوی کے خلاف کوئی کام نہیں کیا۔ جو کچھ وعظ ونصیحت فرماتے پہلے خود اس پر عمل پیرا ہوتے۔ اپنے کردار وعمل کی ایسی مثالیں پیش فرمائیں کہ جنھیں پڑھ کر قلوب واذہان مسرت و انبساط سے مچل اٹھتے ہیں۔ شریعت مطہرہ کے خلاف کوئی کام کسی کو بھی کرتے دیکھتے فوراً بچنے کی تاکید فرماتے۔ اثر واخلاص کا یہ عالم کہ جس کو جو کہہ دیا سر تسلیم خم کر لیتا۔ شریعت مطہرہ کی پابندی اور اپنے متعلقین کو بھی پابندی شریعت کی تلقین کرنے میں آپ ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ التزام شریعت کے معاملے میں آپ فرماتے ہیں:

”بعض جاہل صوفی بننے والے کہتے ہیں کہ شریعت کا راستہ الگ ہے اور طریقت کا الگ۔ تو ہم صوفیوں کو شریعت سے کیا کام؟ اے بے وقوفو، سنو! ہوش میں آؤ میں تمہاری ہدایت کے لئے کہتا ہوں اللہ تم پر رحم فرمائے اور تمہاری ہدایت کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو مقام کے حامل تھے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بھٹکے ہوؤں کی ہدایت اور ناقصوں کو مکمل کرنے کے لئے دنیا میں تشریف لائے دونوں باتوں کا حق بہترین طریقے سے ادا کیا ایک احکام نبوت کی ہدایت اور دوسرے تکمیل ولایت۔ احکام نبوت تو ظاہر ہے۔ تکمیل ولایت سے مراد خلق کے دل میں خدائے تعالیٰ کی محبت میں اضافہ کرنا اور مخلوق کو خالق سے قریب لے جانا اس لئے پہلے اسلام کی تعلیم دیتے اور پھر احکام شریعت پر استقامت بخشتے تھے پھر درجۂ ولایت پر پہنچاتے تھے کبھی ایسا نہ ہوا کہ بغیر مسلمان کئے یا احکام شریعت کے بغیر کسی کو درجۂ ولایت پر پہنچا دیا ہو۔ تو کان کھول کر سنو جو حق کے طالب ہیں وہ احکام الٰہی سے بچ نہیں سکتے۔ شریعت درخت ہے اور طریقت پھل اور پھل بغیر درخت کے پیدا نہیں ہو سکتا۔“ (۳)

جناب غلام شبیر صاحب بدایونی مرید خاص حضور نوری میاں رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

☆ پوری کوشش سے التزام ظاہر پر شریعت: اس کا ظہور جس طرح ہمارے آقا (نوری میاں) رحمۃ اللہ علیہ میں تھا اس وقت کے اکثر مشائخ اس سے محروم ہیں۔

☆ عبادات وآداب میں مستحبات تک کبھی حضور سے ترک نہ ہوتے۔

☆ بدعات وشبہات ورسوم مروجہ مشائخ عصر سے احتراز (اجتناب) قطعی فرماتے۔

☆ وقت بیعت کبھی مریدہ (مرید ہونے والی عورت) کا ہاتھ نہ چھوتے، روبرو (سامنے) آنے کی اجازت نہ دیتے۔
☆ آیات اسما لکھ کر چراغ میں جلانے کی اجازت نہ ملتی۔ فلیتہ میں عبارت نہ ہوتی صرف اعداد تحریر فرماتے کہ احراق (حروف کو جلانا) ممنوع ہے......
☆ معاملات میں حضور اقدس (نوری میاں) قدس سرہ کا سا اتباع شریعت کہیں دیکھا ہی نہیں۔

(تذکرہ نوری، ص ۶۱۔۶۲)

سرکار نور کے اوصاف و کمالات کا کیا پوچھنا خانوادۂ مارہرہ کے عظیم المرتبت فرد ہونے کے ساتھ ساتھ اس مقدس آستانہ میں آرام فرمانے والے بیشتر اکابر و مشائخ کے علمی و روحانی فیوض برکات سے آپ مالا مال ہوتے رہے ہیں۔ تو جو اپنے وقت کی جامع الصفات شخصیات کے زیر سایۂ کرم رہا ہو اس کے گوشہ ہائے حیات کا کہنا ہی کیا۔ سید ملت حضرت سید آل رسول حسنین میاں نظمی دام ظلہ نے آپ کے کمالات کو کتنے حسین انداز میں بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہوں:

''حضرت جلیل البرکت نور العارفین، سلالۃ الواصلین، جدنا الامجد حضور پر نور مولانا مولوی سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا خاندان برکاتیہ مارہرویہ کے لئے رب تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت تھے۔ استغنا میں حضور صاحب البرکات سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہ کا رنگ، تربیت وسلوک میں استاد المحققین سیدنا شاہ آل محمد قدس سرہ کی شان، معلومات و وسعت نظر میں حضرت اسد العارفین سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ کا پرتو، ایثار و عطا اور حاجت روائی مخلوق میں حضرت برکات ثانی سیدنا شاہ حقانی قدس سرہ کا انداز، تصرف وحکومت میں حضور شمس العارفین سیدنا شاہ ابوالفضل آل احمد اچھے میاں قدس سرہ کی یادگار، مہمان نوازی میں سخاوت میں حضور سید شاہ آل برکات ستھرے میاں صاحب قدس سرہ کا نمونہ، سرحال و اخفا کمال واتباع سنت واجتناب بدعت میں حضور خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول قدس سرہ کے خلف الصدق، غرض ذات والا عجب مجموعۂ کمالات تھی۔'' (۴)

حسن اخلاق اور ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ تواضع سے پیش آنا خانقاہ برکاتیہ کے مشائخ کا طرۂ امتیاز ہے۔ سرکار نوری میاں بہترین اخلاق کا بے مثال نمونہ تھے اور کیوں نہ ہوتے انہوں نے اپنے نانا جان حضور مصطفےٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم سے حصہ جو پایا ہے ہر ہر ادا ان کی اخلاق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی، غریبوں، حاجت مندوں پر لہجہ شفیق، مظلوموں، ناداروں کے لئے بخشش کا سمندر، کمزوروں کی دلجوئی، طبیعت میں صبر واستقلال وانکسار، سخاوت وعطا،

سب سے خندہ پیشانی سے پیش آنا سرکار والا کی سیرت مبارکہ کے اہم پہلو ہیں۔

سخت سے سخت مصائب کا عالم ہو صبر سے کام لینا حضرت میاں صاحب کا وطیرہ تھا کسی سے محبت بھی خدا کے واسطے فرماتے اور دوری بھی اللہ جل وعلا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے واسطے ہوتی تھی ایسی محبت اپنے غلاموں سے فرماتے کہ ہر شخص کو یہ گمان ہوتا کہ سب سے زیادہ عنایت کی نظر مجھ خادم ہی پر ہے۔(۵)

حضور نور العارفین سرکار نوری میاں قدس سرہ العزیز نے مندرجہ ذیل انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام اور اولیا واصفیا عظام سے روحانی فیض حاصل کیا۔

(۱) نبی اکرم حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مقدسہ ومصافحہ ومعانقہ اور بیعت واخذ فیض کیا اور آغوش رحمت میں بیٹھے۔

(۲) حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام۔

(۳) حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام۔

(۴) حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کی زیارت فرمائی اور ان حضرات انبیاے کرام علیہم السلام سے بھی اخذ فیض فرمایا۔

(۵) حضرت سیدنا امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم وسید الشہدا حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی زیارت فرمائی اور اخذ فیض فرمایا۔

(۶) حضرت سیدنا غوث الثقلین قطب الکونین سیدنا الشیخ ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۷) حضرت خواجہ خواجگان شہنشاہ ہند غریب نواز خواجہ محمد معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۸) حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ۔

(۹) حضرت خواجہ محمد عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ جیسے اولیاے کبار کی بھی زیارت فرمائی اور ان حضرات سے بھی اکتساب فیض فرمایا۔

(۱۰) نیز اپنے اکابر اقطاب مارہرہ قدست اسرارہم از حضرت میر سیدنا عبدالجلیل رضی اللہ عنہ تا حضور خاتم الاکابر قدس سرہ کی زیارتوں اور خاص توجہ سے بہرہ مند ہوئے۔(۶)

حضور سرکار نوری میاں قدس سرہ کی طبیعت مجاہدہ وریاضات، ذکر اللہ کی طرف بہت مائل تھی اس لئے تصنیف کی طرف حضرت اقدس کی توجہ کم مائل ہوئی۔تاہم مندرجہ ذیل کتب ورسائل آپ سے یادگار ہیں:

(۱) کشف القلوب (۲) النور والبہاء فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیا (۳) سراج العوارف فی الوصایا والمعارف (۴) اسرار اکابر برکاتیہ (۵) تخیل نوری (۶) عقیدۂ اہلسنت نسبت محاربین جمل وصفین و نہروان (۷) العسل المصفیٰ فی عقاید ارباب سنۃ المصطفیٰ (۸) سوال و جواب (۹) اشتہار نوری (۱۰) تحقیق تراویح (۱۱) دلیل الیقین من کلمات العارفین (۱۲) الجفر (۱۳) صلوٰۃ غوثیہ وصلوٰۃ معینیہ (۷)

محبت خدا ورسول وعقیدت اولیا:

سرکار نوری میاں محبت خدا ورسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار تھے اس وصف پر تو لکھتے چلے جایئے مگر یہ مختصر مقالہ اپنے اندر اس خوبی کو نہیں سما سکتا۔ تخیل نوری میں بھی اس سلسلے میں مواد ملتا ہے۔ المختصر آپ فنافی اللہ اور فنافی الرسول تھے۔ پھر اولیاے کرام خصوصاً سیدنا غوث اعظم کی الفت و عقیدت آپ کے قلب وذہن میں رچ بس چکی تھی۔

مفتی اعظم ہند مرشد کی نگاہ میں:

دنیاے اسلام میں آج امام احمد رضا خاں قادری اور ان کے شہزادۂ گرامی تاجدار اہلسنت سرکار مفتی اعظم ہند علیہما الرحمۃ والرضوان کی ذات اور نمایاں کارناموں کے تذکرے بڑے والہانہ انداز میں کئے جاتے ہیں۔ ان کی حکمت و دانائی فضل وکمال، بصیرت و بصارت علمی، طہارت و پاکیزگی اور عشق وعقیدت کی خوشبو سے ایک جہاں معطر ہو رہا ہے۔ دنیا کے گوشے گوشے میں ان کے ڈنکے بج رہے ہیں۔ مگر ان قیمتی ہیروں سے اہلسنت و جماعت مارہرہ مطہرہ کے واسطہ سے فیضیاب ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ حضور سیدنا ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمۃ والرضوان کی بھی ان دونوں شخصیات پر خصوصی نوازشیں تھیں۔ اور مفتی اعظم ہند نے تو آپ ہی سے شرف بیعت حاصل کیا اور پھر مرشد کے ہو کر رہ گئے ......

سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان پر سرکار نوری میاں کی عنایات وقت ولادت سے ہی جاری ہوگئی تھیں۔ اور امام احمد رضا کو آپ ہی نے شہزادے کی بشارت دی تھی۔

"۱۳۱۰ھ کا ایک مبارک دن تھا جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی اپنے پیر خانہ آستانہ برکات مارہرہ شریف میں اپنے استاذ مربی اور مرشد طریقت حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری سجادہ نشین کی خدمت میں حاضر تھے رات دیر تک علمی مذاکرہ اور ارشاد واکتساب کا سلسلہ جاری رہا پھر دونوں نے ایک دوسرے کو شب بخیر اور خدا حافظ کہا صبح فجر کی نماز کے لئے اٹھے تو چہرے مسرت سے کھلے ہوئے تھے پیشانیوں سے انبساط وشادمانی کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں اور اک کشفی ہوا تھا کہ بریلی شریف میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے نماز کے بعد حضرت نوری میاں نے امام احمد رضا سے فرمایا:

مولانا! آپ اس بچہ کے ولی ہیں اجازت دیں تو میں اسے داخل سلسلہ کرلوں امام احمد رضا نے عرض کیا:

حضور وہ تو غلام زادہ ہے یہ اس کی خوش بختی ہوگی اور میری سرفرازی۔ حضرت نوری میاں نے اس بچہ کا نام آل الرحمٰن محی الدین رکھا اور داخل سلسلہ کرلیا۔ پھر سر سے اپنا عمامہ اتار کر امام احمد رضا کے حوالے کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مولانا! میں اجازت وخلافت دیتا ہوں اور یہ امانت آپ کے حوالے کرتا ہوں جب وہ بچہ اس قابل ہوجائے تو اسے اس کے سپرد کردیں۔

مسجد میں موجود حضرات نے حیرت کی نگاہوں سے اس منظر کو دیکھا کیوں کہ ان کے پردۂ ذہن پر وہ وقت پلٹ آیا جب امام احمد رضا کو جوانی میں بیعت ہوتے ہی خلافت عطا ہونے پر حضرت نوری میاں کو بظاہر تعجب ہوا تھا۔

حضرت سیدنا ابوالحسین احمد نوری نے موجود حضرات کے بجائے امام احمد رضا کو مخاطب کیا اور مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مولانا! یہ بچہ مادر زاد ولی ہے اپنے وقت میں اس سے کثیر خلق خدا فیضیاب ہوگی اور ہدایت پائے گی میں ان شاء اللہ اسے دیکھنے بریلی آؤں گا۔

چھ مہینے کے بعد حضرت سیدنا ابوالحسین نوری میاں رحمۃ اللہ علیہ بریلی شریف تشریف لائے آل الرحمٰن محی الدین کو گود میں لیا اور دوبارہ مرید کیا پھر شہادت کی انگلی ششماہہ بچہ کے منہ میں دے کر دیر تک چوساتے رہے۔ کون بتا سکتا ہے کہ اس عمل کے پردے میں معرفت کے کون کون سے جام پلائے جارہے تھے؟ (۸)

یہ مرشد کی مرید خاص پر عنایت خاص تھی مگر یاد رہے مفتی اعظم ہند علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آداب ولوازمات ارادت اور احترام شیخ کا پورا پورا پاس رکھا اور تصور شیخ کرتے ہوئے فنافی الشیخ ہوگئے۔ اور کیوں نہ ہو کہ بزرگوں نے فرمایا ہے:

''جب کسی مرید کو شیخ سے کامل محبت ہوجاتی ہے تو شیخ اس مرید کی ذات میں فیض روحانی سے سکونت پذیر ہوجاتا ہے۔'' (شیخ عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ)

اور خواجۂ خواجگان عطائے رسول سرکار غریب نواز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''پیر مرید کا سنوارنے والا ہے اس لئے کہ پیر جو کچھ فرمائے گا وہ مرید کے کمال کے لئے فرمائے گا۔''

اور مفتی اعظم ہند نے آداب مرشد اپنے آبا و اجداد سے سیکھے تھے بھلا وہ کیوں نہ اس وصف میں نمایاں ہوں۔ ”آپ کے تحت الشعور روز اول ہی سے حضرت نوری میاں کی صورت و سیرت نقش ہوگئی تھی۔ جب بھی آنکھیں بند کرتے نوری میاں کا سراپا اپنے تمام جلوؤں کے ساتھ سامنے آجاتا اور آپ ان میں کھو جاتے۔ تصور شیخ کے اس بے اختیار عمل نے رفتہ رفتہ اپنا اثر دکھانا شروع کیا اور آپ نشست و برخاست، گفتار و کردار اور سیرت و اطوار میں اپنے آپ کو نوری میاں کے سانچے میں ڈھالنے لگ گئے۔ جب کچھ بڑے ہوئے تو ماتھے کی آنکھوں سے بھی بار بار نوری میاں کی زیارت نصیب ہوئی اور مسلسل فیوض و برکات حاصل کیں۔ مگر ابھی بلوغت کی دہلیز پر قدم رکھا ہی تھا کہ حضرت نوری میاں نے جام وصال نوش فرمایا اور مطلوب حقیقی سے جا ملے جس سے آپ کو گہرا صدمہ پہنچا۔ آنکھوں سے ہر دم آنسو بہتے اور دل یاد نوری میں مضطرب رہتا۔

عشق نوری میں دل گرفتگی کی یہ کیفیت والد ماجد امام احمد رضا نے دیکھی تو تسلی اور حضرت نوری کی نیابت میں وہ سب کچھ جو آپ کا مقدر تھا سینے میں انڈیل دیا پھر وہ عطایا جو ان کے پاس بطور امانت محفوظ تھے، آپ کے سپرد کر دیئے، جس کے بعد آپ نے اپنا تخلص بھی نوریؔ ہی رکھ لیا۔“ (۹)

فقط نسبت کا جیسے ہوں حقیقی نوریؔ ہو جاؤں
مجھے جو دیکھے کہہ اٹھے میاں! نوریؔ میاں تم ہو

(سامان بخشش)

حوالہ جات

(۱) مجلہ اہلسنت کی آواز ۱۴۲۴ھ، مارہرہ مطہرہ، قصیدہ نور کا، ص ۲۶
(۲) قصیدہ نور کا، ص ۳۱
(۳) ایضاً، ص ۸۲
(۴) مقدمہ سراج العوارف فی الوصایا والمعارف، ص ۷
(۵) قصیدہ نور کا، ص ۸۲
(۶) تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ، ص ۳۸۱، و تذکرۂ نوری، ص ۱۴۴
(۷) قصیدہ نور کا، ص ۶۲
(۸) مقالہ مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی، مشمولہ اہلسنت کی آواز، ۱۴۲۴ھ، مارہرہ مطہرہ، ص ۲۰۸۔۲۰۹
(۹) اہلسنت کی آواز، ۱۴۲۴ھ، مارہرہ مطہرہ، ص ۲۰۹۔۲۱۰

....

کتابیات مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ

علامہ محمد عبد المبین نعمانی قادری*

سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات مبارکہ ہی سے سوانح حیات کا سلسلہ جاری ہے اوراب تک کتنی کتابیں لکھی جاچکی ہیں ان کی کوئی فہرست نظر سے نہیں گزری، ناچیز راقم الحروف کے پاس حضرت علیہ الرحمہ پر جو سوانحی کتب تھیں ان کی ایک فہرست ہدیۂ ناظرین ہے تاکہ آئندہ محققین اور سوانح نگاروں کو اس سے آسانی ہو، بہت سی کتابیں جو مجھے دستیاب نہ ہوسکیں ان کو درج کرنا بس میں نہ تھا، جو حضرات اس فہرست میں اضافہ کرنا چاہیں وہ دیگر کتب سے آگاہ کریں تاکہ آئندہ اس فہرست کو اور مکمل شکل میں شائع کیا جائے۔

شمار	نام کتب	صفحات	سال اشاعت	مصنف/مدیر	ناشر/مطبع
۱	مفتی اعظم ہند	۲۷۲	۱۹۷۷ء	ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی	اختر رضا بکڈپو، سوداگران بریلی
۲	بریلی کا تاجدار	۴۸	۱۹۸۱ء	حافظ عطاء المصطفےٰ نظامی	انجمن گلشن اجمیر دار العلوم غریب نواز، الہ آباد
۳	ہمارے مفتی اعظم (نثر و نظم)	۴۸	۱۹۷۸ء	محمد سعید جیلانی کانپوری	جیلانی کتب خانہ، کان پور
۴	معراج حیات	۲۴	۱۹۸۲ء	مولانا ثناء المصطفےٰ امجدی	دار العلوم ضیاء الاسلام، ٹکیہ پاڑہ، ہوڑہ
۵	مفتی اعظم نمبر، ماہنامہ نوری کرن بریلی	۶۴	۱۹۷۴ء	ایڈیٹر، اقبال احمد نوری	رضوی کتب خانہ، بازار صندل خاں، بریلی
۶	حضور مفتی اعظم ہند کی کرامات	۱۴۴	۱۹۷۳ء	شاعر اسلام راز الہ آبادی	ادارہ رنگ ونور، ۳۰ر بہادر گنج، الہ آباد
۷	پندرہویں صدی اور منصب تجدید	۶۴	۱۹۸۱ء	الحاج نواب رحمت نبی خاں	ادارہ تحقیقات مفتی اعظم ہند، سول لائن، بریلی
۸	ذکر حضور مفتی اعظم (تقریر)	۳۲	۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء	علامہ قمر الزماں اعظمی	دار العلوم امام احمد رضا، بائیکلہ، ممبئی
۹	حضور مفتی اعظم ہند	۳۲	۱۹۸۲ء	مولانا سعید احمد رضوی باندوی	رضوی کتب خانہ، گڑھی گولہ، لکھیم پور کھیری

*دار العلوم قادریہ، چریا کوٹ مئو یوپی

۱۰	مرشد برحق، جلوہ قدرت	۱۶	۱۴۰۲ھ	افتخار ولی خاں پیلی بھیتی	کتب خانہ اہلسنت، پیلی بھیت
۱۱	سوانح پاک مفتی اعظم	۴۸	۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء	صاحب علی طاہر ایم اے وفراست حسین ایم اے	انجمن خدام ملت، بیلوں کا چوراہا، پیلی بھیت
۱۲	حضور مفتی اعظم ہند کا سفر حجاز	۲۴	۱۹۷۱ء	راز رضوی الہ آبادی	ادارہ رنگ ونور، بہادر گنج الہ آباد۔۳
۱۳	مفتی اعظم نمبر، سہ ماہی دامن مصطفےٰ	۲۰۸		مفتی محمد اعظم ٹانڈوی	دفتر دامن مصطفےٰ، نوری مسجد جنکشن، بریلی
۱۴	مفتی اعظم نمبر، ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی	۳۱۲	۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء	مولانا سبحان رضا سبحانی میاں	ماہنامہ اعلیٰ حضرت، سوداگران، بریلی
۱۵	مفتی اعظم نمبر، ماہنامہ یٰسٓ، کانپور	۲۶۰	۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء	مولانا طیش صدیقی	ماہنامہ یٰسٓ، کنگھی محال، کانپور
۱۶	مفتی اعظم اور ان کے خلفا (اول)	۶۴۰	۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء	مولانا سید شاہد علی و مولانا شہاب الدین رضوی	رضا اکیڈمی، علی عمر اسٹریٹ ممبئی۔۳
۱۷	تذکرہ خلفائے مفتی اعظم	۳۳۷	۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء	مولانا سلطان رضا بہرائچی	مکتبہ مصطفویہ، نینی تال روڈ، بریلی
۱۸	مشائخ قادریہ رضویہ (جزوی تذکرہ)			مولانا عبد المجتبیٰ رضوی	ورلڈ اسلامک مشن، بنارس
۱۹	محدث اعظم پاکستان (جزوی تذکرہ)			مولانا جلال الدین قادری	
۲۰	تذکرہ علمائے اہلسنت (جزوی تذکرہ)			مولانا محمود احمد رفاقتی	خانقاہ قادریہ اشرفیہ، اسلام آباد، مظفر پور
۲۱	تاریخ مشائخ قادریہ (دوم) (جزوی تذکرہ)		۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء	ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم	بزم قادری برکاتی، بدایوں شریف
۲۲	مفتی اعظم کی استقامت و کرامت	۲۷۰	۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء	مفتی محمد عابد حسین مصباحی	المجمع القادری، فیض العلوم، جمشید پور
۲۳	مفتی اعظم ہند نمبر، استقامت کانپور			مدیر، ظہیر الدین قادری	مکتبہ استقامت، ریل بازار، کانپور
۲۴	حیات مفتی اعظم (اول)			مرزا عبد الوحید بیگ	ادارہ تحقیقات مفتی اعظم، بریلی

۲۵	سیدی ابوالبرکات (جزوی تذکرہ)			مولانا سید محمود احمد رضوی	شعبۂ تبلیغ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور
۲۶	مفتی اعظم نمبر، پندرہ روزہ، رفاقت پٹنہ		دسمبر ۱۹۸۱ء	مولانا سید رکن الدین اصدق	ادارہ شرعیہ، سلطان گنج، پٹنہ
۲۷	مفتی اعظم نمبر، ہفت روزہ کلام مشرق کانپور		۱۹۷۸ء	طیش صدیقی	دفتر کنگھی محال، کانپور
۲۸	روشن ستارے (جزوی تذکرہ)		۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء	مفتی محمد اعظم ٹانڈوی	طلبہ مظہر اسلام، بریلی شریف
۲۹	مفتی اعظم نمبر، ہفت روزہ ترجمان، بریلی		دسمبر ۱۹۸۱ء	ایڈیٹر نفیس احمد	دفتر ذخیرہ، بریلی شریف
۳۰	مفتی اعظم نمبر، ہفت روزہ قومی ہمدرد، بریلی		دسمبر ۱۹۸۱ء		بریلی
۳۱	فیضان مفتی اعظم نمبر سہ ماہی نوری نکات	۱۷۶	۱۴۱۹ھ	نظام الدین نوری	دفتر نوری نکات، پرانی بستی بستی
۳۲	انوار مفتی اعظم	۳۰۴	۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء	مرتبہ، مولانا محمد احمد مصباحی	رضا اکیڈمی، بمبئی
۳۳	تجلیات مفتی اعظم	۱۶۶	۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء	مولانا قمر الحسن بستوی	رضا اکیڈمی، بمبئی
۳۴	تاریخ جماعت رضائے مصطفےٰ	۴۶۴	۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء	مولانا شہاب الدین رضوی	رضا اکیڈمی، بمبئی
۳۵	تجلیات مفتی اعظم			قاری امانت رسول	مکتبۃ المصطفےٰ، قادری مسجد، بریلی
۳۶	مفتی اعظم اپنے فضل وکمال کے آئینے میں	۳۲		مفتی محمد شریف الحق امجدی	رضا اکیڈمی، بمبئی
۳۷	حضور مفتی اعظم قرآن وحدیث کی روشنی میں	۱۶	۱۹۸۵ء	مولانا محمد حنیف خاں	مکتبہ نوری، محلہ ناگران، بدایوں
۳۸	مفتی اعظم، مدبر اعظم	۴۰		مولانا سلطان رضا بہرائچی	رضا اکیڈمی، بمبئی
۳۹	رہبر اعظم	۳۲		ڈاکٹر شرافت اللہ ایم اے	فرینڈس بک کارنر، اسلامیہ مارکیٹ بریلی
۴۰	مفتی اعظم ہند (ہندی)			عبدالنعیم عزیزی	اختر رضا بکڈپو، سوداگران، بریلی

۴۱	اکرام امام احمد رضا (جزوی تذکرہ)			مفتی محمد برہان الحق	مجلس رضا لاہور
۴۲	مفتی اعظم ہند			سید ریاست علی قادری	ادارہ تحقیقات اہلسنت، کراچی
۴۳	عکس نوری			صدر الدین رضا نوری	مکتبہ اعلیٰ حضرت، سوداگران، بریلی
۴۴	مفتی اعظم، مفتی اعظم کیوں؟			مفتی محمد مطیع الرحمٰن	رضا دارالاشاعت، سیتا مڑھی بہار
۴۵	مفتی اعظم کے سیاسی افکار	۱۷۶		مولانا شہاب الدین رضوی	رضا اکیڈمی، بمبئی
۴۶	لاریب مجدد ابن مجدد	۷۲		مولانا سلطان رضا	ادارہ تحقیقات مفتی اعظم ہند، بریلی
۴۷	مفتی اعظم کے ماہ و سال	۸		مولانا شہاب الدین	رضا اکیڈمی، بمبئی
۴۸	تین برگزیدہ شخصیتیں (جزوی تذکرہ)			مولانا یٰسٓ اختر مصباحی	رضوی کتاب گھر، دہلی
۴۹	مفتی اعظم نمبر، حجاز جدید دہلی		۱۹۹۰ء	مولانا یٰسٓ اختر مصباحی	دارالقلم، دہلی
۵۰	مقدمہ فتاویٰ مصطفویہ			مفتی جلال الدین احمد امجدی	رضا اکیڈمی، بمبئی
۵۱	مفتی اعظم اور قطب مدینہ	۴۸	۱۴۱۵ھ	قاری امانت رسول	مسلم اصلاحی جماعت کانپور
۵۲	حضور مفتی اعظم ہند ایک نظر میں	۱۶	۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء	مولانا محمد انور علی رضوی	مکتبہ المصطفیٰ بریلی شریف
۵۳	مفتی اعظم ہند.....مجدد کیوں	۳۲	۲۰۰۴ء	ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی	رضا اسلامک اکیڈمی بریلی شریف
۵۴	تاجدار اہلسنت (مجموعۂ مقالات)	۳۵۱	۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء		رضا اکیڈمی، بمبئی
۵۵	حضور مفتی اعظم	۲۳	۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء	مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی	رضا اکیڈمی، بمبئی

....

تذکار مفتی اعظم

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی*

اظہار ذات میں شاعروں نے کیسی کیسی تعلی کی ہے لیکن یہ اظہار...... شیخی، انا نیت یعنی لایعنی گفتگو کے سوا کچھ اور نہیں!

ایک شاعر فراقؔ گورکھپوری نے بھی اپنے ایک شعر میں اپنی ذات پر بیجا فخر کا اظہار کیا تھا جس کا مفہوم یہ ہے: ''اے لوگو! آنے والی نسلیں تم پر فخر کریں گی اور پوچھیں گی کیا تم نے فراقؔ کو دیکھا ہے!!''

فراقؔ اپنی طمطراق کے ساتھ دنیا سے گم ہو گئے لیکن ہاں! بیسویں صدی کی نویں دہائی میں بریلی شریف (بھارت) کی سرزمین پر ایک ایسی شخصیت ضرور گزری ہے جس کے لئے ہم یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ اس کو دیکھنے والوں پر موجودہ نسل بھی فخر کرتی ہے اور آنے والی نسلیں بھی فخر کرتی رہیں گی اور پوچھیں گی...... ''اے لوگو! کیا تم نے مفتی اعظم کو دیکھا ہے؟'' ہاں، ہاں! ہم نے مفتی اعظم کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے...... تو لاؤ ہم تمہاری آنکھوں کو چوم لیں، تمہاری آنکھوں میں جھانک لیں۔ ''اے لوگو! کیا تم نے مفتی اعظم کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر شرف بیعت حاصل کیا ہے؟'' ہاں، ہاں...... ہم نے اپنے آپ کو ان کی غلامی میں دیا ہے...... تو لاؤ ہم تمہاری دست بوسی کر لیں۔

کون مفتی اعظم؟ وہی نا جن کے وصال پر شہر بریلی میں ایک نیا شہر آباد ہو گیا تھا، جن کے جنازے میں ہند و سندھ سے لیکر دور دراز ملکوں سے آئے ہوئے بیس لاکھ لوگوں نے شرکت کی تھی...... جن کے جانے سے نہ صرف ان کے کروڑوں مریدوں بلکہ دنیا کے کروڑوں سنیوں کو یہ محسوس ہوا تھا کہ ہائے! ہم یتیم ہو گئے۔

کہنے کو تو مفتی اعظم ہند...... اس لئے کہ وہ ہندوستانی شہری تھے مگر حقیقتاً مفتی اعظم عالم اسلام!...... وہ اس کرۂ ارضی پر اپنے زمانے کے سب سے بڑے مفتی بھی تھے اور سب سے بڑے متقی بھی۔

۱۴ اروین صدی ہجری کے مجدد اسلام...... حضرت احمد رضا امام...... اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کے خلف اصغر...... حضرت مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی نور اللہ مرقدہ:

ولادت:۔ ۱۳۱۰ھ...... وصال ۱۴۰۲ھ

کو بھلا کون نہیں جانتا...... وہ راز دار فقہ امام اعظم تھے...... وہ ہم شبیہہ غوث اعظم اور نائب غوث اعظم تھے...... جنہوں نے سرکار غوث اعظم کو خواب میں دیکھا، ان کا کہنا ہے کہ ہم نے مفتی اعظم ہی کی شکل

*۱۰۴ ارجسولی، بریلی شریف یوپی

میں دیکھا۔

راقم عراق وایران جنگ کے اخیر زمانہ میں تاج الشریعہ حضرت مفتی اختر رضا خاں صاحب قبلہ ازہری کے ساتھ عراق کے سفر پر گیا تھا۔ بغداد شریف ہی میں راقم نے خواب دیکھا کہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خانقاہ معلےٰ کے صحن شریف میں کھڑے ہوئے ہیں۔ اشارہ ہوتا ہے کہ یہ حضور غوث اعظم ہیں۔ سرکار کا چہرہ اقدس دیکھا تو بالکل مفتی اعظم! صبح حضرت علامہ ازہری قبلہ سے عرض کیا انہوں نے فرمایا اس میں کوئی شک نہیں حضور مفتی اعظم غوث اعظم کے ہم شبیہ تھے۔ تم نے بشکل مفتی اعظم غوث اعظم ہی کو دیکھا۔

یہیں عراق کے ایک شہر سامرہ میں سلسلۂ رفاعیہ کے سب سے بڑے شیخ جن کی عمر زیادہ سے زیادہ ۳۵۔۴۰ رسال کے قریب تھی، اور وہ ہمہ وقت درود شریف پڑھا کرتے تھے اور ان کے بارے میں اہل سامرہ کا ماننا تھا کہ وہ مادرزاد ولی ہیں، ان کے یہاں دعوت ہوئی۔ بعد از طعام حضور اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کی بات نکلی تو انہوں نے فرمایا کہ شیخ احمد رضا کے فرزند شیخ مصطفےٰ رضا کے بارے میں بھی سنا ہے۔ وہ بہت بڑے مفتی ولی اور سچ یہ ہے کہ حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کے اپنے وقت کے سب سے بڑے نائب تھے۔

●

۱۹۸۲ء میں راقم جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں صاحب قبلہ ازہری کے ہمراہ پاکستان گیا تھا۔ کراچی میں سرکار غوث اعظم کی ایک اولاد حضرت مولانا پیر طاہر علاؤ الدین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش تھی۔

حضرت پیر طاہر گیلانی صاحب بہت پہلے کچھ خاندانی چپقلش کی وجہ سے بغداد شریف سے گلگت آ گئے تھے۔ پٹھانوں کے سب سے بڑے سردار کی صاحبزادی سے آپ کا عقد ہوا اور بعد میں آپ کراچی میں آباد ہو گئے تھے۔ جس طرح ہمارے یہاں صدر جمہوریہ یا گورنر کی کاروں پر نمبر پلیٹ نہیں لگتے ایسے ہی پیر طاہر صاحب کی کار پر بھی نمبر پلیٹ نہیں ہوتا تھا۔ آپ کی وجاہت اور شان وعظمت کا یہ عالم تھا کہ پاکستانی صدر یا وزیر اعظم بھی آپ کی حاضری کو جاتے تو کافی کافی دیر انتظار کرنا پڑتا اور پھر حضرت شان بے پروائی کے ساتھ تشریف لاتے۔

انہیں پیر طاہر گیلانی صاحب سے ملاقات کے لئے حضور علامہ ازہری صاحب کے ہمراہ راقم اور ۲۰۔۲۵ ر کے قریب حضرت کے مریدین ومعتقدین جن میں سابق وزیر پاکستان، محترم المقام حاجی

حنیف طیب صاحب بھی شامل تھے، گئے۔

بہت ہی وسیع اور عالی شان کوٹھی، وسیع ڈرائنگ روم کے لمبے لمبے بنچوں پر خوبصورت رنگ برنگی کٹوریوں میں چنے ہوئے خشک میوہ جات اور ناشتہ کی اشیا۔ خبر ملتے ہی جلد ہی پیر صاحب قبلہ تشریف لے آئے۔ ناشتے اور چائے قہوہ کے بعد گفتگو شروع ہوئی۔ پیر صاحب نے ایک فی البدیہہ عربی قطعہ فرما کر ازہری میاں صاحب کی تعریف فرمائی۔

اخیر میں جب حضرت ازہری میاں صاحب نے حضرت پیر صاحب سے دعا کے لئے کہا تو وہ بولے: ''اختر رضا! میں تمہارے لئے دعا تو کرتا ہوں لیکن واللہ! تمہارے گھر میں کسی بات کی کمی نہیں ہے۔'' اس کے بعد پیر صاحب نے ۱۹۵۶ء میں اپنی بریلی آمد کا ذکر چھیڑ دیا۔

حضرت پیر صاحب قبلہ ۱۹۵۶ء میں خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں تشریف لائے تھے، وہاں کے بعد بریلی شریف بھی تشریف لائے تھے۔ سرکار مفتی اعظم انہیں ریسیو کرنے کے لئے ہزاروں مریدین و معتقدین کے ساتھ سٹی اسٹیشن بریلی تشریف لے گئے تھے۔ جب تک حضرت مفتی اعظم حضرت پیر صاحب کے ساتھ رہے ننگے پیر رہے۔ پرانے شہر بریلی میں بھی پیر صاحب کا زبردست استقبال ہوا تھا۔ انہیں سب واقعات کو یاد کرتے ہوئے پیر صاحب نے فرمایا:۔

''اختر رضا! میرے دادا غوث اعظم نے تمہارے دادا شیخ احمد رضا کو اتنا دیا ہے کہ گھر بھر دیا ہے۔ تم اپنے گھر سے ہی فیوض و برکات کی دولت لیتے رہو تو کبھی ختم نہیں ہوگا۔'' پھر فرمایا: ''میں نے شیخ کے مزار پر حاضری دی۔ واللہ! روح خوش ہوگئی، کتنا بڑا علامہ، کیسا کامل ولی اور میرے غوث اعظم کا فدائی نائب!''...... گفتگو جاری رکھتے ہوئے مزید فرمایا: ''تمہارے شیخ مصطفےٰ رضا کو بھی میرے دادا غوث اعظم نے بہت دیا ہے، تم تو انہیں سے لے لے کر لٹاتے رہو تو خزانہ ختم نہیں ہوگا۔ اللہ اللہ! اتنا بڑا عالم اور مفتی، لیکن میرے استقبال میں ننگے پیر رہے...... یہ سب غوث پاک کی عقیدت ہی تو تھی۔''

سبحان اللہ! اولاد غوث اعظم ...... سیدنا مفتی اعظم کی عظمت کی گواہی دے رہی ہے اور انہیں اپنے جد امجد غوث اعظم کا نائب بتا رہی ہے۔

کیسی برکتوں والے تھے ہم سب کے مفتی اعظم!

●

سرکار مفتی اعظم کے وصال کے چند ماہ بعد کی بات ہے۔ برطانیہ کے ایک مرید مفتی اعظم نے بتایا کہ ایک انگریز اس بات کی ریسرچ کر رہا تھا کہ ہم مسلمانوں کے جن بزرگوں اور اعاظم کا ذکر

پڑھتے اور سنتے ہیں تو کیا اس زمانے میں بھی اس پایہ کا یا ان کے نمونے کا کوئی مسلمان ہے کہ نہیں۔ اس انگریز نے تقریباً سبھی مسلم ممالک کا دورہ کر لیا اور وہاں کے علماو مشائخ سے ملا لیکن اسے کوئی جچا نہیں۔

ایک دن مرید مفتی اعظم سے اس انگریز کی ملاقات ہوئی اور دوران گفتگو اس نے اپنی کھوج کا ذکر کیا۔ حضرت کے مرید نے مفتی اعظم کے بارے میں۔ ان کے علم و فضل، زہد و تقویٰ، تواضع، اخلاق کریمانہ، سخاوت، دیانت، شکل وصورت حق گوئی و بیباکی، مقبولیت وغیرہ کا مختصراً تذکرہ کیا۔ اس نے کہا ایسا ہے تو میں انڈیا جا کر ان سے ملاقات کروں گا لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ وہ پردہ فرما چکے ہیں تو اسے بڑا افسوس ہوا۔ بالآخر اس نے کہا کہ جیسا آپ نے بتایا ہے اگر آپ کے مفتی اعظم ایسے ہی تھے تو پھر اس دنیا میں وہ واحد مسلمان ہیں جو اپنے اسلاف کے نمونہ ہیں۔

●

مفتی اعظم اگر چاہتے تو ایئر کنڈیشنڈ ڈبوں اور ہوائی جہازوں میں سفر کرتے مگر آپ نے ہمیشہ تھرڈ کلاس ڈبہ ہی میں سفر کیا۔ آپ کو غریبوں سے بڑی محبت تھی۔ کسی سیٹھ ساہوکار کے ہاں قیام نہ فرماتے، غریبوں کی کٹیا کو رونق بخشتے۔ تبلیغ دین اور رشد و ہدایت کے لئے آپ۔ نے بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔ ملک کے گوشہ گوشہ کا دورہ کیا۔ کوردہ علاقوں میں کبھی پیدل، کبھی دریا پار کرنے کے لئے چھوٹی چھوٹی کشتیوں پر، کبھی پالکی میں سوار ہو کر راستہ طے کیا۔ آپ کے لئے تو لوگ نگاہوں کو فرش راہ کئے رہتے تھے، آپ کے اشارے پر لوگ جان و دل نچھاور کرنے کو تیار تھے۔ مگر آپ نے کبھی اپنے لئے کچھ چاہا نہ اپنے آرام کا خیال کیا۔

●

حج وزیارت سے بمبئی واپسی ہے۔ ایک شیدائی مرید نے اس زمانہ کی سب سے مہنگی کار اس نیت سے خریدی کہ بمبئی سے بریلی تک حضرت اس میں سفر کریں۔ راستے میں مریدین و معتقدین نیاز حاصل کرتے رہیں اور اس طرح حضور بریلی پہنچیں...... مگر آپ نے اسے منظور نہ فرمایا۔

آج عالم و پیر اور عامی سبھی کار کے آرزومند ہیں۔ ہر کوئی دنیا کی طرف لپک رہا ہے مگر وہ گریزاں تھے۔ زمانہ ان کے پیچھے بھاگ رہا تھا، دنیا ان کے پیچھے بھاگ رہی تھی مگر وہ دنیا سے گریزاں تھے۔

ہزاروں سلام اے مفتی اعظم آپ پر!

●

آج چھوٹے بڑے مقررین اور پیر صاحبان اپنے دوروں کی پبلی سٹی کراتے ہیں صرف اس لئے کہ بھیڑ جمع ہو، پیر صاحب سے لوگ بھاری تعداد میں مرید ہوں لیکن اس سب سے بڑے عالم ومفتی، روحانیت کے تاجدار، شیخ اعظم نے کبھی پبلی سٹی کو پسند نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں اور غلامان مصطفیٰ کے دلوں میں تو ان کی محبت ایسی ڈالدی تھی کہ بغیر کسی پرچار اور اطلاع کے لوگوں کو جیسے مفتی اعظم کی آمد کی خوشبو پہنچ جاتی تھی کہ فلاں راستے سے سرکار گزرنے والے ہیں۔

ایک بار حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین صاحب قبلہ نے فرمایا کہ حضرت مفتی اعظم ہند کی بابت رات میں یہ خبر ملی کہ تشریف لانے والے ہیں۔ یا اللہ! نہ کوئی اطلاع، نہ کوئی پروگرام، لوگ کیسے کہہ رہے ہیں کہ حضرت اِدھر سے گزرنے والے ہیں۔ پورنیہ (بہار) کا دور دراز دیہات کا علاقہ ...... اس زمانے میں نہ تو آج کی طرح فون کی سہولت تھی نہ ہی کسی اطلاعاتی ذرائع کی، وہ بھی ایسے علاقہ میں جہاں بجلی تک نہیں تھی۔ خواجہ صاحب نے دیکھا کہ مختلف علاقوں سے لوگ حضور مفتی اعظم کے استقبال کو آرہے ہیں۔ آخر واقعی ایسا ہی ہوا کہ آدھ، پون گھنٹے کے بعد اس راستے سے مفتی اعظم کا گزر ہوا۔

خواجہ صاحب نے دیہات کے لوگوں سے پوچھا کہ تم لوگوں کو حضرت کی آمد کی کس نے اطلاع دی۔ ان لوگوں نے بتایا کسی نے نہیں بس دلوں نے گواہی دی اور عجیب سی خوشبو پہنچی کہ بس سرکار تشریف لانے والے ہیں۔ اس پر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شاید رجال الغیب خود گھروں گھروں میں یہ خبر دے جاتے ہیں کہ سرخیل اولیا، روحانیت کے تاجدار تشریف لانے والے ہیں۔ داہنے ہاتھ سے لینا اور کھانا سنت ہے۔ سرکار مفتی اعظم کی تو ہر ادا سنت مصطفیٰ تھی۔ انہیں کوئی خلاف سنت عمل بھلا کیسے بھاتا۔ ایک دن ایک حاجت مند آیا۔ تعویذ جو عنایت فرمایا، اس نے بایاں ہاتھ آگے بڑھایا۔ آپ نے ہاتھ روک لیا، برہم ہوگئے، نصیحت فرمائی، تنبیہ فرمائی پھر جب اس نے داہنا ہاتھ بڑھایا تو تعویذ عنایت فرمایا۔

مفتی اعظم کی برہمی اپنی ذات کے لئے نہیں ہوتی تھی بلکہ سنت وشریعت کے لئے ہوتی تھی۔ ان کے غصہ پر تو لوگ قربان ہو ہو جاتے تھے۔ ان کا غصہ ہی ایسا تھا کہ اس پر پیار سو جان سے قربان ہو جائے۔

کھڑے ہو کر کھانا پینا ممنوع ہے، خلاف انسانیت بھی ہے۔ ایک بار آپ نے کچھ لوگوں کو سرراہ کھڑے ہوئے کھاتے دیکھا تو انہیں ٹوکا۔ ان میں سے ایک بولا کہ میاں صاحب! ہم آپ کی قوم کے نہیں ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا، ہماری قوم سے نہیں ہو لیکن انسان تو ہو! اللہ اکبر! یہ تھا مفتی اعظم کے انسانی آداب سکھانے کا طریقہ! ......

●

مفتی اعظم کی حیات اوران کے وجود کے جس گوشے اور زاویے کو دیکھا جائے ، ہر گوشہ اور زاویہ پر تقدس اور پر عظمت تھا۔ وہ واقعی "عظیم الشان" تھے۔ اس لفظ "عظیم الشان" سے آپ کے وصال کا مادہ تاریخ (۱۴۰۲) بھی نکلتا ہے۔ آپ نے فروغ علم دین، غلبۂ اسلام، قوم وملت کی اصلاح اور خدمت خلق کے لئے خود کو وقف کررکھا تھا۔ آپ نے اپنے عہد کی ہر باطل قوت اور تحریک سے نبرد آزمائی کی اور انہیں شکست سے دوچار کیا۔

جب کفر واسلام کو یکجا کیا جارہا تھا، شعائر کفر کو اپنایا جارہا تھا۔ اسلامی شعائر کو مٹایا جارہا تھا، ایک نیا دین رائج کیا جارہا تھا تو آپ بے تابانہ آگے بڑھے۔ جان ومال کی پرواہ نہ کی۔ سب کچھ لٹا کر اسلام کو بچالیا۔

جب کفار ومشرکین نے مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لئے "شدھی تحریک" چلائی تو اس تحریک کو کچلنے کے لئے آپ آگے آئے...... دن رات ایک کردیا، بھوک پیاس تج دیا، پیروں میں چھالے پڑگئے، جان کے لالے پڑگئے مگر...... "الاان اولیاء لا خوف علیهم ولاهم یحزنون" کے اس پیکر نے بے خوف وخطر اس تحریک کو کچل کر لاکھوں مسلمانوں کے ایمان کا تحفظ فرمایا۔

آپ اسلام مخالف اور مسلم کش تحریکات ...... "خلافت تحریک، ترک موالات تحریک، ہجرت تحریک، جہاد تحریک" کی مخالفت میں اپنے والد ماجد مجدد اسلام، امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے قدم سے قدم ملا کر چلے......

سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے مسلمانوں کو ان قاتل تحریکوں سے خبردار کردیا تھا۔ آپ نے ان کے رد میں حسب ذیل کتابیں بھی تصنیف فرمائیں:

۱۔ طرق الهدیٰ والارشاد

۲۔ احکام الامارہ والجہاد

۳۔ سوراخ در سوراج...... وغیرہ

مسٹر موہن داس کرم چند گاندھی اوران کی آندھی میں بہنے والے نیشنلسٹ لیڈر مثل ابوالکلام آزاد، محمد علی جوہر، شوکت علی، یہاں تک کہ نامور اور جید عالم دین علامہ عبدالباری فرنگی محلی وغیرہ نے مسلمانوں کو حکومت انگلشیہ سے جہاد پر اکسایا اور فتویٰ دیدیا۔ اس نازک موقع پر مفتی اعظم نے احکام جہاد پر مشتمل ایک کتاب تصنیف فرمائی جس میں آپ نے احکام جہاد کی شرائط اور اس کے مسائل پر

فاضلانہ بحث کرتے ہوئے مسلمانانِ ہند کو بتایا کہ موجودہ حالت میں مسلمانوں پر تلوار سے جہاد فرض نہیں ہے۔ لکھتے ہیں: وہ کیا نہتوں کو ان سے جو تمام ہتھیاروں سے لیس ہوں لڑنے کا حکم دینا تختی نہیں اور تکلیف فوق الوسعت نہیں...... جنہوں نے کبھی جنگ کے ہنگامے، لڑائی کے معرکے خواب میں نہ دیکھے، انہیں توپوں کے سامنے کر دینا کچھ زیادتی نہیں۔ کیا ایسوں کو میدان میں لڑانا ان کی جانیں گنوانا عبث نہیں، کیا یہ فتنہ فساد نہیں کہ مسلمانوں کی عزیز اور قیمتی جانیں مفت ضائع ہوں۔ اس سے بڑھکر اور فتنہ اور اس سے زائد فساد فی الارض کیا ہوگا؟ ایک مسلمان ایک کعبہ نہیں ہزار ہوں ان سے زیادہ افضل و بہتر ہے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است

از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر ست

(احکام الامارہ والجہاد، ص ۳۰)

ایک مقام پر اور فرماتے ہیں: ''سلطان اسلام جس کے پاس سامانِ حرب بھی ہو اور باقاعدہ فوج بھی وہ اگر یہ سمجھے کہ کفار زائد ہیں، یہ فوج اور سامان انہیں کافی نہ ہوگا تو ایسی حالت میں اسے ان سے پہل ناجائز ہے......'' (ایضاً، ص ۳۲)

حضور مفتی اعظم ہند نے ''احکام الامارہ والجہاد'' لکھ کر مسلمانانِ ہند پر بڑا احسان کیا آپ بخوبی واقف تھے کہ محرکین جہاد مسلمانانِ ہند کو جہاد کے نام سے تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں اور خود کسی بھی قسم کی قربانی سے گریزاں ہیں لہٰذا اتمام حجت کے بعد فرمایا کہ تم اگر احکام شرعیہ کے تابع نہیں ہو اور اپنی اختراعی شریعت کو معاذ اللہ شریعت اصلیہ تصور کرتے ہو تو خود اپنی تجویز پر عمل کر کے دکھاؤ۔

فرماتے ہیں: ''اگر آپ میں قوت واستطاعت ہے، بسم اللہ فرمائیے، آپ کو کس نے (جہاد کرنے سے) روکا ہے۔'' (طرق الہدیٰ والارشاد، ص ۴۵)

سلام! مفتی اعظم کی مومنانہ فراست وسیاسی بصیرت کو......

سیاسیات سے متعلق علامہ عبدالباری فرنگی محلی اور امام احمد رضا کے درمیان مراسلت کو بنام ''الطاری الداری لہفوات عبدالباری'' تین حصوں میں مرتب فرما کر آپ نے مورخین کے لئے ایک تاریخی دستاویز مہیا کر دی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے وصال (۱۹۲۱ء) کے بعد آپ نے ''جماعت رضائے مصطفےٰ'' اور ''جماعت انصار الاسلام'' کو تیز تر کیا۔ ان جماعتوں نے مسلمانوں کے مذہبی وملی مفاد کی خاطر بڑے کارنامے انجام دیئے۔

''جماعت انصار الاسلام'' کے ایک جلسہ کی قرارداد کے حسب ذیل نکات ملاحظہ ہوں۔ان سے خود اندازہ ہو جائے گا کہ سیدی مفتی اعظم کی نظر میں کس قسم کی سیاست محمود تھی اور مسلمانوں کے لئے کیسا درد رکھتے تھے۔

۱۔ حفاظت مقامات مقدسہ اور مظلومین ترک کی امداد و اعانت۔

۲۔ اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے مسلمانوں کی حفاظت۔

۳۔ معاشرتی، تمدنی اور اقتصادی مفادات کی طرف مسلمانوں کی رہنمائی۔

۴۔ ترک و عرب اتحاد کے لئے کوشش و سعی۔

۵۔ خلاف شرع برطانوی قانون میں ترمیم کا مطالبہ۔

۶۔ مسلمانوں کو اسلامی بینک کھولنے کی ترغیب۔

۷۔ تجارت کی طرف مسلمانوں کو توجہ دلانا۔

۸۔ مسلمانوں کے لئے خزانہ اسلامی اور بیت المال کے قیام کی کوشش۔

(روزنامہ پیسہ اخبار لاہور، شمارہ ۱۳ر مئی ۱۹۲۱ء)

اندرا گاندھی کے عہد حکومت میں ایمرجنسی کے نفاذ پر ''جبری نس بندی'' ہونے لگی۔ ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی سب حیران و پریشان تھے۔کسی لیڈر، کسی سیاسی پارٹی کی ہمت نہ ہوئی کہ اس کے خلاف کچھ کہیں۔ ملایان دیوبند لومڑیوں کی مانند اندرائی دہاڑ پر اپنی ماندوں میں جا گھسے تھے اور اسے برتھ کنٹرول کا نام دے کر اس کے جواز کا اعلان بھی کرتے رہتے تھے۔ جب سیدنا مفتی اعظم سے سوال ہوا تو آپ نے صاف حکم سنا دیا:

''نس بندی حرام، بدکام، بدانجام ہے۔''

مفتی اعظم کا فتویٰ ان کے داماد مولانا ساجد علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چھاپ کر عام کر دیا۔انتظامیہ میں کھل بلی مچ گئی۔ڈی، ایم بریلی نے ساجد میاں صاحب اور سیدی مفتی اعظم کے خلاف ایکشن لینا چاہا مگر اعلیٰ جنس نے رپورٹ دیدی کہ اگر ذرا بھی کوشش کی گئی تو ہندوستان میں تباہی مچ جائے گی۔

مفتی اعظم کے اس فتوے سے صرف مسلمانوں ہی کو نہیں غیر مسلموں کو بھی راحت ملی اور کتنے غیر مسلمین نے مفتی اعظم کی جرأت اور مومنانہ شان کا اعتراف کرتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا۔صرف یہی نہیں بلکہ مفتی اعظم ہی کی بددعا سے چند ہی ماہ میں کانگریسی حکومت کا خاتمہ بھی ہو گیا۔

یہ تھا مفتی اعظم کا کروڑوں بھارتیوں پر احسان اور ایک عظیم دینی و انسانی کارنامہ!

●

وہ لوگ جو موہن داس کرم چند گاندھی صاحب کو "ستیہ اور اہنسا" یعنی "سچائی اور عدم تشدد" (Truth and Non Violence) کا علم بردار بتاتے ہیں خود غور کریں کہ مسلمانوں کو "ہجرت اور جہاد" کی آگ میں جھونکنے والے گاندھی صاحب کا یہ اعلان اور ان کی یہ سیاسی چال "سچائی اور عدم تشدد" پر مبنی تھی یا ان کے "ستیہ اور اہنسا" کے نظریہ کی قاتل تھی۔

ہاں اگر کسی نے سچائی کا پرچم بلند کیا، عدم تشدد کا مظاہرہ کیا، خدمت خلق کا کارنامہ انجام دیا تو وہ ہمارے مفتی اعظم تھے۔

مفتی اعظم۔ زندہ آباد!

●

لاریب! مفتی اعظم ہند...... بھارت کی شان، عالم اسلام کی آن بان۔ ہر جہت سے عظیم اور مہان تھے۔ جنہوں نے ان کو دیکھا، اس دھرتی پر جنت کے مکین کو دیکھا۔

ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر
فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری

"نعت میں جہاں ایک طرف سرور کون و مکاں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے جلال و جمال کا تذکرہ ہوتا ہے وہاں ان کی حیات مقدسہ میں وقوع پذیر ہونے والے معجزات جن سے شان رسالت کی تعریف اور نبوت کی توثیق ہوتی ہے۔ شاعری میں انہیں تلمیح کے انداز میں پیش کیا جاتا ہے مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے بھی اپنے مجموعۂ کلام میں نعت کے پیرائے میں معجزات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے جس سے ان کا مقصود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت کا اظہار تھا......"

ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی

سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج، لاہور

(معارف رضا سالنامہ ۲۰۰۴ء کراچی، ص ۱۰۸)

مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد*

مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں ۲۲ر ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ/ ۷ر جولائی ۱۸۹۲ء بروز جمعۃ المبارک بوقت صبح صادق کو بریلی میں پیدا ہوئے۔(۱) ان کا نام محمد اور عرفی نام مصطفےٰ رضا تجویز کیا گیا۔(۲) ابتدا میں برادر بزرگ مولانا حامد رضا خاں، مولانا شاہ رحم الٰہی منگلوری سے استفادہ کیا اور والد ماجد سے معقولات ومنقولات کی تکمیل کی...... ۲۵ر جمادی الثانی ۱۳۱۱ھ کو شاہ ابوالحسین نوری علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے اور ان کے علاوہ والد ماجد نے اجازت وخلافت سے نوازا۔ پاک و ہند اور بیرونی ممالک میں بے شمار افراد آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہیں۔ خلفا بھی بکثرت ہیں۔ اصل تعلیم وتربیت تو محدث بریلوی نے فرمائی...... اساتذہ میں برادر بزرگ علامہ محمد حامد رضا خاں، علامہ شاہ رحم الٰہی صاحب منگلوری، مولانا بشیر احمد علی گڑھی، علامہ ظہور الحسن نقشبندی فاروقی قابل ذکر ہیں۔ ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں بعمر اٹھارہ سال علوم عقلیہ ونقلیہ سے فارغ ہوئے اور ۳۸ر سے زیادہ علوم وفنون میں مہارت حاصل کی۔ درس نظامی سے فراغت کے بعد ۱۳۲۸ھ سے دارالعلوم منظر اسلام، بریلی میں تدریس کا آغاز فرمایا اور ۱۳۴۷ھ تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ پھر دارالافتا کی ذمہ داریوں کی وجہ سے مخصوص طلبا تک سلسلۂ درس وتدریس محدود ہو گیا۔ مفتی اعظم نے دارالعلوم مظہر اسلام، بریلی میں بھی تدریس کے فرائض انجام دیئے۔(۳)

مفتی اعظم نے فتویٰ نویسی کا فن محدث بریلوی سے سیکھا اور اس میں وہ مہارت پیدا کی کہ مفتی اعظم ہند ہوئے۔ ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۱۰ء میں بعمر ۱۸ر سال فتویٰ نویسی کا آغاز کیا اور یہ سلسلہ آخر تک چلتا رہا۔ مفتی اعظم نے مجموعی طور پر ۷۰ر سال فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیئے۔ آپ کے فتاویٰ ''فتاویٰ مصطفویہ'' کے نام سے دو جلدوں میں چھپ چکے ہیں۔ جس میں صرف دس سال کے فتوے جمع کیے گئے ہیں۔(۴)

علم وفضل میں مفتی صاحب کا پایہ بہت بلند ہے۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ علمائے مکہ سید علوی مکی، سید محمد بن امین مکی وغیرہ نے آپ سے اجازت حدیث لی۔ فقاہت میں آپ کو خاص امتیاز حاصل ہے۔ آپ نے ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء میں ۱۸ر سال کی عمر میں پہلا فتویٰ دیا تھا۔ آپ نے پہلا حج ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۶ء میں کیا اور دوسرا ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء میں۔

مفتی صاحب، صاحب فضیلت وکرامت اور صاحب تقویٰ ہیں۔ فتویٰ اور تقویٰ کا یکجا ملنا فی

*ماہر رضویات، سرپرست ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی پاکستان

زمانہ نادر نظر آتا ہے...... تصویر کشی کو وہ حرام سمجھتے تھے، اس لئے زندگی بھر تصویر نہ کھنچوائی...... نس بندی کو وہ ناجائز سمجھتے تھے۔ اس لئے حکومت ہند کی پرواہ نہ کرتے ہوئے نس بندی کے خلاف فتویٰ دیا اور اس کو پورے ہندوستان میں مشتہر کرایا، اس سے ان کی حق گوئی و بے باکی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

انہوں نے اشاعت و تبلیغ اسلام میں اہم کردار ادا کیا، ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء جب شردھانند نے فتنہ ارتداد اٹھایا تو آپ نے ثابت قدمی سے اس کا مقابلہ کیا۔ مفتی اعظم نے ہر کٹھن وقت میں مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی۔ ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج، لاہور کا سانحہ پیش آیا۔ مفتی اعظم نے انگریزوں اور سکھوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی حمایت کی۔(۵) اسی طرح ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس میں بھی تاریخ ساز کردار انجام دیا، ملت اسلامیہ پر آپ کا احسان ہے۔

وہ صاحب شریعت اور عامل سنت تھے۔ غریبوں سے پیار کرتے تھے اور امیروں سے اجتناب۔ ایک غریب کی عیادت کی خاطر گورنر یوپی اکبر علی خاں سے ملاقات موقوف کردی اور گورنر ملاقات کیے بغیر چلا گیا۔ اس غریب پروری اور غمخواری کی وجہ سے مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بھی آپ کی مجلس میں آتے تھے۔ دیکھنے والے کہا کرتے تھے کہ آپ کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ولی کی یہی نشانی بتائی ہے۔

مفتی اعظم عالم و عارف، مفتی و فقیہ اور مدبر و مفکر ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر بھی تھے۔ ان کے اشعار میں قدما کا کا رنگ جھلکتا ہے...... ان کا شعری مجموعہ ''سامانِ بخشش'' بریلی سے شائع ہو چکا ہے۔(۶)

مفتی صاحب شعر و سخن کا بھی خاص ذوق رکھتے تھے اور نوری تخلص فرماتے تھے، ان کے اشعار میں دل نشینی و دل آویزی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

وہ حسیں کیا جو فتنے اٹھا کر چلے — ہاں حسیں تم ہو فتنے مٹا کر چلے
شب کو شبنم کی مانند رویا کئے — صورت گل وہ ہم کو ہنسا کر چلے
جو ساقی کوثر کے چہرے سے نقاب اٹھے — ہر دل بنے میخانہ، ہر آنکھ ہو پیمانہ
مست مئے الفت ہے، مدہوش محبت ہے — فرزانہ ہے دیوانہ، دیوانہ ہے فرزانہ
ہر پھول میں بو تیری ہر شمع میں ضو تیری — بلبل ہے ترا بلبل، پروانہ ہے پروانہ
بد سے بد کو لیا جس نے آغوش میں — کب کسی سے وہ دامن بچا کر چلے
جن کے دعوے تھے ہم ہی ہیں اہل زباں — سن کے قرآں زبانیں دبا کر چلے

بہت سے رسائل وکتب آپ سے یادگار ہیں:

مؤلفات میں:

☆ ''ملفوظات اعلیٰ حضرت'' ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء...... چار حصے اور

☆ ''الطاری الداری'' ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء...... تین حصے قابل ذکر ہیں اور

تصنیفات میں:

☆ ''تنویر الحجۃ'' ☆ ''الحجۃ الباھرہ'' ☆ ''القول العجیب''

☆ ''وقعات السنان'' اور ☆ ''طرق الہدیٰ''

وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ (۷)

آپ نے بریلی میں دارالعلوم مظہر اسلام کی بنیاد رکھی اور آپ ہی کے ایما سے بریلی میں رضا لائبریری اور رضا اکیڈمی قائم کی گئی جس کے لئے مولانا اختر رضا خاں اور مولانا محمد منان رضا خاں کوشاں ہیں۔ (۸)

وہ اپنے والد ماجد امام احمد رضا کا آئینہ تھے۔ (۹) مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں نے ۱۴/ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء کو کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے بریلی میں وصال فرمایا۔ ان کی نماز جنازہ میں دنیا بھر کے ۲۵/ لاکھ عقیدت مند شریک ہوئے۔ نماز جنازہ میں اتنا عظیم اجتماع تاریخ میں نہیں ملتا...... اس سے مفتی اعظم کے حلقۂ اثر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مفتی اعظم کے بکثرت خلفا پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، ماریشس، یورپ اور امریکہ اور افریقہ وغیرہ میں ہیں۔

علامہ شاہد علی رضوی نے مفتی اعظم کے منتخب تلامذہ کے ۳۵/ نام گنوائے ہیں جو سب کے سب متبحر عالم ہوئے...... افتا میں منتخب تلامذہ کے ۳۲/ نام گنائے ہیں جو اعلیٰ پایہ کے مفتی ہوئے اور مستفیدین میں ۱۱/ ممتاز علما کے نام گنائے ہیں...... علامہ موصوف نے مفتی اعظم کی تصانیف اور شروح میں ۴۵/ نام گنائے ہیں...... مجیب الرضا صاحب مفتی اعظم پر روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی سے پروفیسر وسیم بریلوی کی رہنمائی میں ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں اور نوشاد عالم چشتی بہار یونیورسٹی، مظفر پور سے ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔

آپ کے وصال کے بعد علامہ محمد ابراہیم رضا خاں علیہ الرحمہ کے صاحبزادے علامہ محمد اختر رضا خاں ازہری قائم مقام مفتی اعظم ہیں۔

حوالہ جات

(۱) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: محدث بریلوی، ص ۳۴، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء

(۲) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، مطبوعہ لاہور ص ۸۷

(۳) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: محدث بریلوی، ص ۳۴۔۳۵، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء

(۴) ایضاً، ص ۳۴

(۵) ایضاً، ص ۳۴

(۶) ایضاً، ص ۳۵

(۷) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی مطبوعہ سیالکوٹ ۱۹۸۱ء

(۸) مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں کے تفصیلی حالات کے لئے سید ریاست علی قادری کی تالیف ''مفتی اعظم ہند'' مطبوعہ کراچی ۱۹۷۹ء مطالعہ کی جائے۔ مسعود

تفصیلی حالات کے لیے مندرجہ ذیل ماخذ سے رجوع کریں:

☆ ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات اعلیٰ حضرت، ص ۱۹

☆ محمود احمد قادری، مولانا: تذکرہ علمائے اہل سنت، ص ۲۲۳۔۲۲۴

☆ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، ص ۸۸

☆ غلام معین الدین نعیمی، مولانا: حیات صدر الافاضل، مطبوعہ لاہور، ص ۱۸۰۔۱۹۰

☆ محمد صادق قصوری: خلفائے اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی

(۹) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تقدیم، امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری، مطبوعہ سیالکوٹ ۱۹۹۳ء

''فاضل بریلوی نے قلمی جہاد کیا۔ ان کے قلم سے لاکھوں کلمات موتی بن کر نکلے، ہزاروں جملے ادا ہوئے اور سینکڑوں کتابیں وجود میں آئیں اور جب شعر و سخن کی بات کی تو گویا اشعار کا مینھ برسنے لگا۔ لیکن انہوں نے نظم ہو کہ نثر جو کچھ بھی کہا وہ توحید کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ جب ذات الوہیت کی بات کرتے ہیں تو اس کے ساتھ کسی کو شریک و سہیم نہیں ٹھہراتے بلکہ ان کا حال تو یہ ہے ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خلق میں ہر قسم کی شراکت اور حصہ داری سے مبرا اور منزہ قرار دیتے تھے۔''

محمد رضوان احمد خان نقشبندی

ناظم تعلیمات، جامعہ نصرۃ العلوم، کراچی

(معارف رضا سالنامہ ۲۰۰۳ء کراچی، ص ۵۴)

اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی*

نسبتوں کو شمار کیا اور مانا جاتا ہے مگر ہر شخص اور ہر شے کے لیے انہیں معیار نہیں سمجھا جاتا۔ کہتے ہیں کہ لوگوں میں نسبت کا احترام جب ہی سوا ہوتا ہے کہ منتسب شخص میں بھی کوئی بات ہو اور سوا ہو۔ حقیقت کی نگاہ محض عقیدت کی عینک سے نہیں دیکھتی۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ فضیلت علم فضیلت نسب سے کہیں زیادہ رتبہ رکھتی ہے اور یہ بھی طے ہے کہ فضیلت و مرتبت، علم و تقویٰ ہی سے وابستہ ہے۔ امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بلا شبہہ بہت محترم ہستی ہیں لیکن ان کے فرزندان میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہی کا نام نمایاں ہے اس کی وجہ ان میں علم و تقویٰ کی زیادہ پاس داری ہے۔ اور کتنے نام اس حوالے سے معروف ہیں۔ بیٹا بلاشبہہ اپنے باپ کا کچھ نقش و عکس لیے ہوتا ہے، اس کا بھید ہوتا ہے لیکن صرف نسبت فرزندی ہی سے ہر کسی کو مکرم و محترم نہیں مانا جاتا۔ تاریخ گواہ ہے کہ وہی نام محبوب و محترم ہوئے جو علم و عمل میں عمدگی کا وصف رکھتے تھے۔ امام غزالی و امام رازی کو ان کے خاندانی نسب نے عزیز جہاں نہیں بنایا۔

موجودہ عہد میں کسی نام کے ساتھ القاب کی فہرست سننے پڑھنے والا کسی قدر متاثر بھی ہوتا ہے تو وقتی طور پر ہی ہوتا ہے، اس کے برعکس کسی ہستی کو جان کر اسے دیا جانے والا کوئی ایک سچا لقب ایسا ثابت ہوتا ہے کہ ہر ذہن پر نقش ہو جاتا ہے اور ہر کسی کو متاثر کرتا ہے۔ اس ہستی کے لیے پھر القاب کی کسی فہرست کی چنداں ضرورت نہیں رہتی کہ وہ ایک لقب ہی اس ہستی کا بھرپور تعارف ہو جاتا ہے۔

''مفتی اعظم'' کوئی نیا لقب نہیں اور ایسا بھی نہیں کہ کسی ایک ہی کے لیے مخصوص ہو، لیکن یہ لقب پکارا جائے اور کسی ایک ہی ہستی کا واضح تاثر ابھرے، یہ خوبی اس لقب کے حوالے سے ہمارے ممدوح حضرت مفتی اعظم الحاج مولانا شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں نوری بریلوی قدس سرہ القوی کی ہے۔ ان سے نسبت کو افتخار اور ان سے عقیدت کو اعزاز سمجھا جاتا ہے۔ وہ بہت بڑے باپ کے بیٹے تھے اور خود بھی بڑے تھے۔ وہ کتنی بڑائی اور کیسی خوبیاں رکھتے تھے اس کا بیان کرنے والے بھی آج بڑے بڑے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ کچھ لمحے امر ہو جاتے ہیں۔ ذرا توجہ کیجئے، وہ کیسے ہوتے ہیں جن سے لمحے امر ہوتے ہیں اور زمان و مکان وقعت پاتے ہیں۔ کسی کی باتیں اور یادیں زندگی ہو جائیں، ایسی شخصیت

* کراچی پاکستان

اپنا خاص وقار اور اعتبار رکھتی ہے۔ سحر انگیزی، عہد سازی، فکر طرازی انہی سے عبارت ہوتی ہے۔
حضرت مفتی اعظم کیا تھے اور کیا نہیں تھے! نحیف سا وجود تھا لیکن چٹانوں سے بڑھ کر ان میں استقامت تھی۔ روئے تاباں ان کا ایسا کہ چند ثانیے دیکھیے اور برسوں انہیں سوچتے رہیے۔ ان کے انفاس کی مہک نے دہر کو معطر کیا۔ ان کے افکار کی دمک نے اذہان کو منور کیا۔ ان کے کردار کی تابندگی ملت کی زندگی ثابت ہوئی......

برقی دور کی اس تیز رفتار زندگی میں پس منظر یعنی پیچھے مڑ کر دیکھنے کی گنجائش کہاں! مگر پیش منظر میں جو پہلوؤں کا کوئی نقش وعکس نہ ہو تو تابانیوں اور جولانیوں کے دیکھنے والے کو سامنے کی دکھائی دیتی چکا چوند بھی متاثر نہیں کرتی اور وہ پس منظر کی روشنی ہی میں محو ومگن رہنا پسند کرتا ہے۔ حضرت مفتی اعظم نور ونکہت سے عبارت تھے۔ ان کی یادوں کو وقت کی گرد نے دھندلایا نہیں کچھ اور اجاگر کیا ہے۔

محترم الحاج محمد سعید نوری قابل مبارکباد ہیں کہ انہوں نے ''نوری'' سلسلے سے اپنی وابستگی کا اظہار بھی کیا خوب کیا ہے۔

وہ ہستی کہ جس کی آمد کی نوید بھی حضرت نوری میاں ہی سے ملی، وہ ہستی جس کی زیست کا سفر بھی نوری رہا، وہ ہستی جس کا تذکرہ بھی نوری ہے، جو خود، حضور سیدنا ''مصطفیٰ'' صلی اللہ علیہ وسلم کی ''رضا'' کے لیے تھا اور اس کے وابستگان کا عنوان بھی ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' تھا، ان کے ۲۵ رسالہ عرس مبارک پر ان کی یادوں اور یادگاروں کے تذکار کا مجموعہ تیار کرنا یقیناً مبارک اور نوریوں کے لیے نوری کاوش ہے۔

حضرت مفتی اعظم ایک فرد نہیں ایک عہد تھے، وہ ایک شخص نہیں کروڑوں کے لیے مرکز تھے، عقیدت ومحبت کا ایک مرکز۔ انہیں جتنا سوچا اور ان کے بارے میں جتنا سنا کاش کہ انہیں اتنا دیکھا بھی ہوتا......

رباعی

حضور مفتی اعظم قدس سرہ

دنیا تو یہ کہتی ہے سخن ور ہوں میں
سارے شعرا کا آج سرور ہوں میں
میں یہ کہتا ہوں غلط ہے یہ سو بار غلط
سچ تو یہ ہے کہ سب سے احقر ہوں میں

حضور مفتی اعظم ہند کے مجموعہ فتاویٰ

''فتاویٰ مصطفویہ'' کا ایک تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر سراج احمد قادری*

فتویٰ لغت میں حکم شرع۔ شرعی فیصلہ بیان کرنے کو کہتے ہیں۔(۱) لیکن اصطلاحی طور پر ہر اس سوال کی جانکاری فراہم کرنا جس کا علم مستفتی یا سائل کو نہیں ہے۔ یا اگر ہے پھر بھی اس سوال سے متعلق مستفتی ایک دستاویز اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے، جس کا وہ ضرورت پڑنے پر استعمال کر سکے۔

چونکہ اسلام کے اساسی پہلو میں یہ بات داخل وشامل ہے کہ علم کی روشنی پھیلے اور جہالت ولا علمی کی تاریکیاں دور ہوں۔ اسی لیے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر حکم صادر فرمایا فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ''تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں'' (النحل: ۴۳/ کنز الایمان) لغوی اعتبار سے تو فتویٰ نویسی حکمِ شرع یا شرعی فیصلہ بیان کرنے کو کہتے ہیں۔ لیکن فتاویٰ کی کتابوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتیانِ کرام سے علم ومعاشرے سے متعلق ہر اس سوال کا جواب طلب کیا گیا جس کی لوگوں نے ضرورت محسوس کی۔ اور مفتیانِ کرام نے ان کے جوابات بھی دیئے۔ ہماری نگاہوں کے سامنے حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے وہ نقوشِ زرّیں آج بھی ''فتاویٰ رضویہ'' کی شکل میں مہ تاباں کی مانند روشن ودرخشاں ہیں جس میں آپ سے علم ومعاشرے سے متعلق سوالات کیے گئے ہیں۔ چاہے وہ سائنس کے مسائل یعنی زمین کی گردش اور سورج کے مستقیم رہنے کا مسئلہ ہو، چاہے وہ کرنسی یعنی نوٹ کے مسائل ہوں یا نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ یا ایمان وعقائد کے مسائل ہوں۔ جس بھی معاملے میں لوگوں نے آپ سے رجوع کیا آپ نے اس کا معقول ومدلل جواب مرحمت فرمایا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کی ایک خوبی جو میں نے محسوس کی وہ یہ ہے کہ آپ جب بھی کسی موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تو وہ کبھی بھی مخاصمانہ رویہ نہیں اختیار فرماتے۔ وہ سائل یا مستفتی کو اپنا حریف نہیں بناتے بلکہ آپ کی پوری پوری کوشش یہ ہوتی ہے کہ مستفتی مکمل طور پر ان کے پیش کیے ہوئے دلائل سے مطمئن ہو جائے۔ مستفتی یا سائل کے اطمینان کے لیے وہ اپنا پورا زورِ علم اور زورِ قلم

* محلہ نجریہ، خلیل آباد، ضلع سنت کبیر نگر یوپی

(بشکریہ: سہ ماہی افکار رضا ممبئی، جنوری تا مارچ ۲۰۰۴ء)

صرف فرمادیتے ہیں۔اس کے لیے وہ ایسی ایسی نادر ونایاب تشبیہات وتمثیلات کا استعمال فرماتے ہیں جس سے کہ مستفتی یا سائل کے ذہن میں نفس مسئلہ واضح طور پر بیٹھ جائے۔ چنانچہ وہ اپنے ساتھ پیش آنے والے ایک واقعہ کو بایں طور بیان فرماتے ہیں:

''۱۳۰۲ھ میں فقیر بہ نسبت خاک بوسی آستانہ علیہ سلطان الاولیا محبوبِ الٰہی حضرت نظام الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بریلی سے شدالرحال کر کے حاضر بارگاہ غیاث پورشریف ہوا تھا۔دہلی کی ایک مسجد میں نماز کو جانا ہوا۔اذان کہنے والے نے مسجد میں اذان کہی،فقیر نے حسب عادت کہ جو امر خلاف شرع مطہر پایا مسئلہ گزارش کردیا۔اگرچہ ان صاحب سے اصلاً تعارف نہ ہوا۔ان مؤذن صاحب سے بہ نرمی کہا کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے۔کہا، کہاں لکھا ہے؟ میں نے قاضی خاں، خلاصہ، عالمگیری، فتح القدیر کے نام لیے۔کہا، ہم ان کی نہیں مانتے۔فقیر سمجھا کہ حضرت طائفہ غیر مقلدین سے ہیں۔گزارش کی کہ آپ کیا کام کرتے ہیں۔معلوم ہوا کہ کچہری میں نوکر ہیں۔فقیر نے کہا احکم الحاکمین جل جلالہٗ کا سچا حقیقی دربار تو ارفع واعلیٰ ہے۔آپ انہیں کچہریوں میں روز دیکھتے ہوں گے۔مدعی ومدعا علیہ گواہوں کی حاضری کچہری کے کمرے کے اندر کھڑا ہو کر پکارتا ہے یا باہر۔کہا، باہر۔کہا، اگر اندر ہی چلانا شروع کرے تو بے ادب ٹھہرے گا یا نہیں۔بولے، اب میں سمجھ گیا۔غرض کتابوں کو نہ مانا جب ان کی سمجھ کے لائق کلام پیش کیا تسلیم کرلیا۔ ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست الحمدللہ حق واضح ہوگیا۔'' (۲)

ہندوستان میں فتویٰ نویسی کا آغاز اسلام کے فروغ وارتقا کے ساتھ ہی ہوا۔مبلغین اسلام عوام الناس کے حلقے میں جا کر انہیں اسلام کی باتیں بتاتے اور سکھاتے تھے۔جو باتیں لوگوں کو آسانی کے ساتھ سمجھ میں آجاتی تھیں اس کو لوگ اسی وقت قبول کرلیتے تھے۔لیکن جو باتیں دقت طلب یا مشکل ہوا کرتی تھیں ان کے بارے میں لوگ مبلغین اسلام سے بار بار پوچھا کرتے تھے۔اولاً افتا اور استفتا کا یہی طریقۂ کار رہا مگر جوں جوں لوگ ترقی کرتے گئے اور تہذیبوں سے وابستہ ہوتے گئے استفتا اور افتا کے طریقۂ کار میں بھی تبدیلی آتی گئی۔

بریلی میں افتا کی بنیاد:

شہر بریلی میں افتا کی بنیاد امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دادا امام العلما حضرت علامہ مفتی رضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ نے انیسویں صدی کے نصف اول ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء میں رکھی۔

ڈاکٹر محمد حسن قادری بریلی میں افتا کی بنیاد رکھے جانے کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''تیرہویں صدی ہجری میں امام الاتقیا کے والد ماجد امام العلما مولانا رضا علی خاں رحمۃ اللہ

علیہ نے ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء میں سرزمین بریلی پر مسند افتا کی بنیاد رکھی۔ اور چونتیس سال تک فتویٰ نویسی کا کام بحسن وخوبی انجام دیا امام العلما نے اپنے فرزند سعید مولانا نقی علی خاں کو خصوصی تعلیم دے کر مسند افتا پر فائز کیا۔ مولانا نقی علی خاں نے مسند افتا پر رونق افروز ہونے کے بعد سے ۱۲۱۷ھ تک نہ صرف فتویٰ نویسی کا گراں قدر فریضہ انجام دیا بلکہ معاصر علما وفقہا سے اپنی علمی بصیرت کا لوہا منوالیا۔ مولانا نے طویل عرصے تک ملک و بیرون ملک سے آنے والے سوالات کے جواب انتہائی فقیہانہ بصیرت کے ساتھ فی سبیل اللہ تحریر کیے۔ مولانا کے فتاویٰ کا مجموعہ تیار نہ ہوسکا۔ اس لیے ان کی فتویٰ نویسی پر سیر حاصل گفتگو نہیں کی جاسکتی۔ لیکن مختلف علوم پر آپ کی مطبوع تصانیف آپ کے علم وفضل کی شاہد ہیں۔ آپ کی آرا کو علمائے عصر سند تسلیم کرتے تھے اور اپنے فتوؤں پر امام الاتقیا کی تصدیق لازمی وضروری سمجھتے تھے۔ آپ کے پاس عام طور پر فتاوے تصدیقات کے لیے آتے تھے۔ آپ انتہائی احتیاط سے کام لیتے تھے۔ اگر جوابات صحیح ہوتے دستخط کر کے مہر ثبت کر دیتے تھے۔ اور اگر جواب غلط ہوتے تو علیحدہ کاغذ پر جواب لکھ دیتے تھے۔ کسی کی تحریر سے تعرض نہیں کرتے تھے۔ اس بارے میں آپ کے شاگرد مفتی حافظ بخش انولوی لکھتے ہیں: ''مسائل جو مہر کے واسطے آتے ہیں اگر صحیح ہوتے ہیں مہر ثبت فرماتے ہیں اور جو خلاف کتاب ہوتے ہیں جواب علیحدہ سے لکھ دیتے ہیں کسی کی تحریر سے تعرض نہیں کرتے۔'' (۳)

مفتی کے اوصاف:

مفتی کو کن کن خوبیوں سے متصف ہونا چاہیے یہ ایک اہم پہلو ہے۔ چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں **التحقیق ان المفتی فی الوقائع لا بدله من ضرب اجتهاد و معرفة باحوال الناس** یعنی مسائل جدیدہ کو حل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مفتی اجتہادی قوت کا حامل ہو اور لوگوں کے حالات کا عالم ہو۔ (۴)

مفتی کے اندر قوتِ اجتہادی، بیدار مغزی، ذہانت وفطانت اور تبحر علمی کا ہونا ضروری ہے۔ نیز مفتی کے اندر سب سے بڑی جس خوبی کا ہونا ضروری ہے وہ ہے ''ماہر نفسیات'' کا ہونا۔ اس لیے کہ مفتی سے طلب کیے جانے والے استفتے یا سوالات کا ایک منظر اور پس منظر ہوتا ہے۔ کبھی کبھی مستفتی یا سائل اپنی منشا کو واضح طور پر بیان کر دیتا ہے۔ جس سے مفتی کو جواب تحریر کرنے میں کسی طرح کی کوئی دقت نہیں ہوتی۔ لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مستفتی اپنے سوال کو گھما پھرا کر یا گنجلک کر کے اپنے مقصد کی برآری کے لیے مفتی سے استفتا کرتا ہے۔ ایسی صورت میں مفتی کا ماہر نفسیات ہونا ضروری ہوتا ہے۔ جس سے کہ وہ سائل کے سوال اور اس کی منشا کی تہہ تک پہنچ سکے۔ یا پھر اس کی منشا کو جاننے کے لیے

مستفتی کو لکھے کہ آپ اپنا سوال واضح لفظوں میں لکھ بھیجو۔ چنانچہ اس کی ایک مثال ''فتاویٰ رضویہ'' سے ملاحظہ ہو۔

مسئلہ:

از رامہ تحصیل گوجر خاں ضلع راول پنڈی، ڈاک خانہ جاتلی مسئولہ محمد جی ۲۷ر شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مدعی کے تین شاہد شہادت دیتے ہیں کے والد دختر نابالغ نے سفر سے ایک خط اپنے بھائی کو لکھا کہ میری دختر نابالغہ فرحان بی بی کا ناتا یا نکاح جس جگہ تمہاری مرضی ہو کر دو۔ ہم لوگ اس کاغذ کے سامعین ہیں۔ بعدہٗ اس وکیل والد کے ایک لڑکے نابالغ مسمیٰ کٹھر کہ جس کا کوئی عصبہ زندہ نہیں ہے کنایہ نکاح کے طور پر کر دیا تھا اور لڑکے معلوم کی طرف سے اس کے ماموں نے اس کے لیے قبول کرلیا ہے۔ اور ہم نے یہ نکاح ہی سمجھا ہے۔ یہ تقریر شاہدین مدعی کی بتمامہ ہے۔ اب والد دختر معلولہ کا سفر سے بالکل منکر ہے۔ اور گواہ اس کے بھی منکر ہیں تقریر بالا سے یا کہتے ہیں کہ ناتا ہوا ہے، نکاح حالانکہ وکیل فوت ہو گیا ہے اور کاغذ بھی کھو گیا ہے۔ بینوا توجرو قیمت کاغذ دی جائے گی۔

الجواب:

بات صاف لکھیے۔ ایجاب کس نے کیا قبول کس نے کیا۔ ایجاب کے کیا لفظ تھے قبول کے کیا لفظ تھے؟ لڑکی کا چچا جس کو اس کے باپ نے وکیل کیا تھا اس نے خود پڑھایا تھا یا کسی سے پڑھوایا تھا یا کسی نے بطور خود پڑھ دیا تھا؟ اور وہ وکیل والد اس جلسے میں موجود تھا یا نہ تھا۔ اور جب والد لڑکے کا موجود تھا تو لڑکے کی طرف سے ماموں نے کیوں قبول کیا؟ والد پسر کے کہنے سے یا بطور خود اور والد پسر نے اس پر کیا کہا۔ اور جب وہ الفاظ کنایہ تھے تو ان لوگوں نے کس قرینہ سے نکاح ہونا سمجھا اور دختر کا والد کس بات سے منکر ہے۔ اس وکیل کرنے سے یا نکاح ہونے سے۔ اور وہ خط ڈاک میں آیا تھا یا آدمی کے ہاتھ اور یہ جو مدعی کے تین گواہ ہیں ان کے سامنے پڑھا گیا۔ یا ان کے سامنے والد دختر نے لکھا تھا۔ اور یہ گواہ ثقہ پرہیز گار ہیں یا کیسے۔ ان سب باتوں کے مفصل جواب آنے پر جواب ہو سکے گا۔ قیمت کاغذ کی نسبت پہلے آپ کو لکھ دیا گیا کہ یہاں فتویٰ اللہ کے لیے دیا جاتا ہے بیچا نہیں جاتا۔ آئندہ کبھی یہ لفظ نہ لکھئے فقط۔ (۵)

مفتی کے پاس کبھی کبھی اس طرح کے بھی استفتے آتے ہیں کہ سوال کا پس منظر ایک ہوتا ہے۔ جگہ ایک ہوتی ہے مگر مستفتی دو یا دو سے زائد ہوتے ہیں۔ اور ان میں جو سب سے بڑا فرق ہوتا ہے وہ یہ کہ موضوع تو دونوں کا ایک ہی ہوتا ہے مگر اسلوب تحریر میں گھوماؤ پھراؤ ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں مفتی کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ دونوں مستفتیان کے موضوع اور اسلوب کا گہری نظر سے جائزہ لیں اور

نفسیاتی اعتبار سے پرکھیں کہ سائل کے اس سوال کے پیچھے اس کی منشا کیا ہے؟ اس کے بعد ہی جواب تحریر کرے۔ اس وقت میرے پیش نظر حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ مجموعہ "فتاویٰ رضویہ" کی دوسری جلد ہے۔ جس میں ایک ہی مقام سے دو حضرات نے ایک ہی موضوع پر استفتے طلب کیے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

مسئلہ:

از شہر بریلی محلہ خواجہ قطب مسئول منشی رضا علی صاحب ۲؍رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا ارشاد ہے علمائے دین کا اس مسئلہ میں کہ ٹھیلے کی رسی جس میں ایک کپڑا لپٹا ہوا تھا۔ اور جو بیل کے سینے کے نیچے باندھی جاتی ہے کنویں میں ڈالی گئی۔ جس نے کپڑا رسی پر لپیٹا تھا اس کا بیان ہے کہ کپڑا پاک لپیٹا تھا۔ لوگوں کا شبہہ ہے کہ بیل کے گوبر یا پیشاب کی چھینٹیں شاید پڑی ہوں۔ ایسی صورت میں کنواں پاک رہا یا ناپاک ہوا۔ اگر ناپاک ہوا تو کس قدر پانی نکالنا چاہیے۔

الجواب:

کنواں پاک ہے اصلاً کچھ نکالنے کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:

از شہر بریلی محلہ خواجہ قطب مسئولہ مسعود علی صاحب ۲؍رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ٹھیلے میں بیل کے جوتنے کے لیے بیل کے سینہ بند اور گردن میں ایک رسی بندھی ہوئی تھی اور اس کے سینے اور گردن کی خراش بچانے کے واسطے ایک بے نمازی عورت کا میلا دوپٹا رسی پر لپیٹا ہوا۔ جو کہ عرصہ دراز تک استعمال میں آچکا ہے۔ اس حالت میں ظن ہے کہ رسی اور کپڑا گوبر اور پیشاب کی آلودگی سے یا اس خون اور رطوبت سے جو بیل یا پہیے کی رگڑ سے کھال چھلنے کے بعد نکلتا ہے نہیں بچا ہوگا۔ وہ کنویں میں گر گیا۔ اس حالت میں کنواں پاک ہے یا نجس۔

الجواب:

بے نمازی عورت کا میلا دوپٹا ہونے سے اس کی ناپاکی لازم نہیں نہ عرصہ دراز تک استعمال سے۔ نہ سینے کی رسی کو گوبر اور پیشاب سے علاقہ۔ رہا کھال چھل کر خون نکلنا یہ ثبوت طلب ہے۔ نکلا ہوگا کافی نہیں۔ یہ معلوم و ثابت و تحقیق ہونا لازم کہ واقعی خون وغیرہ نجس رطوبت نکل کر اس کپڑے میں لگی تھی۔ اس تحقیق کے بعد ضرور کنواں ناپاک مانا جائے گا۔ اور کل پانی نکالنے کا حکم ہوگا۔ ورنہ وہم و شک پر نجاست نہیں ہو سکتی۔ ایسا ہی زیادہ شک ہو تو بیس ۲۰؍ ڈول نکال دیں جن سے مقصود نہ کنواں بلکہ اپنے

دل کا شک سے پاک کرنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔(۶)

اگر دونوں مستفتیان کے سوالات کا ایک تجزیاتی ونفسیاتی مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ پہلے سوال کے سائل یا مستفتی کا مطمح نظر کنویں کے پاک ہونے اور ناپاک ہونے کے بارے میں جانکاری حاصل کرنا ہے۔ جس کا جواب مجدد اعظم نائب امام اعظم حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک سطر میں تحریر فرمایا: ''کنواں پاک ہے اصلاً کچھ نکالنے کی حاجت نہیں۔''

لیکن اگر دوسرے مستفتی کے سوال کا ایک نفسیاتی مطالعہ کریں تو آپ کے سامنے چند باتیں ابھر کر آئیں گی: (۱) بے نمازی عورت کے دوپٹے کا ہونا۔ (۲) عرصہ دراز تک اس کا استعمال۔ (۳) رسی اور کپڑے کا گوبر اور پیشاب سے آلودہ ہونے کا شک۔ (۴) بیل اور پہیے کی رگڑ سے کھال چھلنے کے بعد خون اور پیشاب کے نکلنے کا شک۔

حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سائل کے سوال کا بڑی گہرائی کے ساتھ نفسیاتی مطالعہ کیا اور اس کے بعد سائل کے تمامی شکوک وشبہات کا جواب بڑے ہی جامع انداز میں تحریر فرمایا۔ چنانچہ سائل کے پہلے شک کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''بے نمازی عورت کا میلا دوپٹا ہونے سے کنویں کی ناپاکی لازمی نہیں'' دوسرے شک کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''عرصہ دراز تک استعمال سے نہ سینے کی رسی کو گوبر اور پیشاب سے علاقہ ہے۔''

تیسرے شک کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''رہا کھال چھل کر خون نکلنا ثبوت طلب ہے۔ نکلا ہوگا کافی نہیں۔ یہ معلوم وثابت وتحقیق ہونا لازمی کہ واقعی خون وغیرہ نجس رطوبت نکل کر اس کپڑے میں لگی تھی۔ اس تحقیق کے بعد ہی کنواں ناپاک مانا جائے گا اور پانی نکالنے کا حکم ہوگا۔ ورنہ وہم وشک پر نجاست نہیں ہوسکتی۔''

اور آگے کا جملہ تو اتنا پیارا ہے کہ جس کو بار بار پڑھنے پر ایمان کی حلاوت وتر وتازگی محسوس ہوتی ہے۔ اس جملے نے جہاں سائل کے سارے ذہنی شکوک وشبہات کا قلع قمع کر دیا وہیں سائل کو اطمینان کامل بخشتے ہوئے اس کے ایمان کو اضعافاً مضاعفاً کا درجہ عطا کر دیا۔ ارشاد فرماتے ہیں:

''ایسا ہی زیادہ شک ہو تو بیس (۲۰) ڈول نکال دیں جس سے مقصود نہ کنواں بلکہ اپنے دل کا شک سے پاک کرنا ہے۔''

علم النفس:

نفسیات کا موضوع بہت وسیع ہے۔ اور اس موضوع پر جہاں مغربی افکار وخیالات کی

نمائندگی کرنے والے لٹریچر بازار میں موجود ہیں ۔ وہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں علم النفس کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابیں بھی موجود ہیں ۔ اور میں تو اس حد تک زور دے کر یہ بات کہنا چاہونگا کہ مغربی مفکرین نے تو اپنے ذاتی علم ومشاہدہ کی بنا پر علم النفس کے موضوع پر کتابیں اور لٹریچر تصنیف و تالیف کیے ہیں ۔ مگر قرآن مقدس جو ایک الہامی کتاب ہے ۔ اس کی ایک ایک آیت علم النفس کا منبع و مخزن ہے ۔ اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کی تشریح وتوضیح اور علم النفس کا انسائیکلو پیڈیا ہے ۔ ملاحظہ ہو احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے علم النفس کی ایک مثال:

حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ فضل ابن عباس، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے، ایک عورت آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے لگی تو فضل ابن عباس اس عورت کو دیکھنے لگے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا۔ حضرت جریر کی روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک پڑنے والی نظر کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا فوراً اپنی نگاہ پھیرلو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی شدہ مَردوں کو نصیحت فرمائی کہ جب وہ خوبصورت عورت کو دیکھ لیں جس سے ان کی جنسی شہوت بھڑک اٹھے تو اپنی بیویوں سے جماع کرلیں ۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ان کی شہوت ٹھنڈی ہو جائے گی ۔ اور اس پر کنٹرول کرنے میں مدد ملے گی۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ۔ جب تم میں سے کسی کو کوئی عورت پسند آئے اور دل میں کھپ جائے تو وہ اپنی عورت کے پاس جاکر اس سے جماع کرلے کیونکہ اس سے دل کے وساوس ختم ہو جائیں گے ۔(۷)

مذکورہ بالا احادیث رسول پر کسی طرح کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ۔ ان کے مفاہیم اپنے آپ میں بذات خود واضح ہیں ۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت نبی اکرم امی وابی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل ابن عباس کی نفسیات کو کس طرح محسوس کیا اور پھر اس کا علاج کتنے معقول انداز میں فرمایا۔ شاید کہ اس طرح کا علاج بروقت کوئی ماہر نفسیات بھی نہ کر پاتا۔

چونکہ مفتیان اسلام کو نائب رسول کا درجہ حاصل ہے اس لیے ضروری ہے کہ جو بھی حضرات اس عظیم منصب پر فائز ہوں وہ خداترس اور علم وفضل کے جامع ہوں ۔ صائب النظر، دقیق بیں، نقطہ رس، قوت اجتہادی کے مالک، عوام الناس کے احوال سے واقف اور ماہر نفسیات ہوں ۔ اس لیے کے فتویٰ نویسی کا فن محض درس نظامی کی سند اور فراغت حاصل کرلینے سے نہیں آجاتا بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ کسی ماہر مفتی کی صحبت میں رہ کر اس کے اسرار ورموز میں لیاقت حاصل کی جائے ۔ چنانچہ ”فتاویٰ

حامدیہ“ کے تقدیم نگار تحریر فرماتے ہیں:

محض درسی کتب پڑھ لینے سے علم فقہ وفتویٰ حاصل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اکثر علما اور بیشتر اہل مدرسہ یہ سمجھتے ہیں کہ درسِ نظامیہ کا ہر وہ فارغ التحصیل جو قدرے صلاحیت رکھتا ہو فتویٰ دے سکتا ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی قدس سرہ القوی فرماتے ہیں: ”آج کل درسی کتابیں پڑھنے پڑھانے سے آدمی فقہ کے دروازے میں داخل نہیں ہوتا“ دوسری جگہ یوں رقم طراز ہیں: ”علم الفتویٰ پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ مدتہا کسی طبیب حاذق کا مطب نہ کیا ہو۔“ (۸)

آپ نے دیکھا حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے واضح اور صاف لفظوں میں تحریر فرمادیا کہ آدمی صرف درسی کتابیں پڑھ لینے سے فقیہ اور مفتی نہیں ہوجاتا۔ چنانچہ آپ اپنی فتویٰ نویسی اور مشق ومزاولت (کسی کام کو ہمیشہ کرنا) کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

”فتاویٰ رضویہ کی تدوین وترتیب کا سبب یہ ہوا کہ میرے آقا ووالد، سایۂ رحمت الٰہی، خاتم المحققین، امام مدقق، فتنوں کو مٹانے والے، سنتوں کی حمایت فرمانے والے ہمارے سردار ومولیٰ حضرت مولوی محمد نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی نے (اللہ ان کی مرقدِ انور پر ہمیشہ اپنی رضا کے مینھ برسائے) مجھے چودہ شعبان المعظم کو فتویٰ لکھنے پر مامور فرمایا جب کہ میری عمر پورے چودہ سال نہ ہوئی تھی کیونکہ میری ولادت ۱۰ ر شوال ۱۲۷۲ھ کو ہوئی۔ میں نے فتویٰ دینا شروع کیا۔ اور جہاں میں غلطی کرتا حضرت قدس سرہ اصلاح فرماتے۔ اللہ عزوجل ان کی مرقدِ پاکیزہ کو بلند ومعطر فرمائے۔ سات برس کے بعد مجھے اذن فرمادیا کہ اب فتویٰ لکھوں اور بغیر حضور کو سنائے سائلوں کو بھیج دیا کروں۔ مگر میں نے اس پر جرأت نہ کی یہاں تک کہ رحمٰن عزوجل نے حضرت والا کو سلخ ذیقعدہ ۱۲۹۷ھ میں اپنے پاس بلالیا۔“ (۹)

آپ نے دیکھا کے افتا کا کام کس قدر دشوار ہے۔ اور حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنے احوال وکوائف بیان کیے ان کے مطالعے سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں کہ سات سال تک اپنے والد ماجد کی صحبت خاص میں رہ کر افتا کا کام سیکھا اور اس فن میں عبور بھی حاصل کرلیا۔ والد ماجد نے اجازت بھی دے دی کہ اب آپ مجھے بغیر سنائے ہی سائلوں کو جواب بھیج سکتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود جب تک آپ کے والد ماجد باحیات رہے بغیر ان کو دکھائے یا سنائے سائلوں کو جواب نہیں بھیجا۔ مگر آج ماحول اس کے برعکس ہے میں اپنے گردوپیش ہی میں دیکھ رہا ہوں کہ جو لوگ کل تک اپنے نام کے ساتھ علامہ، مولانا، وغیرہ القاب وآداب تحریر کرتے کراتے تھے۔ شاید کہ ان کو مذکورہ القاب وآداب سے تسلی نہیں ہوئی۔ اور انہوں نے زمانے کی روش کے

پیش نظر اپنے نام کے ساتھ "مفتی" کا لقب بھی لکھنا پڑھنا شروع کر دیا۔ چنانچہ شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ نے کس قدر دل کو چھو جانے والی بات تحریر کی ہے، فرماتے ہیں:

"پھر اس زمانے میں سب سے بڑی دشواری یہ ہے کہ بحمدہٖ تبارک وتعالیٰ مدارسِ دینیہ کی کثرت ہے اور ہر مدرسے والے دارالافتا کا بورڈ لگائے ہوئے ہیں اور مفتی بیٹھائے ہوئے ہیں۔ ان میں سے اکثر کے فتاویٰ دیکھ کر رونا آتا ہے۔ کسی دل جلے نے مکاتب اسلامیہ کا حال دیکھ کر کہا تھا۔

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد

اور اب مجھے اپنے زمانے کا حال دیکھ کر کہنا پڑتا ہے۔

گر ہمیں مکتب و ہمیں مفتی
کار افتا تمام خواہد شد

عوام بے چارے الگ پریشان ہوتے ہیں کہ آخر فلاں بھی تو مفتی ہے اس نے یہ فتویٰ دیا ہے۔ (۱۰)

حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی حیات مبارکہ میں ہی لائق وفائق مفتیانِ کرام کی کمی محسوس کی تھی۔ چنانچہ وہ ایک استفتا کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"آہ، آہ، آہ، آہ! ہندوستان میں میرے زمانۂ ہوش میں دو بندۂ خدا تھے جن پر اصول وفروع وعقائد وفقہ سب میں اعتمادِ کلی کی اجازت تھی۔ اول اقدس حضرت خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد حاش للہ، نہ اس لیے کہ وہ میرے والد و والی ولی نعمت تھے۔ بلکہ اس لیے کہ الحق والحق اقول، الصدق واللہ یحب الصدق۔ میں نے اس طبیب حاذق کا برسوں مطب پایا اور وہ دیکھا کہ عرب وعجم میں جس کا نظیر نظر نہ آیا۔ اس جناب رفیع قدس اللہ سرہ البدیع کو اصولِ حنفی سے استنباط فروع کا ملکہ حاصل تھا۔ اگرچہ کبھی اس پر حکم نہ فرماتے مگر یوں ظاہر ہوتا تھا کہ نادر و دقیق و معضل مسئلہ پیش نہ ہوا کہ کتب متداولہ میں جس کا پتہ نہیں۔ خادم کمینہ کو راجعت کتب واستخراج جزئیہ کا حکم ہوتا اور ارشاد فرماتے "ظاہراً حکم یوں ہونا چاہئے" جو وہ فرماتے وہی نکلتا۔ یا بعض کتب میں اس کا خلاف نکلتا تو زیادت مطالعہ نے واضح کر دیا کہ دیگر کتب میں ترجیح اسی کو دی جو حضرت نے ارشاد فرمایا تھا۔ عجم کی حالت میں آپ ملاحظہ ہی فرماتے ہیں، عرب کا حال یہ ہے کہ اس جناب قدس سرہ کا یہ ادنیٰ خوشہ چیں جو مکہ معظمہ میں اس بار حاضر ہوا۔ وہاں کے اعلم العلما وافقہ الفقہا سے ۶-۶ گھنٹے مذاکرہ علمیہ کی مجلس گرم رہتی۔

جب انہوں نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ فقہ حنفی کے دوحرف جانتا ہے۔ اپنے زمانہ کے عہد افتا کے مسائل کثیرہ جن میں وہاں کے علما سے اختلاف پڑا یا اشتباہ رہا۔ اس ہیچ میرز پر پیش فرمانا شروع کیے۔ جس مسئلہ وحکم میں اس احقر نے ان کی موافقت عرض کی آثار بشاشت ان کے چہرۂ نورانی پر ظاہر ہوئے اور جس میں عرض کردیا کہ فقیر کی رائے میں حکم اس کے خلاف ہے۔ سماع دلیل سے پہلے آثار حزن نمایاں ہوئے۔ اور خیال فرمالیتے کہ ہم سے اس حکم میں لغزش واقع ہوئی۔ یہ اسی طبیب حاذق کی کفش برداری کا صدقہ ہے...... دوم والاحضرت تاج الفحول محب رسول مولانا مولوی عبدالقادر صاحب قادری بدایونی قدس سرہ الشریف پچیس برس فقیر کو اس جناب سے بھی محبت رہی۔ ان کی سی وسعتِ نظر وقوتِ حفظ وتحقیق انیق ان کے بعد کسی میں نظر نہ آئی۔ ان دونوں آفتاب وماہتاب کے غروب کے بعد ہندوستان میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا جس کی نسبت عرض کروں کہ آنکھیں بند کر کے اس کے فتویٰ پر عمل ہو۔ (۱۱)

حضور مفتی اعظم ھند کی فتویٰ نویسی

حضور مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفےٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سے لے کر وصال تک روحانیت ان کے سر پہ سایہ فگن رہی۔ حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی تھی کہ: ”اے رب کریم! مجھے ایسی اولاد سے سرفراز فرما جو عرصہ دراز تک تیرے دین اور تیرے بندوں کی خدمت کرے۔“ (۱۲)

مجدد وقت، عاشق رسول، واصف شاہ ہدیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا بارگاہ قدیر میں مستجاب ہوئی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضور مفتی اعظم ہند قبلہ کو ۹۲ رسال کی عمر دراز عطا فرمائی۔ حضور مفتی اعظم ہند ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے اور ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء میں وصال فرمایا۔ اس طرح کل ملا کر ۹۲ رسال تک دین متین کی خدمت فرمائی۔

میرے اپنے خیال میں دین کی خدمت فتاویٰ نویسی سے بہتر انداز میں نہیں ہوسکتی اس لیے کہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”سب سے افضل وہ مومن عالم ہے کہ جب اس کی طرف رجوع کیا جائے تو وہ نفع دے اور جب اس سے بے نیازی برتی جائے تو وہ بھی بے نیاز ہوجائے۔“ (۱۳) اسی لیے امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ نویسی ہی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا اور ایک عالَم نے آپ کی طرف رجوع کر کے فائدہ اٹھایا۔ حضور مفتی اعظم ہند نے بھی اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر چل کر فتویٰ نویسی کو اپنا شعار زندگی بنایا اور پوری دنیائے سنیت کو فائدہ پہنچایا۔ اسی لیے دنیا آپ کو مفتی اعظم ہند کے لقب سے جانتی اور پہچانتی ہے۔ ارباب اہل سنت میں

جب بھی اس لفظ کا استعمال کیا جاتا ہے تو زاویۂ ذہن آپ ہی کی طرف ہوتا ہے۔

حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اور حضور مفتی اعظم ہند کی فتاویٰ نویسی کا اگر ایک ہمہ ہنگیانہ جائزہ لیا جائے تو بہت ساری باتیں قدرِ مشترک کے طور پر ابھر کر سامنے آتی ہیں۔ حضور سیدی اعلیٰ حضرت نے اپنے والد ماجد امام الاتقیا مفتی نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ سے فتویٰ نویسی سیکھی۔ اور امام الاتقیا نے اپنی زندگی ہی میں امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو فتویٰ نویسی کی اجازت مرحمت فرمادی تھی۔ حضور مفتی اعظم ہند نے بالاستیعاب امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے فتویٰ نویسی کا کام تو نہیں سیکھا مگر حضور سیدی اعلیٰ حضرت نے بارگاہ رب العزت میں جو مذکورہ دعا کی تھی اس کی اجابت نے حضور مفتی اعظم ہند کے اندر وہ شعور وآ گہی پیدا کر دی تھی جس کی بنا پر انہوں نے بھی اپنے والد ماجد کی طرح پہلا فتویٰ رضاعت کے موضوع پر قلم برداشتہ لکھ کر بریلی کے مرکزی دارالافتا کے دو کہنہ مشق مفتیان کرام (۱) ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ اور (۲) علامہ عبدالرشید عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو انگشت بدنداں کر دیا۔

حضور مفتی اعظم ہند نے لگ بھگ پون صدی تک فتویٰ نویسی کا کام انجام دیا۔ اگر اس تناظر میں ''فتاویٰ مصطفویہ'' کو دیکھا جائے تو اس کی ضخامت اور اس میں مندرج فتاویٰ کی تعداد بہت کم لگتی ہے۔ جب کہ حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلا فتویٰ ہی دیکھ کر ارشاد فرمایا تھا: تمہاری مہر بنوا دیتا ہوں، اب فتویٰ لکھا کرو، اپنا رجسٹر بنالو اس میں نقل بھی کیا کرو۔ (۱۴)

حضور مفتی اعظم ہند کے مجموعہ فتاویٰ ''فتاویٰ مصطفویہ'' کی ترتیب وتہذیب کا کام اولاً الحاج قربان علی صاحب حامدی اور مولانا ڈاکٹر فیضان علی صاحب بیسل پوری نے انجام دیا۔ انہوں نے اس کے ماخذ اور اس کی ترتیب وتدوین کا کون سا طریقۂ کار اختیار کیا اس کا کوئی ذکر کہیں نہیں ملتا۔ چنانچہ علامہ محمد حنیف خاں رضوی (صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف) تحریر فرماتے ہیں:

''یہ بھی عالی مرتبت الحاج قربان علی صاحب کی محنت ولگن اور تلاش وجستجو کا نتیجہ وثمرہ ہے کہ آپ نے جو کچھ جواہر پارے ڈھونڈ نکالے اور ان کو شائع کر کے ہم سب پر احسان عظیم فرمایا۔ ورنہ اس ذخیرہ سے شاید امت مسلمہ کو کچھ بھی ہاتھ نہ آتا۔'' (۱۵)

جب کہ الحاج قربان علی اور مولانا ڈاکٹر فیضان علی بیسل پوری صاحبان کو اولاً فتاویٰ مصطفویہ کی ترتیب وتدوین کے لیے اس رجسٹر کی تلاش وجستجو کرنا چاہئے تھی جس کے بارے میں حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے فرمایا تھا: ''اپنا رجسٹر بنالو اس میں نقل بھی کیا کرو'' میرے اپنے

خیال میں ''فتاویٰ مصطفویہ'' کا یہ مجموعہ اس کے مرتبین نے ان منتشر فتاووں سے بنایا ہے جو مذکورہ رجسٹر کے علاوہ ہیں۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ کے اس رجسٹر کو ڈھونڈ نکالا جائے جس میں حضور سیدی اعلیٰ حضرت نے حضور مفتی اعظم ہند کو ان کے اپنے تحریر کردہ فتاویٰ کو نقل کرنے کا حکم دیا تھا۔ یقیناً حضور مفتی اعظم ہند نے حضور سیدی اعلیٰ حضرت کے حکم پر کوئی نہ کوئی رجسٹر نقل فتاویٰ کے لیے ضرور بنایا ہوگا۔

فتاویٰ مصطفویہ کی ثانوی جز بندی کا کام فقیہ ملت حضرت علامہ الحاج مفتی جلال الدین احمد امجدی نور اللہ مرقدہ نے فرمائی ہے۔ یقیناً اس مجموعۂ فتاویٰ کو درجہ اعتبار عطا کرنے کے لیے اس کی پیرا بندی، حواشی و حوالہ جات کا اہتمام ضروری تھا۔ جسے رضا اکیڈمی ممبئی نے ۲۰۰۰ء میں نہایت ہی تزک و اہتمام کے ساتھ شائع فرمایا۔ اس کی ایک جلد برادر محترم حضرت علامہ انوار احمد امجدی مدظلہ العالی (مالک کتب خانہ امجدیہ دہلی) نے اس ناچیز کو عنایت فرمائی جس کے سبب یہ مقالہ معرض وجود میں آسکا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس نوازش کو شرف قبولیت کا درجہ عطا فرمائے آمین۔ فتاویٰ مصطفویہ کے اس ایڈیشن میں کچھ اور فتاوے بھی شامل اشاعت کیے گئے ہیں جس کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے حضرت فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں:

''اس کتاب کا پورا تاریخی نام " **المکرمة النبویه فی الفتاویٰ المصطفویه**" ۱۳۲۹ھ ہے۔ یہ پہلے چھوٹے تین حصوں میں طبع ہوا تھا۔ اس کا پہلا حصہ ایمان وعقائد کے بارے میں بغیر فہرست مضامین ایک رسالہ سمیت ۴۳؍ فتاویٰ کا مجموعہ تھا جو ۱۲۴؍ صفحات پر مشتمل تھا اور دوسرے حصہ میں بھی بغیر فہرست نماز اور احکام مسجد سے متعلق ۷۱؍ فتاویٰ تھے۔ جو ۱۱۲؍ صفحات پر پھیلے ہوئے تھے۔ اور اس کے تیسرے حصہ کا آغاز بھی طہارت و نماز کے بقیہ مسائل سے ہوا تھا اور پھر ابواب فقہ کی ترتیب پر جنائز، زکوٰۃ، روزہ، حج، نکاح وطلاق، بیوع اور وقف اجارہ وغصب اور خطر واباحت وغیرہ کے مسائل پر مشتمل فہرست مضامین کے ساتھ کل ۲۵۳؍ فتاویٰ کا گنجینہ تھا۔ یعنی پہلے تین حصوں میں کل ۳۶۷؍ فتاویٰ تھے۔ اور اب یہ مجموعہ فتاویٰ مکمل فہرست کے ساتھ تین رسائل اور ۳۹۰؍ مسائل پر مشتمل ہے۔'' (۱۶) نیز آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

''کتاب مکمل ہونے کے بعد جو فتاوے موصول ہوئے وہ ضمیمہ کے تحت اس مجموعہ میں شامل کیے گئے ہیں اور مبادیات کے صفحات اصل کتاب سے الگ کردیئے گئے۔ تاکہ ضرورت پر ان میں بہ آسانی حذف واضافہ کیا جاسکے۔'' (۱۷)

''فتاویٰ مصطفویہ'' کے فتاویٰ کا اعداد وشمار جو اس ناچیز نے ابواب وار کیا ہے اس کے اعتبار سے ان کی کل تعداد ۳۵۹ رہے۔ جس میں ان فتاووں اور رسائل کا شمار نہیں کیا جس کو فقیہ ملت نے ضمیمہ

کے تحت ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو تفصیل:

۱۔	کتاب الایمان۔ عقیدے کا بیان	۴۵
۲۔	کتاب الطہارۃ۔ طہارت کا بیان	۱۰
۳۔	کتاب الصلاۃ۔ نماز کا بیان	۵۹
۴۔	احکام مسجد	۲۱
۵۔	باب الجنائز۔ جنازہ وغیرہ کا بیان	۰۶
۶۔	کتاب الزکوٰۃ۔ زکوٰۃ کا بیان	۰۴
۷۔	کتاب الصوم۔ روزہ کا بیان	۰۴
۸۔	کتاب الحج۔ حج کا بیان	۰۱
۹۔	کتاب النکاح۔ نکاح کا بیان	۳۲
۱۰۔	کتاب الرضاع۔ رضاعت کا بیان	۰۲
۱۱۔	کتاب الطلاق۔ طلاق کا بیان	۲۶
۱۲۔	کتاب اللعان۔ لعان کا بیان	۰۱
۱۳۔	کتاب الوقف۔ وقف کا بیان	۱۰
۱۴۔	کتاب البیوع۔ خرید و فروخت کا بیان	۰۲
۱۵۔	باب الربوٰا۔ سود کا بیان	۱۴
۱۶۔	باب القرض۔ قرض کا بیان	۰۱
۱۷۔	کتاب الھبہ۔ ہبہ کا بیان	۰۱
۱۸۔	کتاب الاجارہ۔ اجارہ کا بیان	۰۲
۱۹۔	کتاب الغصب۔ غصب کا بیان	۰۱
۲۰۔	کتاب الذبائح۔ ذبح کا بیان	۰۷
۲۱۔	کتاب الحظر والاباحۃ۔ خطر و اباحت اور متفرق مسائل	۱۰۱
۲۲۔	کتاب الوصایا۔ وصیت کا بیان	۰۲
۲۳۔	کتاب المیراث۔ وراثت کا بیان	۰۷
		۳۵۹

فتاویٰ مصطفویہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر و بیشتر فتاویٰ میں تاریخ کے درج کرنے کا اہتمام نہیں کیا گیا ہے اور اگر کیا بھی گیا ہے تو اس میں تساہلی برتی گئی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ مصطفویہ شائع کردہ رضا اکیڈمی ممبئی کے ایڈیشن کے ص ۱۰۸ ر پر ایک استفتا میں درج تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دس سال کی عمر میں اس فتویٰ کو تحریر فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو تفصیل۔

استفتا میں درج تاریخ ۱۳۳۸ء

تاریخ ولادت ۱۳۲۸ھ

۱۰

جب کہ آپ کی سوانح حیات پر لکھی جانے والی کتابیں، مقالے اور مضامین کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے پہلا فتویٰ ۱۸ ر سال کی عمر میں تحریر فرمایا۔

فتاویٰ نویسی میں آپ کی دیدہ وری:

دارالافتا میں عمومی طور پر جو سوالات آتے ہیں ان کے جواب تو آسان ہوا کرتے ہیں۔ مگر کبھی کبھی ایسے مشکل سوالات بھی آجاتے ہیں۔ جس میں قوت فکر کام نہیں کرتی اور بار بار غور و خوض کرنے کے بعد بھی دماغ کام نہیں کرتا کہ اس کا کیا جواب تحریر کیا جائے؟ ایسی صورت میں اگر قوت اجتہادی اور نفسیات کا استعمال نہیں کیا جائے گا تو کوئی جواب نہیں بن پائے گا۔ حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بھی اس طرح کے سوالات پیش ہوئے اور آپ نے اس پر ایک نظر ڈالتے ہی نفسیات کے ذریعہ بھانپ لیا کہ اس کا کیا جواب ہونا چاہیے اور فوری جواب تحریر فرما کر لوگوں کو انگشت بدنداں کردیا۔ چنانچہ ایک استفتا کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"جس نے یہ نکاح کیا اس پر فرض ہے کہ فوراً جدا ہو جائے۔ وہ عورت مرد اور اس نکاح کے ساعی و شرکا جو اس سے واقف تھے کہ یہ نکاح نانا کی زوجہ سے اس کے نواسہ کا ہو رہا ہے گنہگار ہوئے وہ مفتی بھی۔ خدا اسے اور سب کو توبہ و رجوع کی توفیق دے اور معاف فرمائے۔"

یہ فتویٰ غلط دیا مگر کسی مسلمان اور پڑھے لکھے انسان کی طرف یہ گمان کہ اس نے جان بوجھ کر ایسا غلط فتویٰ دیا بدگمانی ہے اور بدگمانی خود ممنوع ہے۔ اگر اس نے بے سمجھی سے ایسا عجلت میں کہا یا سمجھ کر دانستہ غلط کہا تو بہر حال اس مفتی سے گناہ ہوا دوسری صورت ہو تو آفت سخت ہے۔ میرے پاس دوسری جگہ سے بھی یہ سوال آیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ مفتی نے دھوکا کھایا۔ فتاویٰ رضویہ کی اس عبارت سے کہ باپ کی ساس حلال ہے اگر اپنی نانی نہ ہو۔ مفتی نے یہ عبارت دیکھ کر اس کا مطلب یہ سمجھا کہ سگی نانی

حرام ہے اور سوتیلی حرام نہیں۔ حالانکہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ باپ کی ساس جو اس شخص کی نانی ہو حرام ہے۔ سگی ہو یا سوتیلی۔ اور جو اس کی نانی نہیں وہ حلال ہے باپ کی ساس ہونے سے نانی حرام نہیں۔ سگی نانی ماں کی ماں اور زوجہ نانا ہونے سے حرام ہے اور سوتیلی نانی نانا کی منکوحہ ہے اس لیے حرام ہے۔ باپ کی وہ ساس جو اس کی نانی نہیں نہ سگی نہ سوتیلی وہ حرام نہیں۔ تو یہ کہنا کہ باوجود علم کے محض دنیاوی مفاد کے خیال سے مفتی نے جواز کا فتویٰ دیا خلاف واقع بات۔ اور بدگمانی معلوم ہوتا ہے۔

والغیب عند اللہ وھوا علم بحقیقۃ الحال واللہ تعالیٰ اعلم(۱۸)

فتاویٰ مصطفویہ میں جا بجا حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی دیدہ وری، فقہی بصیرت اور قوت اجتہادی کے نمونے ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ پورا فتاویٰ مصطفویہ آپ کی دیدہ وری، فقہی بصیرت اور شانِ اجتہاد کا عظیم شاہکار ہے تو غلط نہ ہوگا۔

حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے وہ بصیرت اور نفسیات تصور عطا کیا تھا کہ وہ ایک نظر ڈالتے ہی استفتا کی تہہ تک پہنچ جاتے تھے۔ جیسا کہ ابھی اوپر آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ فتاویٰ رضویہ کی عبارت کی ایسی واضح توضیح فرمائی کہ کسی طرح کا کوئی شک وشبہہ ہی نہ رہا۔ چنانچہ اسی طرح کا ایک استفتا مدرسۂ قادریہ بدایوں شریف کے مفتیانِ کرام کی خدمت میں پیش ہوا۔ وہاں کے مفتیان کرام نے اس کا منفی شکل میں جواب تحریر فرمایا مگر جب وہی استفتا حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پیش ہوا تو آپ نے جو اس کا جواب تحریر فرمایا اس کو پڑھ کر روح وجد کرنے لگتی ہے اور بے ساختہ زبان پر آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فقیہ النفس بنا کر اس دنیا میں بھیجا تھا۔ ملاحظہ ہو پوری تفصیل۔

مسئلہ:

از قصبہ آنولہ قلعہ ضلع بریلی مرسلہ جناب سید لائق علی صاحب ۱۴ر جمادی الاخریٰ ۱۳۵۲ھ

زید نے اپنی زوجہ منکوحہ سے یہ کہہ کر کے تو میرے نکاح سے باہر ہے میری بیوی نہیں رہی اور نہ میرے کام کی ہے اور لفظ لعن تک کہے اور تعلقاتِ زن وشوہر منقطع کر کے اس کے والدین کے گھر بھیج دیا۔ اور زید نے خود ایک دوسری عورت بازاری سے تعلق کر کے اپنے پاس رکھ لیا۔ زید کی زوجہ جب سے اب تک جس کو زمانہ دو سال گزرتا ہے اپنے والدین کے پاس ہے۔ ایسی صورت میں زید کی زوجہ زید کے نکاح میں رہی یا نہیں؟

الجواب:

زید کی زوجہ کو طلاق ہوگئی اور تین حیض گزرنے سے غیر حاملہ کی عدت گزر جاتی ہے۔ دوبارہ

نکاح بغیر حلالہ ہوسکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ عزیز احمد قادری دار العلوم قادریہ بدایوں من اجاب فقط اصاب عبیداللہ غفرلہ. قداصاب من اجاب ابو الحمید محمد رضوان الرحمن الحنفی المدرس بالمدرسة القادریہ .الجواب الصحیح محمد یٰسین عفی عنہ۔ الجواب صواب، احمد الدین عفی عنہ۔

الجواب:

سوال اگر چہ بہت ہی گول (مول) تھا مگر سوال دیکھتے ہی یہ خیال ہوا کہ شوہر نے یہ الفاظ بطور انشا نہیں کہے ہوں گے بلکہ اخبار اً سائل سے واقعہ کی تفصیل پوچھی تو یہی معلوم ہوا کہ اس نے یہ الفاظ اس لیے کہے تھے کہ عورت اس کی بے اجازت چلی گئی تھی۔ جاہلوں میں یہ غلط مشہور ہے کہ عورت اگر بے اجازت شوہر کے گھر سے قدم نکالے تو وہ نکاح سے باہر ہو جاتی ہے۔ شوہر نے اس باطل بات پر دہ کہا نہ یہ کہ اسے طلاق دینا مقصود تھا اور اس وقت طلاق دینے کے لیے یہ لفظ کہے ظاہر ہے کہ اس صورت میں اصلاً طلاق نہ ہوئی۔ اور اگر واقعہ یہ نہ بھی ہوتا بلکہ بطور خود اس نے یہ الفاظ کہے ہوتے۔ جب بھی علی الاطلاق طلاق کا حکم نہ ہوتا کہ یہ کنایات ہیں اور کنایہ محتاجِ نیت۔ وہ اگر بقسم کہہ دیتا کہ میں نے اس سے طلاق کا ارادہ نہ کیا طلاق کا حکم نہ ہوتا اگر اقرارِ نیت کرتا تو طلاق کا حکم دیا جاتا۔ فتاویٰ امام فقیہ النفس قاضی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نیز ہندیہ میں ہے **لو قال نکاح بینی وبینک او قال لم یبق بینی و بینک نکاح یقع الطلاق اذا نوی** بلکہ ''فتاویٰ خانیہ'' میں فرمایا **لو قال فنحت نکاحک یقع الطلاق اذا نوی.** تو میری بیوی نہ رہی تو ظاہر ہے کہ اخبار ہی ہے۔ نہ میرے کام کی ہے۔ کنایہ ہے۔ محتاجِ نیت تو علی الاطلاق حکم طلاق یقیناً محض باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۱۹)

اسی طرح ایک استفتا کے سوال نمبر ۴ رکے جواب میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔ (۴) **عضا اللہ عن المفتی** . مفتی نے فتویٰ دینے میں عجلت کی اور غور و تامل سے کام نہ لیا۔ خدا و رسول کا واسطہ ماننے سے انکار دیکھ کر وہ حکم لگا دیا۔ سائل نے مفتی کو دھوکا بھی دیا مگر مفتی اگر تامل کرتا تو یہ حکم نہ دیتا۔ اللہ اسے معاف فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲۰)

فتاویٰ مصطفویہ میں اس طرح کی تمثیلات و توضیحات جا بجا ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے اس مجموعہ فتاویٰ میں صرف روزمرہ کے مسائل سے ہی بحث نہیں کی گئی ہے۔ بلکہ اس میں مسائل جدیدہ بھی ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں ۔جس سے آپ کی فقہی بصرت، عوام الناس کے احوال سے واقفیت، اور آپ کی قوت اجتہادی، شانِ بصیرت اور ماہر نفسیات ہونے کا اندازہ ہوتا ہے۔

ماخذومراجع

(۱) لغاتِ کشوری، مولوی سید تصدق حسین رضوی، دارالاشاعت اردو بازار، کراچی، ص ۳۴۲

(۲) اذانِ جمعہ، امام احمد رضا قادری، حق اکیڈمی، مبارکپور اعظم گڑھ، ص ۱۱

(۳) معارف رئیس الاتقیا، انجمن عاشقانِ بلال، ملوک پور بازارداران، بریلی شریف، ص ۲۴

(۴) فتاویٰ حامدیہ، حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خاں، رضوی کتاب گھر دہلی، ص ۹۴

(۵) فتاویٰ رضویہ جلد پنجم، امام احمد رضا قادری، رضا دارالاشاعت، بریلی، ص ۱۶۸۔۱۶۹

(۶) فتاویٰ رضویہ جلد دوم، امام احمد رضا قادری، رضا اکیڈمی ممبئی، ص ۳۰

(۷) حدیث نبوی اور علم النفس، محمد عثمان تجانی، الفیصل غزنی اسٹریٹ اردو بازار، لاہور، ص ۵۸۔۵۹

(۸) فتاویٰ حامدیہ، حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خاں، رضوی کتاب گھر دہلی، ص ۹۲

(۹) معارف رئیس الاتقیا، انجمن عاشقانِ بلال، ملوک پور بازارداران بریلی شریف، ص ۴۱

(۱۰) فتاویٰ برکاتیہ، مفتی جلال الدین احمد امجدی، کتب خانہ امجدیہ بستی، ص ۱۳

(۱۱) فتاویٰ رضوی جلد دوازدہم، امام احمد رضا قادری، رضا اکیڈمی ممبئی، ص ۱۳۰۔۱۳۱

(۱۲) مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری، ڈاکٹر سراج احمد بستوی، فرید بک اسٹال لاہور، ص ۴۴

(۱۳) اصلاح معاشرہ میں امام احمد رضا کی سعی، ڈاکٹر سراج احمد قادری، کتب خانہ مینائیہ لکھنؤ، ص ۳

(۱۴) مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری، ڈاکٹر سراج احمد قادری بستوی، فرید بک اسٹال، لاہور، ص ۴۵

(۱۵) فتاویٰ مصطفویہ، علامہ محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری، رضا اکیڈمی ممبئی، ص ۳۱

(۱۶) ایضاً، ص ۱۷۔۱۸

(۱۷) ایضاً، ص ۲۶۔۲۷

(۱۸) ایضاً، ص ۲۳۸۔۲۳۹

(۱۹) ایضاً، ص ۳۶۳

(۲۰) ایضاً، ص ۱۰۲

"حضرت (رضا) بریلوی قدس سرہ نے ایک ہزار کے لگ بھگ تصانیف ارقام فرمائیں اور جس مسئلے پر قلم اٹھایا، الم نشرح کر کے چھوڑا۔ ان تمام تصانیف کا سرتاج اردو ترجمۂ قرآن پاک ہے جس کی نظیر نہیں ہے اور اس ترجمہ کا مرتبہ اسی کو معلوم ہوتا ہے جس کی اعلیٰ درجہ کی تفاسیر پر نظر ہے۔ اس ترجمۂ مبارک میں مفسرین کا اتباع کیا گیا ہے اور جن مشکلات اور ان کے حل مفسرین نے صفحات میں جا کر بمشکل بیان فرمائے ہیں اس محسن اہلسنت نے اس ترجمہ کے چند الفاظ میں کھول کر رکھ دیا ہے......"

علامہ عطا محمد بندیالوی

(کنز الایمان اور تحقیقی امور، مطبوعہ نوری مشن مالیگاؤں، ص ۹)

حضور مفتی اعظم اور نمازوں کا اہتمام

حافظ شکیل احمد رضوی*

نماز اللہ عزوجل کے قرب و رضا کا سبب اور وجہ سکوں ہے۔ اس سے مصائب و آلام دور ہوتے ہیں اور رحمت و عافیت کا نزول ہوتا ہے۔ نماز آقائے کائنات سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا ذریعہ ہے اس سے گناہ دُھلتے ہیں اور کردار سنورتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ: رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: بتاؤ اگر تم لوگوں میں کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا ان کے بدن پر کچھ میل باقی رہ جائے گا؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا ایسی حالت میں اس کے بدن پر کچھ بھی میل باقی نہ رہے گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بس یہی کیفیت ہے پانچوں نمازوں کی۔ اللہ تعالیٰ ان کے سب گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (انوار الحدیث، ص ۱۵۰، مطبوعہ دہلی بحوالہ بخاری و مسلم)

بزرگان دین اور علمائے حق و اسلاف کرام نمازوں کی بڑی پابندی فرماتے، نمازوں کو ان کے وقتوں پر مسجد میں ادا فرماتے۔ فی زمانہ ہماری پستی اور تنزلی کا ایک سبب نمازوں سے سستی و غفلت ہے کہ اس سے قلب کی طہارت، روح کی پاکیزگی اور ایمان کی پختگی ہوتی ہے۔ افسوس! نماز باجماعت کی ادائیگی کا جذبہ جاتا رہا، تکبیر اولیٰ میں شرکت کی پابندی بھی نہیں رہی نماز جمعہ کے سوا بقیہ نمازوں کا اہتمام بھی سب نہیں کرتے اس پر نیتوں کی خرابی مستزاد۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہ شریعت پر اتباع کا خاص اہتمام فرماتے۔ نمازوں کے ساتھ ساتھ دیگر شرعی احکام پر عمل کی تنبیہ فرماتے بایں وجہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والا احکام شرع کا پابند ہو جاتا اور نمازوں کا اہتمام بھی کرنے لگتا۔

حسن اخلاق مومن کا جوہر ہے حضور مفتی اعظم قدس سرہ اس سے متصف تھے اور فرائض و واجبات و سنن پر عمل میں منفرد المثال تھے اور اپنی حیات طیبہ سے اسی کا درس بھی دیا۔ مولانا قاضی عبدالرحیم بستوی تحریر فرماتے ہیں:

''حضور مفتی اعظم نور اللہ مرقدہ کے عالی کردار، بلند اخلاق، علمی بصیرت، جودت طبع، حسن حافظہ، خدمت دینی کے واقعات کثرت سے ہیں اور ان امور میں آپ یگانۂ روزگار تھے فرائض و

*مدینہ کتاب گھر، اولڈ آگرہ روڈ، مالیگاؤں (ضلع ناسک)

واجبات، سنن و مستحبات کی محافظت میں نمایاں خصوصیت کے حامل تھے، اتباع سنت کا خاص اہتمام فرماتے تھے، خدمت خلق آپ کا عظیم کارنامہ ہے۔"

(ماہنامہ استقامت ڈائجسٹ کانپور، مفتی اعظم نمبر مئی ۱۹۸۳ء، ص ۱۶۷)

اس قدر تمہیدی گفتگو کے بعد اب ہم اپنے موضوع سے متعلق چند واقعات اور حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی بارگاہ کے فیض یافتہ علما کے مشاہدات اختصاراً پیش کرتے ہیں۔ یوں تو اس سلسلے کے مضامین کثیر ہیں لیکن چند پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی لکھتے ہیں: "آخری اوقات میں جب ضعف و نقاہت میں بے حد اضافہ ہو گیا تھا اور بیٹھے رہنے میں بھی تکلیف ہوتی تھی۔ یہ دیکھا گیا کہ مسجد میں جب تک بیٹھے ہیں مسلسل کراہ رہے ہیں۔ اٹھتے ہیں تو سہارا دیا جاتا ہے۔ بیٹھتے ہیں تو سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چلتے ہیں تو لوگ دونوں طرف سے سنبھالے رہتے ہیں۔ لیکن جیسے ہی تکبیر شروع ہوئی ایسی چستی کے ساتھ کھڑے ہو جاتے جیسے کوئی تکلیف ہی نہ ہو۔ پوری نماز قیام و رکوع کے ساتھ نہایت تندہی اور مستعدی کے ساتھ ادا کرتے اور اف تک کی صدا لب تک نہ آئی۔ جیسے قیام و قعود اور رکوع و سجود کی مشقتیں خشیت الٰہی اور خوف ربانی میں تحلیل ہو گئی ہوں۔" (ایضاً، ص ۶۷)

راقم کے مرشد گرامی علامہ اختر رضا خاں قادری ازہری مدظلہ العالی لکھتے ہیں کہ: "بارہا ایسا ہوا کہ نماز کے لئے ٹرین چھوڑ دی حتیٰ کہ اخیر وقت میں وصال سے چند گھنٹے قبل بھی نماز کا خیال رکھا اور سردی کے موسم میں باقاعدہ وضو کر کے کھڑے ہو کر نماز مغرب ادا کی۔" (ایضاً، ص ۱۹۴)

وضو میں حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے اہتمام اور احتیاط سے متعلق علامہ محمد عبد المبین نعمانی قادری مصباحی رقم فرماتے ہیں: "سیدی حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کو دیکھا گیا کہ سخت سردیوں میں بھی وضو بناتے، جبکہ بڑھاپے کے اس عالم میں بہت سے لوگ وضو کی ہمت نہیں کرتے، حتیٰ کہ ایک بار پاؤں میں آپریشن ہوا جس کی وجہ سے ڈاکٹر نے پیر پر پانی ڈالنے سے منع کر دیا، کہ نقصان کا خطرہ ہے، مگر آپ نے تیمم نہ کرتے ہوئے وضو فرمایا، اور تکلیف کی شدت کے باوجود آپ نے کھڑے ہو کر ہی نماز ادا فرمائی۔ یہ محض عزیمت اور استقامت کی بات تھی جو کرامت پر فوقیت رکھتی ہے۔

جن ایام میں حضرت صاحب فراش تھے اور کبھی استغراقی کیفیت بھی رہا کرتی نقاہت اس قدر تھی کہ بیٹھنا دشوار تھا، لیکن جب نماز کا وقت آتا فوراً اٹھ بیٹھتے اور وضو کرتے اور نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے، اس نقاہت کے عالم میں بھی جماعت کے لئے دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں حاضری دیتے

اور انہیں ایام میں ایسا کئی بار ہوا کہ نماز کے بعد کچھ ہی وقفہ گزرا فرمایا، وضو کروں گا، انتہائی نقاہت کی وجہ سے خدام عرض کرتے، حضرت ابھی تو نماز پڑھی ہے اب آرام فرمائیں لیکن فرماتے میں وضو کروں گا، نماز پڑھوں گا،

اس طرح بہت بار ہوا کہ ایک ہی نماز کئی کئی بار پڑھی ہاں اس وقت بھی ایسا کبھی نہ ہوا کہ کوئی نماز بھول کر چھوڑ دی ہو یا وقت گزرنے کے بعد ادا فرمائی ہو۔

ایک مرتبہ نماز عصر جا رہی تھی اور بس رکتی نہیں تھی اچانک بس ایک جگہ رکی کچھ دوری پر پانی تھا حضرت فوراً اترے پانی کی تلاش میں کچھ دور گئے۔ وضو بنایا اور نماز ادا کی اور بس چھوٹ گئی مگر نماز نہ چھوڑی اور پیشانی پر بل تک نہ آیا، جبکہ نماز کے جانے کا بہت خوف تھا۔ بار بار فرماتے، ہائے رے میری نماز، ہائے رے میری عصر۔

انتقال کی شب جب کہ کئی روز سے حضرت نے کھانا تناول نہیں فرمایا تھا لوگوں نے بہت اصرار کیا کہ حضرت کچھ کھانا تناول فرمالیں، لیکن ہر بار انکار ہی کرتے رہے آخر میں مولانا عبدالہادی افریقی نے فرمایا حضرت تھوڑا سا کھالیں نماز کی طاقت آجائے گی، تو حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے۔ نماز کی طاقت آجائے گی تو کھالوں گا۔" (برکات نماز، مطبوعہ چریاکوٹ ۲۰۰۴ء، ص ۴۲۔۴۳)

خلق کا ہجوم ہوتا۔ تعویذ طلب کرنے والوں کو تعویذ عنایت فرماتے ساتھ ہی نمازوں کی پابندی کی تعلیم فرماتے۔ جنہیں وظائف بتاتے انہیں حکم فرماتے کہ فلاں نماز کے بعد پڑھنا اور پھر وہ نمازوں کا پابند ہو کر رہ جاتا اس طرح حضور مفتی اعظم قدس سرہ تعویذ نویسی کے ذریعہ لوگوں کو نماز کی طرف راغب فرما دیتے۔

مفتی اعظم مہاراشٹر مفتی محمد مجیب اشرف رضوی اپنے خطبات میں اکثر و بیشتر حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی معیت میں اور سفر و حضر میں پیش آمدہ واقعات بیان فرماتے ہیں۔ رضا اکیڈمی مالیگاؤں کے زیر اہتمام منعقدہ "جشن حضور مفتی اعظم" میں آپ نے حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی استقامت، کرامت کے پیش رو اور دوران سفر پیش آنے والے متعدد واقعات بیان فرمائے جن میں خصوصیت سے نمازوں پر گفتگو کی، مخاطبت میں ایک مقام پر فرمایا:

"اس صاحب استقامت (حضور مفتی اعظم قدس سرہ) کا حال یہ تھا کہ سفر میں اسی اطمینان کے ساتھ نماز پڑھتے تھے جس طرح مسجد میں نماز ادا فرماتے تھے، ٹرین وغیرہ چھوٹنے کے خیال سے جلد بازی نہ فرماتے کامل خشوع وخضوع اور سنتوں کی رعایت فرماتے ہوئے ہر رکن ادا فرماتے تھے، کئی بار

ایسا بھی ہوا کہ آپ ٹرین سے اتر کر یارکی ہوئی ٹرین میں نماز ادا کر رہے ہیں اور ٹرین کا وقت ہو گیا، لوگ پریشان ہیں کہ ٹرین چل نہ دے، مگر میں ہمیشہ مطمئن رہا کہ ٹرین اس وقت تک نہیں جا سکتی، جب تک نماز پوری نہ ہو جائے اور ہمیشہ ایسا ہی ہوا۔ نماز کی وجہ سے حضرت کی ٹرین کبھی نہیں چھوٹی بلکہ چلتی ہوئی ٹرین رک گئی جس نے اللہ جل مجدہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ چھوڑا ہو اس کو ٹرین کیا چھوڑ کر جا سکتی ہے۔

آپ چلتی ہوئی ٹرین پر فرض، وتر اور سنت کبھی نہیں پڑھتے تھے، کیونکہ یہ نمازیں جس چیز پر پڑھی جائیں ان کا زمین پر استقرار (ٹھہرا) ہونا شرط ہے۔ بشرطیکہ اس کا استقرار ممکن ہو۔ جب شرط نماز نہ پائی گئی تو نماز بھی درست نہیں۔ بہت سے لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہیں، چلتی ٹرین میں سیٹ پر بیٹھے ہوئے فرض واجب وغیرہ پڑھ لیتے ہیں بلا عذر شرعی یہ نمازیں درست نہیں ہوں گی۔ میں نے پانچ سال تک مسلسل حضور مفتی اعظم کی خدمت کی ہے اس عرصہ میں ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ حضرت نے چلتی ہوئی ٹرین میں نماز ادا کی ہو۔ وضو کر کے تیار رہتے ٹرین کے ٹھہرنے کا انتظار فرماتے جب رکتی تب نماز پڑھتے کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ نماز کا وقت اخیر ہو رہا ہے اور ایکسپریس ٹرین کافی دیر میں رکنے والی ہے بیچ میں اسٹاپ نہیں ہے مگر اچانک کسی وجہ سے بیچ میں رک گئی اور حضرت نے نماز پڑھ لی اور ٹرین پھر چلی۔ کبھی بھی نماز قضا ہونے کی نوبت نہیں آئی سچ ہے صاحبان عزیمت کی غیبی مدد ہوتی ہے۔"

محبوبان خدا کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اللہ اللہ ایک موقع پر ہوائی جہاز سے سفر کو مفید فرمایا اس میں بھی نماز کی ادائیگی کا پہلو پیش نظر تھا۔ ایک مرتبہ اجمیر شریف سے بمبئی آنا تھا۔ تبلیغ و اشاعت دین کے اسفار جاری تھے۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہ اپنے محبین کے ہمراہ اجمیر شریف سے جے پور آئے اور نیاز مندوں کی عرض پر جے پور سے بذریعہ ہوائی جہاز بمبئی پہنچے، مولانا منصور علی خاں قادری تحریر فرماتے ہیں:

"سرکار مفتی اعظم ہند کا یہ پہلا ہوائی سفر تھا۔ جے پور سے بمبئی تک کا فاصلہ تقریباً ایک گھنٹہ میں طے ہوا۔ پہلے کی اطلاع کے بموجب طیران گاہ پر احباب موجود تھے۔ کار کے ذریعہ شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت اس وقت بے حد مسرور اور شاداں تھے فرمایا: ہوائی جہاز کا سفر بہت اچھا سفر ہے اس کی وجہ آپ لوگ بیان کیجئے۔ اس وقت جو نیاز مند کار میں ہمراہ تھے ان میں سے کسی نے کہا اچھا سفر ہے اس لئے کہ بہت آرام دہ ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ وقت کم لگتا ہے۔ اور اسی طرح لوگوں نے عرض کیا۔ حضرت نے تمام کے جوابات سماعت فرمائے اور پھر فرمایا کہ ہوائی جہاز کا سفر اچھا سفر ہے اس لئے

کہ اس سفر میں نمازیں قضا نہیں ہوتیں۔ جے پور سے فجر ادا کرنے کے چار گھنٹے بعد چلے اور بمبئی آ گئے۔ ابھی ظہر کا وقت شروع ہونے میں ایک گھنٹہ ہے۔ تمام کی زبان سے سبحان اللہ کی صدا بلند ہوئی۔ یہ ہیں اللہ والے جن کی خوشی اور مسرت کی وجہ بھی دینی کام ہے۔''

(ماہنامہ استقامت ڈائجسٹ کانپور، مفتی اعظم نمبر مئی ۱۹۸۳ء، ص ۴۴۳)

تقسیم ہند کے بعد کا دور مسلمانوں کے لئے بڑا نازک تھا۔ ہندوؤں کی ریشہ دوانیاں بھی کچھ کم نہ تھیں۔ اس دور میں بھی حضور مفتی اعظم قدس سرہ پنج وقتہ نمازیں مسجد میں ادا فرماتے جبکہ بریلی شریف میں محلہ سوداگران میں آپ کے خاندان کے سوا ہندو بکثرت آباد ہیں۔ اور بڑا خوف وہراس کا ماحول تھا۔ سچ ہے جس کے دل میں خشیت الٰہی اور محبت رسالت پناہی ہو مصائب وآلام زمانہ اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔

رضا اکیڈمی بمبئی نے حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے ۲۵ رویں عرس مبارک کی نسبت سے ''کاروان نوری'' نکالا۔ یہ تاریخ ساز کارواں جن بلاد وامصار میں پہنچا اپنے پیغام میں حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی خدمات اور حیات کے حوالے سے خصوصیت سے نمازوں کی پابندی کے درس کو پہنچایا۔ مالیگاؤں میں ''کاروان نوری'' کا استقبال ہوا اور ایک نشست آراستہ کی گئی جس سے خطاب کرتے ہوئے الحاج محمد سعید نوری صاحب قبلہ نے فرمایا:

''حضور مفتی اعظم کی عادت کریمہ تھی کہ آپ نمازوں کی سختی کے ساتھ پابندی فرماتے۔ آپ سفر میں ہوں یا مقیم یا علالت کے عالم میں نماز کو ان کے وقت پر ادا کیا، نماز جیسی اہم ترین عبادت کو مسلمان پابندی کے ساتھ ادا کرتے رہیں اور عقائد حقہ پر کاربند رہیں۔ کاروان نوری کا یہی پیغام ہے۔''

نماز زندگی کو پاکیزہ بنا دیتی ہے۔ عمر کفایت نہیں کرسکتی آن کی آن میں تندرست وتوانا انسان موت کی منزل میں پہنچ جاتا ہے لہٰذا خیالات واحساسات یہ نہیں ہونے چاہئیں کہ اخیر عمر میں عبادت کرلیں گے اور نمازوں کے پابند ہولیں گے بلکہ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کا یہ پیغام مژگاں پر سجالینا چاہئے کہ۔

ریاضت کے یہی دن ہیں بڑھاپے میں کہاں ہمت
جو کچھ کرنا ہو اب کرلو ابھی نوری جواں تم ہو

....

آئینۂ حیات حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز

مولانا محمد انور علی قادری برکاتی نوری رضوی *

آفتاب علم و معرفت، ماہتاب شریعت و طریقت، واقف اسرار حقیقت، عکس اعلیٰ حضرت تاجدار اہلسنت مظہر غوث اعظم، مولانا شاہ محمد آل الرحمٰن ابوالبرکات محی الدین جیلانی مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات مقدس محتاج تعارف نہیں۔ پوری دنیا میں آپ کو حضرت مفتی اعظم ہند کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے آپ کے علمی، اسلامی، فقہی اخلاقی دینی کارناموں پر تحقیقات کے جواہر منظر عام پر لائے جارہے ہیں۔ ارباب علم و دانش آپ کی فقہی بصیرت پر ریسرچ کررہے ہیں۔ آپ ایک بلند پایہ عالم وفقیہ ومحدث، پندرہویں صدی کے مجدد، ایک مرشد کامل ایک صاحب طرز ادیب اور بے مثال مذہبی محتاط مفکر وشاعر گزرے ہیں جس طرح آپ کو تمام علوم وفنون میں مہارت تامہ حاصل تھی اسی طرح فن شعر وسخن میں بھی آپ کی امتیازی شان ہے۔ آپ کی نعتیہ شاعری بھی خاندانی وراثت ہے جو اخلاص ومحبت اور عشق رسول میں ڈوبی ہوئی ہے۔ آپ کا مکمل نعتیہ دیوان ''سامان بخشش'' ہے جو مقبول خاص وعام ہے۔ آپ کی نعتیہ شاعری پر بھی تحقیقی کام ہورہا ہے۔ آپ کی تصنیفات وتالیفات وحواشی کا گرانقدر ذخیرہ موجود ہے۔ آپ نے ۷۲ رسال تک مختلف مسائل پر بے لوث فتویٰ نویسی کا کام انجام دیا آپ کے محققانہ قلم اور زبان سے تقریباً ایک لاکھ سے زائد فتاویٰ صادر ہوئے ہیں آپ نے ہندوستان کے اکثر اضلاع اور صوبوں کا شہر شہر قریہ قریہ دینی تبلیغی دورہ کیا اور اس کام کے لئے ایک جماعت بنام ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' قائم فرمائی جس کی مذہبی خدمات کی پوری روداد مطبوعہ شکل میں موجود ہے۔ آپ کے دست حق پرست پر سینکڑوں غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے اور ہزاروں بدعقیدہ دولت ایمان سے مالا مال ہوئے اور لاکھوں بدعمل وبے عمل افراد تائب ہوکر نیکوکار بن گئے۔ آپ نے احقاق حق اور ابطال باطل کا بے مثال تاریخ ساز فریضہ انجام دیا۔ ذیل میں آپ کی حیات طیبہ کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ ایک نظر میں

ولادت : ۲۲ رذی الحجہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۷ رجولائی ۱۸۹۲ء بروز دوشنبہ مبارکہ، بمقام محلہ سوداگران بریلی شریف۔

*استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف

وطن مالوف : بریلی شریف (یوپی) انڈیا۔

اسم گرامی : پیدائشی نام محمد ہے حسب خواب اعلیٰ حضرت آل الرحمٰن اور بحکم مرشد برحق حضرت شاہ نوری میاں قدس سرہ النورانی ابوالبرکات محی الدین جیلانی عرف مصطفےٰ رضا ہوا۔

القاب تخلص : مفتی اعظم ہند، مفتی عالم، تاجدار اہل سنت، مظہر غوث اعظم، پرتو اعلیٰ حضرت جیسے القاب آپ کو ملے نوری تخلص فرماتے۔

حسب و نسب: آپ نسباً پٹھان مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری تھے۔

بیعت و خلافت : شیخ کامل حضرت سیدنا ابوالحسین احمد نوری مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۲۵ر جمادی الآخر ۱۳۱۱ھ چھ ماہ تین یوم کی عمر میں داخل سلسلہ فرمایا اور تمام سلاسل کی خلافت عطا فرمائی اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت محدث بریلوی قدس سرہ سے بھی آپ کو اجازت وخلافت حاصل تھی۔

تسمیہ خوانی : ۲۶ر ربیع الآخر ۱۳۱۵ھ میں ہوئی۔

سلسلۂ تعلیم : جب سخن آموزی کی منزل عبور کر چکے تو آپ کو مرکز اہلسنت دارالعلوم منظر اسلام میں داخل کر دیا گیا اور آپ کی تعلیم کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ آپ نے جملہ علوم وفنون اپنے والد ماجد مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے حاصل کیے۔

ختم قرآن پاک : آپ کے برادر اکبر حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمہ نے صرف ۳ر سال میں ناظرہ قرآن پاک کی تکمیل کرادی۔

درسیات: حضرت علامہ شاہ رحم الٰہی صاحب منگلوری وعلامہ شاہ سید بشیر احمد صاحب علی گڑھی، مولانا ظہور الحسین صاحب رامپوری وغیرہم سے آپ نے درسیات کی تکمیل فرمائی۔

فراغت : ۱۸ر سال کی عمر میں آپ نے جملہ علوم وفنون پر عبور حاصل کر کے سند فراغت حاصل کر لی تھی۔

اعلان ولایت: بچپن ہی میں ابوالحسین احمد نوری وسرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہم نے ولی ہونے کی نشاندہی فرمائی۔

درس و تدریس : فراغت کے بعد جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف میں مسند درس وتدریس کو آپ نے رونق بخشی کئی سال تک علم وحکمت کے دریا بہاتے رہے۔ برصغیر پاک وہند کی درسگاہیں آپ کے تلامذہ ومستفیدین سے مالا مال ہیں۔ جن کی فہرست طویل ہے۔

مشاہیر تلامذہ : بعض مشہور تلامذۂ کرام کے اسما جو بجائے خود استاذ الاساتذہ شمار کیے جاتے ہیں۔ شیر بیشۂ اہل سنت حضرت علامہ محمد حشمت علی خاں صاحب قبلہ پیلی بھیتی، محدث اعظم پاکستان

حضرت علامہ مفتی سردار احمد صاحب قبلہ، فقیہ عصر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اعجاز ولی خاں صاحب بریلوی قدست اسرارہم ہیں آپ کے چند تلامذہ آج بھی باحیات ہیں۔

پہلا فتویٰ: ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء بعمر ۱۸ رسال آپ نے سب سے پہلا فتویٰ مسئلہ رضاعت کا تحریر فرمایا۔ اعلیٰ حضرت نے جس کو دیکھ کر مسرت کا اظہار کیا اور اس کی تصدیق فرمائی، نیز مہر بنوا کر دی۔

تاریخی فتوی: آپ کا تاریخی فتویٰ نسبندی کے خلاف خاص اہمیت رکھتا ہے۔

فتویٰ نویسی: ۷۲ رسال تک مسلسل مختلف مسائل پر تقریباً ایک لاکھ سے زائد محققانہ فتاوے آپ کے قلم فیض رقم سے صادر ہوئے۔ تین جلدیں چھپ چکی ہیں۔

عقد مسنون: حضرت مولانا محمد رضا خاں صاحب برادر اصغر حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کی اکلوتی صاحبزادی کے ساتھ ہوا۔ جو ۱۶ ر جمادی الآخرہ ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء کو وصال فرما گئیں علیہا الرحمہ۔

اولاد: آپ کے دو صاحبزادے ہوئے ایک کا ولادت کے چند ساعت بعد وصال ہو گیا۔ دوسرے صاحبزادے محمد انور رضا علیہ الرحمہ ہیں جو پانچ سال کی عمر میں وصال فرما گئے اور دس صاحبزادیاں ہوئیں۔ سات وصال فرما گئیں تین بقید حیات ہیں (بہ روایت حضرت قاری تسلیم رضا خاں صاحب قبلہ)

پہلا حج: ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۹۴۶ء میں ادا کیا۔ اس وقت فوٹو نہ تھا۔

دوسرا حج: ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء میں ادا کیا۔ اس وقت بھی فوٹو کی پابندی نہ تھی۔

تیسرا حج: ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء میں کیا مع اہلیہ محترمہ علیہا الرحمہ اس بار فوٹو کی پابندی تھی لیکن آپ نے فوٹو نہ بنوایا۔ بلکہ آپ کے ہمراہیوں نے بھی فوٹو نہ بنوایا۔ حکومت ہند نے ان کے پاسپورٹ کو بغیر فوٹو کے جاری کر دیا یہ حج بغیر فوٹو کے ادا کیا گیا جو ایک تاریخی حج تھا۔

علم و فضل: حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ علم ظاہر و باطن کے دریائے زخار تھے جزئیات فقہ پر کافی عبور تھا اور فتویٰ نویسی ان کا آبائی ورثہ تھا۔ مختصر یہ کہ وہ مجمع البحرین اور علم و عرفان کے سنگم تھے۔

شباہت: سرکار مفتی اعظم ہند قدس سرہ صورتاً اپنے والد ماجد حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے بہت مشابہ تھے اور سیرتاً بھی ایسے کہ ان کو دیکھو تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو دیکھ لیا ان کے تقویٰ و طہارت و تقدس میں جلوۂ غوث اعظم نظر آتا تھا۔

نقش سراپا: قد میانہ، چہرہ گول پُر نور آنکھیں بڑی بڑی کالی چمکدار، بھویں گنجان، پلکیں گھنی سفید ہالہ نما، رنگت سرخی مائل سفید گندمی، پتلے لب، چھوٹے دانت، ناک متوسط قدرے اٹھی ہوئی، کان

متناسب قدرے دراز، رخسار بھرے گداز روشن، ہاتھ لمبے، انگلیاں موزوں، ہتھیلیاں بھری گداز، کلائیاں چوڑی، پاؤں متوسط، ایڑیاں گول، بدن نحیف۔

دورۂ تبلیغ : حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے مدھیہ پردیش، بہار، بنگال، آسام، پنجاب، آندھرا پردیش، مہاراشٹر، گجرات، کرناٹک، یوپی، ہماچل پردیش، مدراس وغیرہ کے اکثر مقامات شہرو قریہ کا تبلیغی دورہ فرمایا۔

خدمت خلق : بلاتفریق مذہب وملت بے لوث لاکھوں افراد کو تعویذات دے کر بھی خدمت خلق کرتے رہے۔

رشد و ھدایت : آپ کے دست حق پرست پر سینکڑوں غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے اور ہزاروں بدعقیدہ دولت ایمان سے مالا مال ہوئے۔ نیز ۱۹۲۳ء میں علی گڑھ متھرا، راجستھان، میرٹھ، بلند شہر، بھرتپور وغیرہ شہروں میں آریوں کا مقابلہ کیا اور ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء میں شردھانند کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس (بنارس) میں بھی تاریخ ساز کردار ادا کیا۔

شانِ تواضع : دستخط میں ہمیشہ "فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہٗ" لکھتے، خان نہیں تحریر فرماتے۔

کشف و کرامات : آپ کی بے شمار کرامتیں ہیں سب سے بڑی کرامت قرآن پاک اور سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی ہے۔

امر بالمعروف ،نھی عن المنکر : نیکیوں کی دعوت دینے اور برائیوں سے منع کرنے میں پورے طور سے بے باک تھے، اس راہ میں نہ کسی کی پرواہ کرتے نہ ہی کسی سے خوف زدہ ہوتے۔

تعداد مریدین : ہندو پاک کے علاوہ حجاز مقدس، مصر، حلب عراق، انگلستان، افریقہ، امریکہ، ترکستان، افغانستان وغیرہ کے بڑے بڑے علماو مشائخ بھی آپ کے مریدین میں شامل ہیں اور مریدوں کی تعداد ایک کروڑ سے بھی زائد بتائی جاتی ہے۔

خلفا : آپ کے خلفا کی تعداد اتنی ہے جتنی کہ دوسرے پیروں کے مریدوں کی تعداد نہیں ہوتی ہے۔

لباس : عمامہ زیادہ تر سفید یا بادامی، کرتا کلی دار، پائجامہ، چھوٹی موری کا جبہ وصدری، ٹوپی دوپلی کڑھی ہوئی، جوتا ناگرہ، چھڑی سینگ کی یا لکڑی کی۔

غذا : چپاتی شوربہ، فیرنی، رائتہ لہسن کی چٹنی، کڑھی، چائے زیادہ گرم اور میٹھی، اور پانی خوب ٹھنڈا استعمال فرماتے تھے۔

جلال حق : ان کی بے مثال پرہیز گاری اور حق گوئی کا ایسا رعب وجلال تھا کہ حکومت ہندوسعودی

عرب ہمیشہ گھبراتی رہی ان کے آگے ہمیشہ باطل سرنگوں رہا۔

شعرو شاعری : آپ کی نعتیہ شاعری بھی خاندانی وراثت ہے جو اخلاص ومحبت اور عشق رسول میں ڈوبی ہوئی ہے۔ آپ کا نعتیہ دیوان ''سامان بخشش'' کے نام سے مقبول خاص وعام ہے۔

تصنیفات : تقریباً ۵۰ر سے زائد مختلف موضوعات پر آپ کی تصنیفات کا گراں قدر ذخیرہ موجود ہے۔

یادگار : دارالعلوم مظہر اسلام اور رضوی دارالافتا آپ کی زندہ یادگاریں ہیں نیز ہندوستان کے مختلف صوبوں میں ہزاروں مدارس کی بنیاد رکھی جو آج بھی بحمدہٖ تعالیٰ اپنی شان وشوکت کے ساتھ چل رہے ہیں۔

خصوصیات : آپ نے ہمیشہ آل رسول (سید) کا احترام کیا غیر محرم عورتوں سے ہمیشہ پردہ کیا اور کبھی عورت کو بے پردہ مرید نہ کیا، بے شرع کو سخت فضیحت ونصیحت فرماتے تاحیات نماز کا بیحد خیال رکھا۔ حتیٰ کہ ٹرین اور بس چھوڑ دی اور نماز ادا فرمائی نماز عموماً مسجد میں باجماعت ادا کی۔ باوجود سردی کے باوضو ہوتے ہوئے بھی ہر وقت کی نماز کے لئے تازہ وضو کرتے اور ضعف میں بھی کھڑے ہوکر نماز پڑھتے۔ آپ کا تقویٰ اور فتویٰ باصواب ولاجواب تھا۔ آپ بے مثال مہمان نوازی فرماتے، آپ پیدائشی ولی کامل تھے۔

وصال : بعمر ۹۱ رسال ۱۴ر محرم ۱۴۰۲ھ/۱۲ر نومبر ۱۹۸۱ء شب پنج شنبہ ار بجکر ۴۰ رمنٹ پر ہوا۔ لاکھوں افراد نے ملک وبیرون ملک سے حاضر ہوکر جنازے میں شرکت کی،

تصانیفِ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کی ایک جھلک

مرجع العلما امام الفقہا عارف باللہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ولادت ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء، وصال ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) کی تصنیفات وتالیفات اور قلمی خدمات کا گرانقدر ذخیرہ ہے ان میں سے جواب تک تحقیق میں آئیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

اشد الباس علی عابد الخناس	۱۳۲۸ھ
وقعات السنان فی حلق المسماۃ بسط البنان	۱۳۳۰ھ
الکاوی فی العادی و الغاوی	۱۳۳۰ھ
القشم القاصم للد اسم القاسم	۱۳۳۰ھ
نور الفرقان بین جند الالٰہ و احزاب الشیطان	۱۳۳۰ھ

الرمح الدیانی علٰی راس الو سواس الشیطانی	۱۳۳۱ھ
وقایة اهل السنة عن مکر د یوبند و الفتنة	۱۳۳۲ھ
الٰهی ضرب به اهل الحرب	۱۳۳۲ھ
ادخال السنان الی الحنک الحلق بسط البنان	۱۳۳۲ھ
نهایة السنان	۱۳۳۲ھ
صیلم الدیان لتقطیع حبالة الشیطان	۱۳۳۲ھ
سیف القهار علی العبدة الکفار	۱۳۳۲ھ
نفی العارمن معائب المولوی عبدالغفار	۱۳۳۲ھ
النکته علٰی مرآة کلکته	۱۳۳۲ھ
مقتل کذب و کید	۱۳۳۲ھ
مقتل اکذب و اجهل	۱۳۳۲ھ
الموت الاحمر علی کل النجس الاکفر	۱۳۳۷ھ
الملفوظ (ملفوظات اعلیٰ حضرت) چار حصے	۱۳۳۸ھ
الطاری الداری لهفوات عبدالباری	۱۳۳۹ھ
القول العجیب فی جواز التثویب	۱۳۳۹ھ
طرق الهدی و الارشاد الی احکام الامارة و الجهاد	۱۳۴۱ھ
حجة و اهره بوجوب الحجة الحاضره	۱۳۴۲ھ
القسورة علی ادوار الحمر الکفرة	۱۳۴۳ھ
سامان بخشش (اس نام حضور بیان نوراور گلستان نعت نوری ہے)	۱۳۵۴ھ
فتاویٰ مصطفویه (تین حصے مطبوعہ)	از ۱۳۴۹ھ تا ۱۳۵۹ھ
شفاء العی فی جواب سوال بمبئی	
تنویر الحجه بالتواء الحجه	
وهابیه کی تقیه بازی	
مسائل سماع	
الحجة الباهره	

نور العرفان

داڑھی کا مسئلہ

ھشتاد بیدوبند برمکائددیوبند

طرد الشیطان (عمدۃ البیان)

مسلک مراد آباد پر معترضانہ ریمارک

کانگریسیوں کا رد

کشف ضلال دیوبند (حواشی وتکمیلات الاستمداد) ۱۳۳۷ھ

حاشیہ فتاویٰ رضویہ جلداول

حاشیہ فتاویٰ رضویہ سوم

حاشیہ فتاویٰ رضویہ چھارم

حاشیہ تفسیرات احمدی (قلمی)

حاشیہ فتاویٰ عزیزیہ (قلمی)

''دیوار جس قدر بلند ہو نیو کی طرف احتیاج زیادہ ہوتی ہے اور نیو کے خراب ہوتے ہی گر جاتی ہے جب تک درخت قائم ہے ثمر متوقع ہے جب درخت نہ رہا ثمر کہاں صوفیاے کرام فرماتے ہیں آج جو راہ شرع پر ثابت قدم ہے قیامت کو صراط مستقیم پر قائم رہے گا اور جو خط مستقیم شریعت سے ذرا بھی جدا ہوگا جس قدر چلے گا مرکز ومقصد سے دور پڑے گا......''

پدرِ اعلیٰ حضرت، مولانا نقی علی خاں بریلوی

(ھدایۃ البریۃ الی الشریعۃ الاحمدیۃ، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی، ص ۱۷)

میرے مفتی اعظم

یادوں کے جھروکے سے

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری*

یوں تو بے شمار شخصیتیں ہیں جن کے ذکر و تذکرے سے کان لذت اندوز، دل محظوظ، اور روح راحت فروز ہوجاتی ہے...... بہت سے اللہ کے محبوب بندے ایسے بھی ہیں جن کے اخلاق و سیرت کے بیان سے زبان لطف آشنا، ذہن کیف بداماں، قلب نورفشاں، اور ضمیر وجد کناں ہوجاتا ہے، لیکن ان میں مفتی اعظم کا جواب کہاں، وہ اتنے محاسن کے مجموعہ، اور اوصاف کے حامل تھے کہ ان کے نقش پا کی شوخی ان کی موجودگی کا پتہ دیتی تھی...... فضاؤں کی نشیلی ادائیں ان کے متلاشیوں کی رہنما بن جاتی تھیں...... ان کے وجود مسعود کی طراوت سے ماحول کی پلکیں ایسی بھیگ جاتی تھیں کہ دیر تک ان سے شریعت کی لطافت کا خمار ٹپکتا تھا اور اس کی نکہت ریزی پکار اٹھتی کہ روح چمن یہاں ہے...... فضائل جن کے دامن سے لگ کر مچل اٹھتے تھے...... خوبی جنکی صحبت پاکر خوشی سے اچھل پڑتی تھی...... آج علم کی دو چار شاخوں تک رسائی کے بعد لوگ پھولے نہیں سماتے ہیں، عمل میں دو چار قدم بڑھا دینے کے بعد اتنی بلندی پر خود کو محسوس کرنے لگتے ہیں کہ جہاں سے تمام قد بونے نظر آتے ہیں مگر حق یہ ہے کہ علم جس پر ناز کرے وہ ہیں مفتی اعظم عمل جس پر رشک کرے وہ ہیں مفتی اعظم...... تقویٰ جس پر فخر کرے وہ ہیں مفتی اعظم...... یہی وجہ ہے کہ مفتی اعظم کی یاد دلوں کو سرور، قلوب کو نور بخشتی ہے...... ان کے ذکر و تذکرے سے محفل محفل گرم رہتی ہے...... ان کی میٹھی میٹھی باتوں سے عقیدت مندوں کا سینہ روشنی کا مدینہ بنا رہتا ہے...... پچیس سال ہونے والے ہیں ان کی وفات کو، اس پچیس سال کے اندر کتنی یادوں کے چراغ نہ گل ہوئے ہوں گے، مگر مفتی اعظم ہیں کہ ان کی یادوں کی شمع آج بھی دلوں کے محراب، اور تصورات کے منبر پر روشن ہے...... عالم یہ ہے کہ بات روحانیت کی چلے تو مفتی اعظم کی روحانیت جان محفل ہوتی ہے...... بحث تقویٰ و پرہیز گاری کی آئے تو مفتی اعظم کا تقویٰ اس باب کا تتمہ ہوتا ہے...... بات خاکساری و ملنساری کی ہو تو مفتی اعظم کی سادگی و ذرہ نوازی اس عنوان کا خلاصہ ہوتی ہے...... جن لوگوں نے ان کا تلوۂ زیبا دیکھا ہے آج تک کوئی حسین سے حسین تر جلوہ ان کی آنکھوں کو نہیں بھاتا...... وہ لاکھوں میں نہیں کروڑوں میں ایک تھے...... وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت کے معمہ کو جو دم زدن میں حل کر دے وہ ذات تھی مفتی اعظم کی ذات، جہاں چلے جاتے دیوانوں کی بارات اتر پڑتی...... جہاں قدم رکھ دیتے جلوؤں کی برسات ہوجاتی جو دیکھ لیتا اس کی عید ہوجاتی...... ان سے ملاقات میں نائب غوث اعظم کی ملاقات کا

* محمدی جامع مسجد، خیرانی روڈ، ساکی ناکہ، ممبئی ۷۲

لطف ملتا تھا...... اسی لئے ایک بار جو مل لیتا، بار بار ملنے کو تڑپتا رہتا...... وہ شفقت و رحمت کا چھلکتا ہوا جام تھے، ہر تشنہ کام جہاں فائز المرام ہوتا تھا...... جن کے میکدۂ عرفان کا میکش ایسا سیراب ہوتا تھا کہ پھر تشنگی اس کے قریب نہیں جاتی تھی...... جہاں جرعہ جرعہ، گھونٹ گھونٹ نہیں بلکہ جام پر جام لنڈھایا جاتا تھا اس میکدہ بخش پیر کا نام ہے مفتی اعظم...... اب تو لوگ بوند دو بوند کو ترستے ہیں، پیر کی دید کی آرزو میں مرتے ہیں، مگر مفتی اعظم کی کرم گستری کو سلام کہ آپ کے ہر مرید کو یہ اطمینان ہے کہ اس نے جی بھر کے آپ کا نظارہ کیا ہے، فیضان نظر سے سیراب ہوا ہے، اور آپ کے مصافحہ کی لذت قلب و روح کی گہرائی تک اس نے محسوس کیا ہے......

علم کا جوہر، عمل کا سمندر، خلوص کا پیکر، وفا کا مصدر، گمرہوں کا رہبر، ہادیوں کا سرور، محبت کا خوگر، شفقت کا جوہر، اپنے عہد میں فائق و برتر، صاحب ممتاز فکر و نظر، اعلیٰ حضرت کا پسر، اہلسنت کا تاجور، مگر قوم و ملت کا ہمدم و ہمدرد ایسا کہ کیا غریب اور کیا امیر...... کیا رئیس اور کیا فقیر جو چاہتا مل لیتا، بلا تکلف دعا کی درخواست کر دیتا، بس عرض کی دیر ہوتی کہ ارشاد کے پھول برسنے لگتے گذارش ختم ہوتی کہ دعا کیلئے گل کرامت کی پتیاں ملنے لگتیں...... ملت کا درد، دین کی تڑپ، مسلک کی فکر، قوم کا غم، انہیں کہاں کہاں لئے پھرتا تھا، باں ضعف و نقاہت جہاں جہاں ضرورت پڑتی کشاں کشاں تشریف لے جاتے، جس جگہ پہنچ جاتے خوشیاں امنڈ پڑتیں ایسا محسوس ہونے لگتا تھا جیسے مسیحا مریض کے پاس آ گیا ہو...... مشکل کشا حاجت روائی کیلئے پہنچ گیا ہو...... خورشید اندھیرے میں کھل گیا ہو...... سمندر پیاسوں کے قریب ہو گیا ہو...... کسی پریشان کی آنکھ میں آنسو آئے ان کی روح مضطرب ہو جاتی تھی...... کسی غریب کی پیشانی پر سلوٹ آئے ان کا دل ٹوٹ جاتا تھا یہ انسانیت نوازی...... یہ غریب پروری...... یہ بے خبروں کی خبر گیری...... یہ بے سہاروں کی حوصلہ افزائی مفتی اعظم کی وہ عظیم صفت تھی، جس نے مفتی اعظم کی عقیدت کا دیا طوفان کی زد پر بھی جلائے رکھا ہے...... جس نے ان کی یادوں کی خوشبوؤں کو کلیجے میں بسائے رکھا ہے...... اس لئے آج بھی وہ اپنے مریدوں کے حریم روح میں زندہ ہیں...... چاہنے والوں کے مشکوٰۃ دل میں فروزاں ہیں...... عقیدت مندوں کی عقیدت، ضرورت مندوں کی ضرورت، غریبوں کی غربت، مفلسوں کا افلاس، بیواؤں کی آہ، یتیموں کے نالے، گردش ایام کے ماروں کی فریاد آج پھر کسی مفتی اعظم کی متمنی ہے جو اس کی کٹیا میں آ کر، اس کے ٹوٹے ہوئے دل کے نشیمن میں بیٹھ کر اس کے ویران گھر کو رشک ارم بنا دے...... ان کے جمال سیرت کی یہ کیفیت! کہ کیا بچہ کیا بوڑھا...... کیا چھوٹا اور کیا بڑا جو چاہتا قریب ہو جاتا اور جلالت علم کی یہ شان کہ علم کا کوہ گراں...... عمل کا نیر تاباں بھی نظر کی تاب نہیں لا پاتا، نظر اٹھا دیتے تو نخوت علم کی پیشانی پر پسینہ آ جاتا بڑے بڑوں کا پتہ پانی ہو جاتا...... للکار

دیتے تو پورے ماحول پر سکتہ چھا جاتا...... چمکار لیتے تو ایسے ویسوں کا بھی گل مراد کھل جاتا...... وہ چاہتے تو فرش مخمل پر سوتے، مگر کانٹوں بھری راہ انہوں نے گوارہ کیا، اور اپنی شبانہ یومیہ محنت و ریاضت سے قوم کی دینی، روحانی زندگی میں فصل گل و لالہ کی تخم ریزی کرتے رہے...... ان کی ایک ہاں یا نا پر لاینحل مسائل کی گتھی سلجھتی تھی...... فقہ کا وہ آسمان جس کی بلندی کو جھانکتے ہوئے اوروں کے سروں سے ٹوپیاں گر پڑتی تھیں، مفتی اعظم اس آسمان سے تارے توڑتے اور دامن مسائل کو گل و گلزار بنا دیتے تھے......

اعلام زمانہ کا وہ معتمد علیہ جن کے خوان علم کی ریزہ خوری نے کتنے گونگے کو صاحب زبان، کتنے بے حس کو صاحب دل...... کتنے ذروں کو آفتاب...... کلیوں کو رشک گلاب اور قطروں کو فخر سمندر بنا دیا، پھر کیوں نہ لوگ ان کے جوٹھے کو ترسیں، دیوانے خوب جانتے تھے کہ ان کی پی ہوئی چائے کی ایک چسکی بھی آب حیات سے کم نہیں ہے، میں نے جو دیکھا ہے اور جن یادوں کی جھلکیوں سے میرے شبستان حیات میں مسرتوں کا سویرا ہے، تجربہ یہ ہے کہ جب کبھی ظلمات فکر میں گھرتا ہوں، یادوں کی لو تیز کر دیتا ہوں، پھر تو جیسے میرے گرد و پیش خوشیوں کا چراغاں ہو جاتا ہے...... دیپ سے دیپ جلنے لگتے ہیں اور میں نشاط کی چاندنی میں ڈوب کر نکھر جاتا ہوں...... یوں تو ہر لائق پیر کے مرید کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے پیر پر ناز کرے مگر جس پیر پر مرید ہی نہیں پیروں کے پیر بھی فخر کرتے ہیں وہ ہیں میرے مفتی اعظم!
تقریباً دس سال کی میری عمر تھی جب میں نے پہلی بار حضور مفتی اعظم کو دیکھا تھا، چوں کہ بفضلہٖ تعالیٰ ذہین و فطین تھا اس لئے معاملے کی نزاکت کو سمجھتا تھا، لیکن پھر بھی مفتی اعظم کی ذات کو سمجھنا، قطب زماں کی صفات کا ادراک کرنا، میری ننھی عمر کیلئے مشکل ہی نہیں غیر ممکن تھا، ان کی قربت میں عمر گزار دینے کے بعد بھی جب ان کی حقیقت کے فہم سے لوگ عاجز و در ماندہ ہیں تو پھر میں کہاں، میری عمر و فراست کہاں!...... تاہم مشاہدات کی جو کرنیں لوح ذہن پر مرتسم ہیں وہ انمٹ ہیں اس لئے میرے ساتھ میرے چند ساتھیوں کو بھی اچھی طرح یاد ہے کہ جامعہ قادریہ مقصود پور (مظفر پور، بہار) میں خلیفۂ حضور مفتی اعظم، حضرت مفتی محمد اسلم صاحب بانی و مہتمم جامعہ کی دعوت پر حضرت تشریف لائے تھے، جامعہ کے در و دیوار تو نشاط و انبساط سے ہمکنار تھے ہی پورا قصبہ اور علاقہ خوشی کی ترنگ میں ڈوب کر، بہاریہ ترانے گا رہا تھا۔ خوش بختی سے حضرت کو ناشتہ کھلانے کا ایک موقع مجھے بھی میسر آیا، دسترخوان پر اہلسنت کے نجوم و کواکب، اور شمس و قمر جلوہ گر تھے، استاذ العلما حضرت مفتی محمد اسلم صاحب قبلہ حضرت کے بالکل سامنے، قریب میں بیٹھے تھے، سرکار مفتی اعظم جوں ہی کوئی ہڈی چوس کر دسترخوان پر ڈالتے، حضرت مفتی صاحب قبلہ جیسے انتظار ہی میں ہوتے فوراً ان نیم ایزہ ہڈیوں کو اٹھاتے، اور دیر تک چوستے رہتے...... دیگر حاضرین علما بھی اس نادر و نافع موقع کو جیسے گنوانا نہیں چاہتے تھے، ادب آگیں مسابقتی منظر سے پورا ماحول

گلنار بنا ہوا تھا...... ہم نوخیز طلبا کیا جانتے تھے کہ نائب غوث اعظم کے لعاب دہن نے ان ہڈیوں، دستر خوان کے ان پس خوردوں میں کیسی کیسی تاثیریں اور تنویریں بھر دی ہیں، اب یہ برکات مفتی اعظم سے سراپا تبرکات بن چکے ہیں...... سچ پوچھئے تو ہمارے ذہن میں جوٹھے کا عمومی تصور چھایا ہوا تھا، ناگاہ جیسے پردہ ہٹا اور اتنا اچھی طرح سمجھ میں آیا کہ جن کے جوٹھے کیلئے علم بھی ترستا ہے اور عمل بھی...... جن کی ریزہ خوری کیلئے فکر بھی پیاسی ہے اور نظر بھی...... جن کی جرعہ نوشی کیلئے فتویٰ بھی آس لگائے ہے اور تقویٰ بھی...... جن کے پس خوردہ کیلئے خطابت کی گھن گرج، فصاحت کا طمطراق اور بلاغت کا طنطنہ بھی دریوزہ گر ہے وہ یقیناً اپنے دور کی عظیم اور نامی گرامی ہستی ہے۔ مفتی اعظم کے عرفان کا یہ پہلا دریچہ تھا جو شنید سے نہیں دید سے ہم پر کھلا تھا، اور اب دل دیوانہ مزید تاخیر کیلئے قطعاً تیار نہیں تھا۔ مرید ہونے والوں کی صف میں ہم بھی شامل ہو گئے، مفتی اعظم کی غلامی کا پٹہ گلے میں ڈال لیا۔ اور ہمیشہ کیلئے قادری فقیروں کی لائن میں لگ گئے، اب احساس ہوتا ہے کہ ؎

عطائے رب سے، دست مصطفیٰ سے ہم نے پایا ہے
امام احمد رضا اور مفتی اعظم کی غلامی

جلسے کے اختتام پر لوگ اپنے اپنے گاؤں، اپنے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے، ہر زبان پر حضور مفتی اعظم ہند کی زیارت اور شرف بیعت کا عقیدت فزا اور ہدایت زا تذکرہ تھا، ایک سجی سجائی، گدا و گاؤ تکیہ لگی بیل گاڑی پر دو تین ضعیف، من بھاتی صورت والے حضرات بیٹھے تھے، جو ظاہری چہرے مہرے، اور جسمانی وضع قطع سے عالم دین، عابد شب زندہ دار معلوم ہوتے تھے، حضور مفتی اعظم سے جدائی پر ان کے مژگان چشم مسلسل موتیوں کی مالا نچھاور کر رہے تھے...... فراق کی آگ سے سکون کا نشیمن لگا تار دھواں اگل رہا تھا، آنکھیں برس رہی تھیں اور وہ کہہ رہے تھے، مفتی اسلم صاحب کے احسان کے بوجھ سے قیامت تک یہ علاقہ اور ہم لوگ سبکدوش نہیں ہو سکتے، ان کی سعی و محنت سے شہزادۂ اعلیٰ حضرت، تاجدار اہلسنت کا قدم اس کوردہ خطے میں تجلی ریز ہوا، زندہ ولی کی زیارت و بیعت کی بے بہا دولت سے ہم لوگ مالا مال ہوئے، وہ نور کا چہرہ اور پھولوں کا بدن خدا کرے ہمیشہ ہماری زندگی میں گھر پاش رہے، ہم لوگوں نے جس نوری پیکر کو اذہان وقلوب میں بسایا ہے اس کی رنگینی و لطافت فلاح دارین کی ضمانت ہے، وہ یونہی وفور بے خودی میں محو خود کلامی تھے، مگر شدت جذبات سے سننے والوں کے دل پگھل رہے تھے...... ایک بار پھر ہم لوگوں کی نوعمر عقیدت کو احساس کی جلا ملی کہ جب ایسے ایسے لوگ، ایسا ایسا کہہ رہے ہیں تو وہ لازماً بہت بڑے بزرگ ہیں، خیالات کی دہلیز پر تجلیات یقین کے کارواں اسی طرح اترتے رہے اور عقیدت رفتہ رفتہ نہ صرف منزل شباب کو چھوتی رہی، بلکہ پختہ اور راسخ ہوتی رہی، ۱۹۷۴ء میں تعلیمی سلسلہ کو مزید آگے بڑھانے کیلئے، شہر مرشد، شہر آرزو، شہر محبت بریلی شریف حاضر ہو گیا، ہمارے

چھوٹے سے گاؤں (ردولی شریف، ضلع سیتامڑھی، بہار) میں اس وقت تقریباً ایک درجن بریلی شریف کے فارغین علما تھے، اور ہمارے علاقے میں بریلی شریف کے سندیافتگان کی بڑی قدرومنزلت تھی، وہ تمام فارغین بھی اپنی جلوت، خلوت، نشست وبرخاست میں سرکار مفتی اعظم ہند کا مبارک ذکر بار بار کرتے رہے تھے، جذبۂ شوق کو مہمیز لگا ہم بھی بریلی شریف وارد ہوگئے...... غائبانہ جیسا سنا تھا وہاں پہنچ کر اس سے کہیں بڑھ کر پایا...... سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ مفتی اعظم کے دیدار کیلئے اب انتظار کا کرب سہنا نہیں تھا، جب بھی حضرت موجود ہوتے، کلاس سے فرصت کے بعد، ہم دوساتھی حضرت کی نشست گاہ پر حاضر ہوجاتے...... حضرت تعویذ لکھ رہے ہوتے قلم نقوش طرازی میں کاغذ کا بوسہ لے رہا ہوتا، زبان درود پاک کی نغمہ سرائی میں محو ہوئی، لوگ دکھ بیان کررہے ہوتے مفتی اعظم درد کا درماں بنے ہوتے، کوئی آنکھ قطرہ ہائے غم لٹا رہی ہوتی مفتی اعظم پیار کی شبنم بانٹ رہے ہوتے، کوئی دعا کی درخواست کررہا ہوتا، مفتی اعظم دعا کے پھول پیش کررہے ہوتے کبھی مہمانوں کے قافلے اتر رہے ہوتے مفتی اعظم خوش آمدید کہہ رہے ہوتے...... مصروفیتوں کا ہجوم مگر پیشانی پر کوئی بل نہ شکن، کثرت کار و افکار مگر کہیں کوئی گھبراہٹ نہ الجھن، تمام کام نہایت خوش اسلوبی سے انجام پاتے رہتے۔ ان کے کام کا تنوع دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے پورے عہد کی ہمہ نوعی مشکل کشائی کا فریضہ خدائے قدیر نے ان کے سپرد کر رکھا تھا...... ایک بجے تک ہم دونوں ان مناظر کے گل بوٹوں سے دامن نظر سنوارتے اور پھر ظہر کی نماز کیلئے اپنی اپنی مسجد چلے جاتے......

حضور مفتی اعظم کی ایک ایک ادا نرالی تھی، وہ خود تو شریعت مطہرہ کا پیکر مجسم تھے ہی، جو بھی آتا اسے بھی شریعت وسنت کی تاکید فرماتے، تعویذ بھی دیتے اور ساتھ ہی نماز کی پابندی کا حکم بھی فرماتے...... ان کی بارگاہ میں آنے والا ادب کے سانچے میں ڈھل ہی کے آتا تھا، پھر بھی غفلت سے اگر گلے کا بٹن کھلا رہ جاتا، یا ہاتھ میں چین والی گھڑی ہوتی، تو ان کے جلال کا عالم دیدنی ہوتا۔ ایسے موقع پر کچھ مخصوص بول تھے جو از خود ان کی زبان پر جاری ہوجاتے تھے، اور جب وہ سنبھل جاتا تو لطف وکرم کا ایسا مظاہرہ فرماتے کہ جسے ابھی ڈانٹ رہے تھے اب اسی کو پیار کی ٹھنڈی پھوار میں نہلا رہے ہوتے، ان کے اس الطاف کریمانہ، اور نوازش فیاضانہ پر سنگدل سے سنگدل بھی پسیج جاتے تھے، دل ایسا صیقل ہوجاتا کہ برسوں کا پاپی بھی نسخۂ صافی کی تاثیر سے چمک چمک اٹھتا تھا...... وہ ایسے رحیم وکریم تھے کہ مانگنے والوں کو مانگنے کی نوبت بھی نہ آتی تھی کہ گوہر مقصود سے دامن آباد ہوجاتا تھا...... ان کی شان کریمی کی مثال اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ ہم جس محلہ میں رہتے تھے (محلہ بھورے خاں) وہاں جب بھی کسی نے حضرت کی دعوت کی خواہش کی اور بابو بھائی (حضرت کے خادم) کے ذریعہ ہم نے حضرت سے پیشکش کی

تو حضرت نے قبول فرمائی۔ اب تو دعوتوں میں معیار دیکھا جانے لگا ہے، پھر اس اعتبار سے ترجیح عدم ترجیح، اقرار یا انکار کا مرحلہ آتا ہے مگر حضرت نے کبھی نہیں دیکھا کہ دعوت دینے والے کی مالی پوزیشن کیا ہے، خلوص سے دعوت دی گئی محبت سے قبول کرلی گئی، اس لئے غریب بھی ان کو دعوت دینے کی تمنا رکھتا تھا، آج بھی بہت سارے لوگ موجود ہیں جنہوں نے اس حالت میں دعوت کی کہ گھر میں بچھانے کو صحیح چٹائی بھی میسر نہ تھی، مگر حضرت کے مبارک قدم، اور پر خلوص دعا کی برکت سے آج وہ فلک شکوہ بلڈنگ میں زندگی گزار رہے ہیں...... وقت دعوت ہم پاؤں رکشا لے کر جاتے، حضرت تیار ہوتے، رکشا پر بیٹھتے، حضرت کے حکم پر بازو میں میں بیٹھتا اور حضرت کو لیکر آجاتا، نہ کوئی لاؤ لشکر، نہ شاہی کروفر، نہ ہٹو بچو کا زور، نہ دھرو پکڑو کا شور، نہایت سکون سے آتے بغایت اطمینان تشریف لے جاتے......

اب سے تقریباً تیس برس پہلے بریلی کی سڑکیں آج جیسی نہ تھیں، ٹوٹی پھوٹی، ٹیڑھی میڑھی، اور اس پر کھڈا کھڈی کی مہربانی سے سڑک کا چہرہ ہی نہیں انگ انگ داغدار تھا، پھر آج کی ٹاٹا سومو نہیں جو سڑک کی جنبش کا احساس نہیں ہونے دیتی، پاؤں رکشا کی سواری کہ جس کی ہر حرکت بیٹھنے والوں کو متاثر اور مضطرب کرتی ہے، مگر واہ رے مفتی اعظم کی سادگی و شگفتگی، کبھی کسی آرام دہ سواری کا مطالبہ نہیں فرمایا، خود تکلیف گوارہ کیا مگر دوسرے کی تکلیف برداشت نہ کیا...... ایک بار ہم لوگ قاضی عبدالرحیم صاب کے پاس، منظر اسلام کے دارالافتا میں بیٹھے تھے، وہاں سے حضرت کا کاشانہ اور دارالافتا بالکل نظر کے سامنے تھا، ایک عورت ساتھ میں ایک بچہ لے کر آئی جسے کتے نے کاٹ لیا تھا، ماں کی ممتا بیقرار کہ کیسے اندر جا کر حضرت کو اپنی مصیبت کی خبر دوں، بے صبری میں اس نے دروازے پر دستک دی، اندر سے بابو بھائی آئے، عورت کی فریاد سنی مگر ان سنی کردی، غصے میں کچھ کہہ کر دروازہ اندر سے بند کردیا...... اب وہ عورت پھر انتظار میں رہی کہ دوبارہ دروازہ کھلے، مگر جب ضبط کا پیمانہ لبریز ہوگیا وہ دوسرے دروازے سے اندر داخل ہوگئی، اپنی تکلیف اور بابو بھائی کا سلوک ایک ہی زبان میں یکلخت کہہ سنایا...... حضرت اپنے جلال پر جمال کا لطیف غلاف ڈالے فوراً باہر تشریف لائے، اور اس لڑکے کے پاس، چبوترے پر یونہی بلا تکلف بیٹھ گئے، جہاں پر کتے نے کاٹا تھا کچھ پڑھتے ہوئے، گیلی مٹی کے ڈھیلے کو اس جگہ پر پھیرنے لگے...... اس عمل سے فراغت کے بعد جب ڈھیلا پھوڑ کر دیکھا گیا تو اس میں کتے کے رنگ کے چند بال تھے...... کل پھر آنے کی ہدایت کرکے حضرت اندر تشریف لے گئے...... حضرت کو یونہی چبوترہ پر بیٹھا دیکھ کر ہم لوگ قریب جمع ہوگئے تھے، اب اندر سے بابو بھائی پر برسنے کی آواز صاف باہر سنائی دے رہی تھی، تم نے ہم سے ملنے والے کو انتظار کی ایسی زحمت کیوں دی، ہمارے مہمان کے ساتھ تم نے ایسا سلوک کیوں کیا...... میرے دروازے پر آنے والے کی دلآزاری کیوں ہوئی...... مت پوچھیے بابو بھائی کی لجاجت! وہ معذرت پر معذرت کرتے رہے، ندامت کے

آنسو بہاتے رہے، جب آئندہ ایسی حرکت نہ کرنے کا وعدہ کیا تو حضرت کا جلال ٹھنڈا ہوا...... جس کیلئے لوگ اپنی آنکھوں کا فرش بچھاتے ہوں وہ ایک غریب کی خاطر یونہی چبوترے پر بیٹھ جائے، اوراس کی دلبستگی میں کوئی کسر نہ باقی رکھے، چراغ لے کے ڈھونڈھ لیجئے مفتی اعظم کے سوا کوئی اور نہ ملے گا......

کیا وسعت قلبی اور دریا دلی تھی مفتی اعظم میں...... ان کی بارگاہ میں آنے والا من وتو کی تمیز سے بے نیاز ہو جاتا تھا، سب پر ان کی یکساں نظر عنایت ہوتی تھی...... صرف ایک بار ہم نے حضرت کو بہت جلال میں دیکھا تھا، وہ منظر جب بھی یاد آتا ہے مجھ پر جلال مومن کی ہیبت سی طاری ہو جاتی ہے......

محلہ سوداگران کے سکھ برادری کی دو بوڑھی عورتیں، سفید لباس میں ملبوس، پردہ کے اہتمام کے ساتھ اس وقت رضا مسجد اور حضرت کے گھر کے کونے پر حاضر ہوتیں جب حضرت عصر کی نماز کیلئے نکلتے...... حضرت جوں ہی اس جگہ پر پہنچتے وہ عورتیں گلاب کا پھول پیش کرتیں، حضرت قبول فرماتے اور نماز کیلئے چل دیتے...... ایک دن ایک بھینس بیچ میں آڑے آگئی، وہ کون سی گھڑی تھی، حضرت نے ایک عصا رسید کیا، خدا جانے وہ عصائے کلیم تھا یا اژدہائے غضب کہ بھینس چیختے چلاتے، دوڑتے بھاگتے، دور جا کر کھڑی ہوئی اور پیچھے مڑ کر حضرت کو دیکھنے لگی، حضرت نے بھی ایک نظر ڈالی اور مسجد کے اندر تشریف لے گئے......

وہ جلال و جمال کا سنگم تھے، مگر ایسا بہت کم ہوتا تھا جمال پر جلال غالب آیا ہو، اور اگر ایسا ہوتا بھی تو وہ لمحہ آنی اور فانی ہوتا، پھر اس کے بعد وہی نرمی وہی ملائمت، وہی رحمت، وہی شفقت کہاں تک تیس سال پہلے کی بکھری کڑیوں کو سمیٹا جائے، خلاصہ یہ کہ ان کا سایہ ایک تجلی تھا، ان کا نقش پا ایک چراغ تھا...... وہ جدھر چل دیتے تھے روشنی ہی روشنی ہو جاتی تھی، وہ اگر اس پر فخر کرتے کہ "پدرم سلطان بود" تو بجا طور پر ان کو اس کا حق حاصل تھا، مگر انہوں نے شاہی پر فقیری کو ترجیح دی اور فقیری میں شاہی کا مزہ لوٹنا ہی پسند فرمایا......

جنہوں نے ایمرجنسی کے قہر مادور اور نسبندی کے سراپا جور ماحول میں تحفظ دین وسنت اور استقامت علی الشریعت کا ایسا عملی مظاہرہ فرمایا کہ حکومت کے فیصلے بدل گئے، آج مسلم نسل کی لہلہاتی فصل ان کے اسی تاریخ ساز فتویٰ کی تابندہ نقوش ہیں اور زندہ یادگار، انہیں پوری دنیا مفتی اعظم ہند کہتی ہے مگر میرا ایقان انہیں مفتی اعظم عالم کہہ کر بھی اہتمام ذوق کی تشنگی محسوس کرتا ہے...... جن کی نسبت ارادت کو میں اپنی دینی واخروی سعادت کی ضمانت سمجھتا ہوں...... ان کی بارگاہ میں یہ عریضہ پیش کرتے ہوئے گفتگو ختم کر رہا ہوں کہ ؎

نگاہ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں
ترے فقیروں میں اے شہریار ہم بھی ہیں

حضور مفتی اعظم ہند کا تقویٰ

مظہر حسین علیمی *

ان کا سایہ اک تجلی ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

اس فانی دنیا میں روزانہ نہ جانے کتنے افراد پیدا ہوتے ہیں اور اپنی حیات مستعار کے لمحات گزار کر موت کے دبیز اوٹ میں روپوش ہو جاتے ہیں پھر ان کے اعزا و اقربا امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ ان کی یادوں، ان کی باتوں کو فراموش کر دیتے ہیں لیکن اسی فرش گیتی پر کچھ ایسی مقدس و پاکباز ہستیاں بھی جلوہ گر ہوتی ہیں جنہیں نہ تو اعزا و اقربا فراموش کرتے ہیں، نہ قرب و جوار کے لوگ بھولتے ہیں بلکہ اکناف عالم میں ان کا چرچا ہوتا ہے، ان کی یادیں منائی جاتی ہیں اور ان کی تعلیمات کا چرچا چہار سو ہوتا ہے بقول شاعر ؎

سب کو بھولا، ان کا ملنا اور بچھڑنا یاد ہے
داستان زیست لمحوں میں سمٹ کر رہ گئی

انہیں جلیل القدر شخصیات میں سے ایک، مصلح ملت، مرشد طریقت، ہادیِ شریعت، عالم باعمل، شہزادۂ اعلیٰ حضرت سیدی سرکار مفتی اعظم ہند کی عبقری شخصیت ہے۔ آپ کی پوری زندگی زہد و ورع، تقویٰ وطہارت سے عبارت ہے۔ جس طرح آپ مفتی اعظم ہند تھے۔ اسی طرح آپ متقیِ اعظم بھی تھے۔

چند واقعات ہدیۂ قارئین ہیں جن سے حضور مفتی اعظم ہند کی شان تقویٰ، طہارت نفس کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مفتی اعظم ہند اور پابندیِ نماز:

نماز اہم العبادات ہے۔ فرائض میں سب سے محکم فریضہ نماز ہے، نماز دین کا ستون ہے تو اس کا اہتمام بھی اسی شان سے ہونا چاہئے۔ آپ نے اس فرض کو سفر و حضر میں بھی ملحوظ رکھا۔ اس تعلق سے تاج الشریعہ جانشین حضور مفتی اعظم ہند علامہ محمد اختر رضا خاں ازہری دام ظلہ کے قلم حق طراز سے نکلے ہوئے الفاظ پڑھئے، آپ اپنا مشاہدہ تحریر فرماتے ہیں:

"ناگپور کے سفر میں حضرت، میں اور حضرت کا خادم ٹرین سے جا رہے تھے، ڈبہ میں بڑی بھیڑ تھی، حضرت آرام فرما رہے تھے، میں بڑا پریشان تھا کہ حضرت اس بھیڑ بھاڑ میں کیسے وضو فرمائیں

*استاذ جامعہ غوثیہ، مرکزی ادارہ سنی دعوت اسلامی، ممبئی ۳

گے اور کیسے نماز ہوگی ...... ابھی کش مکش میں ہی تھا کہ حضرت خود بخود بیدار ہو گئے اور بھیڑ نے خود راستہ دے دیا۔ حضرت نے وضو کیا اور پھر فرمایا: تم لوگ جگہ کر دو ہم نماز پڑھیں گے، سبھی غیر مسلم تھے، اس میں سے ایک نے کہا جگہ تو ہے نہیں نماز کیسے پڑھیں گے؟ حضرت کو جلال آ گیا اور فرمایا: ایک پر ایک چڑھ جاؤ، وہ ایک دوسرے سے سمٹ سمٹ کر کھڑے ہو گئے اور نماز کے لئے جگہ مل گئی اور حضرت کے طفیل ہم سب کو نماز مل گئی۔" (ماہنامہ استقامت کان پور، مئی ۱۹۸۳ء مفتی اعظم نمبر، ص ۱۹۰۔۱۹۱)

بارہا ایسا ہوا کہ نماز کیلئے ٹرین چھوڑ دی حتیٰ کہ اخیر وقت میں وصال سے چند گھنٹہ قبل بھی نماز کا خیال رکھا اور سردی کے موسم میں باقاعدہ وضو کر کے کھڑے ہو کر نماز مغرب ادا کی۔

(ماہنامہ حجاز جدید دہلی ستمبر اکتوبر ۱۹۸۹ء، مفتی اعظم نمبر، ص ۳۶)

درج بالا سطور سے نہ صرف حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی کرامت کا ظہور وثبوت ہوتا ہے بلکہ ان کی احکام شرع پر سختی سے پابندی، تقویٰ اور بے خوفی کا اظہار ہوتا ہے۔

محتاط زندگی کی چند جھلکیاں:

احکام شریعت کی تبلیغ آپ دوسروں کو ہی نہیں کرتے تھے بلکہ خود اس کا عملی نمونہ تھے، اور حدیث رسول علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والتسلیم: دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَالَا یُرِیْبُکَ (ترمذی) کے مطابق ہر مشکوک سے اجتناب کرتے تھے۔ آپ کی سراپا محتاط زندگی کے چند واقعات وحقائق بطور نمونہ بہ اختصار پیش ہیں، انہیں سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مفتی اعظم ہند تقویٰ کے کس مقام رفیع پر فائز تھے۔

وضو نماز کے لئے شرط ہے، بے وضو نماز نہیں ہو سکتی، وضو میں اسراف ناجائز وحرام ہے آج کل عوام تو عوام خواص بھی اسراف کے ارتکاب سے بچ نہیں پاتے (الا ماشاء اللہ) جب ہم مفتی اعظم ہند کی زندگی کا اس رخ سے مطالعہ کرتے ہیں تو بے ساختہ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے زہد وتقویٰ، خوف وخشیت الٰہی پر صد آفریں کے کلمات زبان پر آ جاتے ہیں۔

بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان صاحب اعظمی جنہوں نے حضور مفتی اعظم ہند کی صبح وشام دیکھی ہے، سفر وحضر دیکھا ہے تحریر فرماتے ہیں: "خادم ایک بڑے لوٹے میں نصف کے قریب پانی پاس ہی میں رکھ دیتا اور آپ اسی متوضا پر تشریف فرما ہوتے جہاں وضو کے لئے پائپ لگے ہوتے ہیں، پہلی بار جب میں نے یہ حالت دیکھی تو مجھے یہ طول عمل معلوم ہوا۔ لیکن دریافت سے معلوم ہوا کہ نل سے وضو کرنے میں پانی زیادہ ضائع ہوتا ہے اس لئے حضرت نل سے وضو کرنا پسند نہیں کرتے کہ وضو میں پانی ضائع کرنا اسراف ہے۔" (ایضاً، ص ۲۹)

حضرت مولانا محمد قربان علی رضوی بیسل پوری تحریر فرماتے ہیں: ''حضور مفتی اعظم کا ہر عمل شریعت کا آئینہ دار تھا۔ حضرت کی صحبت کا جس کو بھی تھوڑا موقع ملا اس نے کچھ نہ کچھ سبق ضرور سیکھا، ایک مرتبہ حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ بیسل پور ضلع پیلی بھیت تشریف لے گئے۔ فقیر کے غریب خانہ پر قیام کیا، کچھ لوگوں کی خواہش پر ان کے گھر بھی تشریف لے گئے، حضرت کے ہمراہ یہ غلام بھی تھا، تھوڑی تھوڑی دیر ہر ایک کے مکان پر قیام کے بعد میرے غریب خانہ پر تشریف لاتے وقت راستے میں جامع مسجد پڑی، عصر کا وقت ہو گیا تھا، فرمایا عصر کی نماز ادا کر لی جائے، چنانچہ مسجد میں تشریف لے گئے اور وضو کیا ہم لوگوں نے بھی وضو کیا، فرمایا نماز کون پڑھائے گا؟ پھر فرمایا کہ نماز پڑھایئے۔ میں نے عرض کیا حضور آپ نماز پڑھائیں، لہٰذا حضرت نے امامت فرمائی ہم چار یا پانچ لوگ مقتدی تھے، نماز پڑھانے کے بعد حضرت نے ہاتھ کی چھنگلی دکھاتے ہوئے فرمایا کہ چھنگلی کے ناخن میں پان کا کتھا لگا رہ گیا وضو پھر سے کروں گا، میں نے خود دیکھا کہ بہت معمولی سے حصہ پر کتھا کا رنگ سا لگا ہوا تھا اور عادتاً اس کی طرف توجہ نہیں ہوتی ہے اور وضو اس کے باوجود صحیح ہے جب کہ وہ چیز دَلدار ہو اور پانی پہنچنے سے مانع نہ ہو۔ ہر چند کہ نماز صحیح ہو گئی تھی، لیکن احتیاطاً پھر سے وضو کیا اور نماز کا اعادہ کیا۔''

(ماہنامہ استقامت کان پور، مئی ۱۹۸۳ء مفتی اعظم نمبر، ص ۵۲۳۔ ۵۲۵)

آپ کی حیات مبارکہ کے آخری دنوں کی بات ہے کہ احباب و اقارب کے پیہم اصرار کے بعد ڈاکٹری علاج کروایا بھی تو ہر دوا کے لئے پوچھ کر اطمینان کر لیتے تھے کہ اس میں اسپرٹ یا الکحل تو نہیں۔ بعض مواقع پر ڈاکٹروں نے پانی کے استعمال سے منع کیا مگر معتقدین کے ہزار اصرار کے باوجود تیمم کرنا گوارا نہ کیا بلکہ باوضو نماز ادا فرمائی۔

کبھی دعوت میں صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر اپنے حصہ کا بچا ہوا شوربا نہیں پیا، شرکا طعام میں سے اگر کسی نے اپنے حصے کا کوئی کھانا حضرت کو پیش کرنا چاہا تو فوراً تنبیہ فرمائی کہ صاحب خانہ سے اجازت لئے بغیر دسترخوان سے کوئی کھانا اٹھا کر کسی کو دینا درست نہیں ہے۔

پردہ میں ہونے کے باوجود کسی غیر محرم عورت کو سامنے بٹھا کر مرید نہیں کیا بلکہ ہمیشہ آڑ میں بٹھا کر بیعت کرتے تھے۔

اگر کسی نے اپنا کاغذ پیش کر کے اس پر تعویذ لکھوایا تو اس کا بچا ہوا کاغذ اسی کو واپس کر دیا نہ اسے اپنے پاس رکھنا گوارا کیا نہ مالک کی اجازت کے بغیر اس پر دوسرے کو تعویذ لکھ کر دیا اگر کسی نے نذر پیش کرنے کے بعد تعویذ کی فرمائش کر دی تو اس کی نذر فوراً واپس کر دی اس کے بعد تعویذ عطا کیا۔

تصویر کشی سے احتیاط:

تصویر کشی حرام ومکروہ تحریمی اور سخت گناہ ہے اس کا مرتکب مستحق عذاب نار ہے۔ حدیث پاک میں ہے: کُلُّ مُصَوِّرٍ فِی النَّارِ وَیَجْعَلُ لَهُ بِکُلِّ صُوْرَةٍ صَوَّرَهَا نَفْساً فَیُعَذِّبُهُ فِی جَهَنَّمَ (مشکوٰۃ) ہر تصویر کشی کرنے والا جہنمی ہے اللہ تعالیٰ ہر تصویر کی جگہ ایک شخص کو پیدا فرمائے گا جو تصویر کشی کرنے والے کو جہنم میں عذاب دیتا رہے گا۔ ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رقم طراز ہیں:

''تصویر کشی آپ کے نزدیک حرام تھی ...... وہ حرام کو حرام ہی سمجھتے تھے ...... زمانے کے کسی انقلاب نے ان کی فکر کو متاثر نہیں کیا...... مگر آج عالم ہی کچھ اور ہے...... اقبال نے سچ کہا ہے۔

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
کس درجہ ہوئے فقیہان حرم بے توفیق

آپ نے ساری عمر تصویر نہ کھنچوائی ...... مگر حج بیت اللہ کے لئے تصویر لازمی تھی ...... کریں تو کیا کریں۔ مولیٰ کے دربار میں مولیٰ کا نافرمان بندہ بن کر حاضر ہونا بھی کوئی حاضر ہونا ہے؟ اللہ اللہ! ان کی استقامت نے دنیا کے قانون بدل دیئے۔ تصویر سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا اور ایسی شان سے حاضر ہوئے کہ دامن عصمت پر نافرمانی کا ایک دھبہ تک نہ تھا۔ آج جس کو دیکھیں فوٹو کھنچوا رہا ہے۔ شوق وذوق سے ...... بڑھ چڑھ کر...... پوز بنا بنا کر...... بہت سے دامن اس داغ سے داغدار ہیں۔'' (ایضاً، ص ۱۵۰)

اس حج کے دوران زہد وتقویٰ کی ایک اور مثال قائم کی کہ جہاز میں ٹیکہ وغیرہ لگوانے سے سخت احتراز فرمایا کہ کہیں اس میں اسپرٹ اور دیگر حرام چیز کی آمیزش نہ ہو۔

یوں ہی جن لوگوں نے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو بعد از وصال بوقت غسل دیکھا کہ چادر جو نہلانے کے وقت جسم پر ڈال دی جاتی ہے۔ قریب تھا کہ ہوا کہ دوش پر ہٹتی اور ستر کھل جاتے آپ نے انگلیوں سے چادر کو پکڑا اور بعد از وصال بھی تقویٰ کی ایک روشن مثال چھوڑی۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی مقدس زندگی میں پیش آنے والے بے شمار واقعات سے صرف یہ چند نمونے ہم نے اختصاراً پیش کر دیئے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے اور تقاضائے محبت بھی ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی سیرت وکردار اور تاباں تاباں تعلیمات کو اپنی زندگی کا جز بنانے کی سعی کامل کی جائے۔ دعویٔ محبت والفت محض دعویٰ نہ رہ جائے بلکہ اس کا عملی اظہار بھی ہو۔ رب قدیر عزوجل ہمیں حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے پاکیزہ نقوش اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

محبت غوث اعظم اور مفتی اعظم عالم

غلام مصطفےٰ قادری رضوی*

اب اس حقیقت کو تو پورے عہد نے تسلیم کرلیا ہے کہ امام احمد رضا کا پورا گھرانہ جس طرح محبت وعشق مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بے مثل ومثال تھا۔ٹھیک اسی طرح محبت واحترام آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کی مثال نہیں ملتی "احترام سادات اور امام احمد رضا" (مرتبہ مولانا سید صابر حسین شاہ بخاری) میں اس سلسلے میں تفصیلی بیان ہے۔ سردست فرزند امام احمد رضا تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی محبت وتعظیم سادات خصوصاً محب سادات سیدنا سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے عقیدت والفت کے متعلق چند سطور نذر قارئین ہیں جنہیں پڑھ کر عشاق عش عش کر اٹھیں گے۔

عشاق کا کہنا ہے کہ محبوب سے محبت کے ساتھ ساتھ اس سے متعلق ہر شئے سے محبت کی جائے اس کے دیار سے بھی محبت کی جائے۔اس کے کوچہ وبازار سے بھی محبت کی جائے......اس کے اہل وعیال سے بھی محبت کی جائے غرض کہ اس سے منسوب ہر چیز سے محبت وپیار کیا جائے امام احمد رضا کی طرح آپ کے شہزادۂ باوقار حضور مفتی اعظم نے بھی لوازمات محبت پر عمل کیا۔علامات محبت کو اختیار کیا اور جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی عقیدت والفت کا ثبوت پیش کیا ٹھیک اسی طرح آپ کے اہل بیت، صحابۂ کرام، ازواج مطہرات اور آپ کے شہر سے بھی عشق ومحبت کا مظاہرہ کیا......اور مدینہ امینہ سے تو ان کی عقیدت ووابستگی کا انداز ہی نرالا تھا، سیفتگی اور فریفتگی کو دیکھ کر مشام جاں معطر ہوتے جاتے ہیں......ذرا محبت در محبوب کا یہ نرالا انداز تو ملاحظہ فرمائیے۔

فقیر آپ کے در کے ہیں ہم کہاں جائیں ۔۔۔ تمہارے کوچے میں دھونی رمانے آئے ہیں
مدینہ ہم سے فقیر آ کے لوٹ جائیں گے ۔۔۔ در حضور پہ بستر جمانے آئے ہیں

اور دربار رسول کے خار گلہائے باغ عالم ہی نہیں بلکہ گلہائے جنت سے بھی زیادہ دلکش ہوتے ہیں ذرا اس عاشق صادق کی خار مدینہ سے بھی محبت کا انداز دیکھئے......

نہ کیسے یہ گل و غنچے ہوں خوار آنکھوں میں ۔۔۔ بسے ہوئے ہیں مدینہ کے خار آنکھوں میں
نظر میں کیسے سمائیں گے پھول جنت کے ۔۔۔ کہ بس چکے ہیں مدینے کے خار آنکھوں میں

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے جان جاناں صلی اللہ علیہ وسلم کی آل واولاد سے جو عقیدت ومحبت کی مثال پیش کی ہے وہ بے مثال ہے......اور کیوں نہ ہو کہ اہل بیت اطہار اور سادات کرام

*رحمت عالم گلی، باسنی ناگور، راجستھان

کی محبت وتعظیم بھی سچی محبت رسول ہونے کی دلیل ہے۔ مولانا سید صابر حسین شاہ بخاری رقم طراز ہیں:

''مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں نوری علیہ الرحمہ بھی احترام سادات میں اپنے والد گرامی اور برادر اکبر سے کہیں پیچھے نہ رہے آپ کو بھی سادات کرام سے محبت جنون کی حد تک تھی۔''

(احترام سادات اور امام احمد رضا بریلوی، ص ۹۵)

اور حضور غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے شک اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں جن کی عظمت وفضیلت مطلقہ مسلم ہے۔ حضور غوث اعظم سے مفتی اعظم ہند کی الفت وعقیدت بے مثال وبے نظیر تھی...... ان کے قلب وجگر میں آپ کی عقیدت اور آپ کا عشق کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اس لئے آپ نے حضور غوث الثقلین سے ہی عقیدت ومحبت نہیں کی بلکہ ان سے بھی نسبت رکھنے والی ہر چیز سے الفت ومحبت کی۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے قلبی وابستگی، نسبت خاص اور محبت صادقہ کی وجہ سے حضور مفتی اعظم کو غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے وہ اعزاز وشرف بخشا کہ بہت سے ایسے حضرات جو سلسلۂ عالیہ قادریہ میں سرگرداں تھے انہیں خواب کے ذریعے مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان سے بیعت ہونے کا اشارہ کیا گیا...... زہے نصیب......

الحاج حافظ نواب رحمت نبی خاں صاحب بریلوی مرحوم نے مرشد کامل کی تلاش میں بغداد کا سفر کیا دربار غوث اعظم حاضری دی اور رہبری کی درخواست کی۔ خواب میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے نواب صاحب کو مخاطب فرما کر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی جانب اشارہ کیا اور یہ کہا کہ جا کر ان سے بیعت ہو جاؤ کہ یہ میرے نائب ہیں۔ اس طرح خواب میں غوث اعظم اور مفتی اعظم علیہما الرحمہ دونوں کو دیکھا۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل میں ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ کو حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں حاضری دے کہ بیعت وارادت کا شرف حاصل کیا اس واقعہ کا تذکرہ نواب رحمت نبی خاں صاحب نے اپنی تصنیف ''شیخ عالم درقبائے مفتی اعظم'' میں بھی نقل کیا ہے۔ اور لوگوں سے اکثر خود بھی بیان فرمایا۔

اسی طرح وہ واقعہ بھی مشہور ہے کہ جب سرکار مفتی اعظم ہند کسی کی بیعت فرماتے تھے تو یہ کہتے تھے کہ ''کہو میں نے اپنا ہاتھ غوث اعظم کے ہاتھ میں دیا'' ایک مرید کے دل میں یہ خدشہ پیدا ہوا کہ میں ہاتھ تو دے رہا ہوں مفتی اعظم کے ہاتھ میں، پھر یہ جملہ کیسے بولوں، جب کہ حضرت نے ہی ہمیشہ سچ بولنے کی تاکید کی ہے اس خدشہ کا ازالہ حضور مفتی اعظم نے یوں فرمایا کہ قادری حسن وجمال اور نقش ورنگ کو نمایاں کردیا۔ پھر غوث اعظم کا جلوہ مفتی اعظم کے سراپا میں اور بھی واضح ہو گیا اس طرح فنا

فی الغوث کا حسین منظر بھی اس کی آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ بزرگان دین اولیا اللہ کے یہاں کبھی کبھی ایسے مناظر بھی دیکھنے کو مل جاتے ہیں کہ توجہ خصوصی سے من وتو کا فرق اور عمر کی کمی بیشی کا فرق آنِ واحد میں ختم ہو جاتا ہے ممکن ہے حضور مفتی اعظم نے مرید کے خطرات قلبی سے آگاہ ہو کر اسی طرح کی توجہ خصوصی فرمائی ہو۔ واللہ اعلم بالصواب (پیغام رضا کا مفتی اعظم نمبر، ص ۱۹۱۔۱۹۲)

غوث اعظم کی محبت وعشق میں رنگ جانے والوں پر پھر وہ کرم کی برکھا برستی ہے کہ بس دیکھتے رہ جائیے محبت کرنے والے میں جب جمال محبوب منعکس ہو جاتا ہے تو اس کے قول وفعل، عمل اور کردار میں محبوب کے جلوے نظر آنے لگتے ہیں جتنا قریب ہوتا جاتا ہے اتنا ہی محبوب کے رنگ میں رنگتا جاتا ہے یہاں تک خود محبوب بن جاتا ہے۔ یہی حال میرے ممدوح کا تھا محبت غوث اعظم اور عقیدت سالار اولیا میں وہ اس طرح ڈوب گئے کہ جب ان کا ذکر چھڑ جاتا تو پھر محبتوں کی سوغات لٹائی جاتی تھی۔ جب ان کے لبوں پر غوث اعظم کا نام نامی آ جاتا تو شہد کی بارش ہونے لگتی جب ان کا موضوع سخن حضور غوث اعظم کے مراتب وفضائل بیان کرنا ہوتا تو ساغر دل چھلک چھلک جاتا...... پھر حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں ایسا نوازا، ایسا نوازا کہ ان کے چہرۂ مبارک میں غوث اعظم کی شباہت نظر آنے لگی۔

بہت سے خوش نصیب حضرات جنہوں نے خواب میں حضور غوث اعظم علیہ الرحمہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا ان کا بیان ہے کہ حضور مفتی اعظم مولانا مصطفٰی رضا خاں قادری نوریؔ رحمۃ اللہ علیہ غوث اعظم کے بالکل ہم شبیہ ہیں شکل وصورت میں بھی مشابہ نظر آئے۔ اس نوعیت کا ایک واقعہ نذر قارئین ہے۔

جناب حاجی محمد تقی صاحب جوالہ آباد کے رہنے والے تھے کراچی سے حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے تھے جب وہ مدینہ منورہ میں پہنچے اور عصر کی نماز مسجد نبوی میں ادا کرنے کے بعد باہر نکلے تو حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوگئی حالانکہ اس سال حضور مفتی اعظم بریلی شریف ہی میں قیام پذیر تھے۔ مفتی اعظم اپنے ساتھ پھر مسجد نبوی میں لے گئے اس کے بعد ان کو آنکھیں بند کر لینے کا حکم دیا، آنکھیں بند کیں، نصیبہ جاگا، سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس کے سامنے اپنے کو موجود پایا، غوث اعظم مزار اقدس سے باہر تشریف لائے۔ غوث اعظم کا دیدار ہوا۔ دیر تک زیارت کا شرف حاصل رہا۔ پھر غوث اعظم ان کا ہاتھ پکڑ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی دربار میں لے گئے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال آرا سے آنکھیں مشرف ہوئیں۔ پھر جب عالم مسرت وشادمانی میں نعرۂ یارسول اللہ لگانے کے بعد آنکھیں کھلیں تو حضور مفتی اعظم کا خیال آیا مگر ان کو موجود نہ پایا یہی جناب حاجی تقی صاحب بڑے ہی وثوق واعتماد کے ساتھ کہتے تھے کہ حضور سیدنا غوث اعظم اور مفتی اعظم میں

ایسی کامل مشابہت ہے جیسے آئینہ میں صورت دیکھنے والا اپنے عکس کا مشاہدہ کرتا ہے۔ گویا یہ اپنا آنکھوں دیکھا حال بتا رہے ہیں۔ (حوالہ سابق)

محبت و عشق تاجدار بغداد کا آپ نے اپنے نعتیہ اشعار میں بھی حسین پیرائے میں تذکرہ کیا جن کے مطالعہ کے بعد یہ تاثر قارئین کے ذہن پر نقش ہو جاتا ہے کہ آپ کو غوث اعظم سے بے پناہ عشق و لگاؤ تھا۔ والہانہ عقیدت تھی ...... قلبی وابستگی تھی ...... ذرا مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ کریں اور دیکھیں کہ جذبۂ عشق والفت غوث اعظم میں وہ کس قدر انگڑائیاں لے رہے ہیں ......

ترا جلوہ نور خدا غوث اعظم ترا چہرہ ایماں فزا غوث اعظم
کچھ ایسا گما دے محبت میں اپنی کہ خود کہہ اٹھوں میں منم غوث اعظم
خودی کو مٹا دے خدا سے ملا دے دے ایسی فنا و بقا غوث اعظم
ترے صدقے جاؤں مری لاج رکھ لے ترے ہاتھ ہے لاج یا غوث اعظم

اور جذب مستی سرشاری ووارفتگی کی یہ بھی کتنی اچھی مثال ہے پڑھئے اور سر دھنئے۔

کھلا میرے دل کی کلی غوث اعظم مٹا قلب کی بے کلی غوث اعظم
مرے چاند میں صدقے آجا ادھر بھی چمک اٹھے دل کی کلی غوث اعظم

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے نعتیہ دیوان ''سامان بخشش'' میں کئی ایک طویل منقبتیں بارگاہ حضور غوث العالم میں عرض کی ہیں جن میں اپنی والہانہ کیفیات دل کا ان کی باعظمت بارگاہ میں اظہار کیا ہے پڑھتے جایئے اور اپنے عشق و محبت میں اضافہ اور تازگی پیدا کرتے جایئے ...... عظمت و فضیلت غوث اعظم کا مندرجہ ذیل اشعار میں بھی خوب اظہار کیا ہے۔

مرا سر تری کفش پا پر تصدق وہ پاکے تو قابل ہے یا غوث اعظم
جھلک روئے انور کی اپنی دکھا کر تو نوریؔ کو نوری بنا غوث اعظم
مری روزی مجھ کو عطا کردے آقا ترے در سے دنیا نے لی غوث اعظم

اور یہ عقیدت ومحبت کی چاشنی میں ڈوبے ہوئے میٹھے میٹھے اشعار ملاحظہ فرمایئے اور اپنے دل میں بھی عشق کی مٹھاس محسوس کیجئے ......

مرا حال تجھ پر ہے ظاہر کہ پتلی تری لوح سے جا ملی غوث اعظم
فدا تم پہ ہوجائے نوریؔ مضطر یہ ہے اس کی خواہش دلی غوث اعظم

(سامان بخشش)

مفتی اعظم ہند اور محبت سادات کرام

سید فرقان علی رضوی چشتی *

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ادب واحترام ایمان کا جز ولاینفک ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی ہر شئے سے محبت اور وابستگی بھی ایمان کا تقاضا ہے اور علمائے حق واکابر امت نے اس محبت کا عملی ثبوت فراہم کیا ہے۔

۱۴ رویں صدی ہجری کے مجدد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اپنے مدنی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق وعقیدت کے حوالے سے ان کی آل کی محبت اور احترام کا عملی نمونہ پیش کیا۔ سادات کرام کے ادب وتعظیم کی تعلیم اپنی حیات مبارکہ سے دی۔

حضور مفتی اعظم مولانا شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں نوری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کو جہاں علم و فضل، زہد وتقویٰ اپنے والد ماجد سیدنا امام احمد رضا سے وراثت میں ملا وہیں جذبۂ محبت سادات بھی ورثہ میں ملا تھا۔ حضور مفتی اعظم ہند سادات کرام کا حد درجہ احترام کرتے تھے۔ وہ اپنے سادات تلامذہ اور مریدین سے بھی نیاز مندی اور محبت کا ایسا ثبوت پیش کرتے کہ دیکھنے والے آپ کے محبت نبوی کے جذبہ سے سرشار ہو کر اسیر محبت ہو جاتے۔

مارہرہ مطہرہ کے شاہزادگان جہاں آل رسول تھے وہیں آپ کے مرشد زادے بھی تھے لہٰذا ان کے ادب واحترام اور محبت کا تو پوچھنا ہی کیا۔ حضرت سید العلما مولانا سید شاہ آل مصطفےٰ میاں علیہ الرحمہ اور سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی ایک دوسرے سے ملاقات کا تو عالم دیدنی ہوتا تھا۔ اِدھر سید العلما مفتی اعظم کو دیکھ کر بڑھتے اُدھر سرکار مفتی اعظم ہند لپکتے اور لاکھ منع کرنے کے باوجود آپ سید العلما کی دست بوسی کر کے ہی چھوڑتے۔ حضرت سید العلما اور حضرت احسن العلما کے شاہزادگان حضرت نظمی میاں اور حضرت سید امین میاں صاحبان کا بھی ادب واحترام اسی انداز میں فرماتے جس انداز میں ان حضرات کے بزرگوں کا احترام کرتے تھے۔

اگر سفر میں کوئی سید صاحب ساتھ ہوتے تو انہیں اپنے سے زیادہ آرام سے کار میں بیٹھاتے اور اگر ایک کار میں کوئی سید عالم یا پیر طریقت ہوتے اور دوسری کار میں سرکار مفتی اعظم ہند تو آپ کی یہ ہدایت ہوتی کہ سید صاحب کی گاڑی سے میری گاڑی ہرگز آگے ہونے نہ پائے۔

* خانقاہ رضویہ، درگاہ شریف، اجمیر راجستھان

سیدنا سرکار حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے دربار سے والہانہ عقیدت:

ماہ رجب المرجب میں سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ ہندوستان کے کسی بھی صوبہ یا شہر میں ہوتے فی الفور ۵؍رجب المرجب کو اجمیر شریف تشریف لے آتے، خانقاہ رضویہ رضوی گلی میں قیام فرما ہوتے۔ اپنے خادم خاص کو ہدایت دے رکھی تھی کہ ماہ رجب المرجب میں دوران عرس حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی دوسری جگہ کا پروگرام ہرگز نہ لینا۔ اجمیر شریف میں ہر سال ۵؍رجب المرجب سے ۹؍رجب المرجب تک خانقاہ رضویہ میں قیام پذیر ہوتے تھے۔ دورانِ قیام کوئی مرید و معتقد سرکار مفتی اعظم ہند کی دعوت کی غرض سے آتے تو آپ فرماتے کہ میری دعوت کی اجازت مولانا سید احمد علی رضوی صاحب سے لیں تب ہی چلوں گا۔ مولانا سید احمد علی رضوی صاحب اس آستانہ پر میرے وکیل و دعا گو ہیں۔ بعد اختتام عرس سرکار مفتی اعظم ہند اجمیر شریف سے ۹؍رجب المرجب کو روانہ ہوتے اور عرس نوری میں شرکت کے لئے مارہرہ شریف تشریف لے جاتے۔

دوران قیام اجمیر شریف خدمت خلقِ خدا کا یہ عالم ہوتا تھا کہ آپ اپنی پیرانہ سالی کے باوصف چاہنے والوں کی دل آزاری نہیں کرتے، رات ۲؍بجے تک لوگوں کے مسائل کو حل فرماتے ضرورت مندوں کو تعویذ لکھ کر عنایت فرماتے۔ بعض اوقات والد محترم قبلہ سید احمد علی صاحب جلال میں آجاتے اور آنے والے افراد سے فرماتے کہ آپ لوگ صرف اپنے مفاد کو دیکھتے ہیں کبھی یہ نہیں سوچتے کہ سرکار مفتی اعظم ہند کو اس پیرانہ سالی میں آرام کی ضرورت ہے مگر سرکار مفتی اعظم ہند کا یہ عالم تھا کہ آپ کسی کے سوال کو رد نہیں فرماتے۔

ایک مرتبہ دوران قیام اجمیر شریف کا واقعہ ہے میں اس وقت کمسن تھا خانقاہ رضویہ کے کمرہ نمبر ۶؍میں آپ تشریف فرما تھے علمائے کرام کا ہجوم تھا جن میں خاص طور سے خلیفۂ اعلیٰ حضرت حکیم مولانا برہان الحق قادری، مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن، مفتی مالوہ مولانا رضوان الرحمٰن، علامہ ارشد القادری، مولانا غلام آسی پیا، مفتی رجب علی قادری علیہم الرحمۃ والرضوان و دیگر علمائے کرام موجود تھے۔ کمرہ متذکرہ رضوی گلی کی جانب ہے گلی میں ایک فقیر ہر آنے والے زائرین سے ایک انوکھا سوال کر رہا تھا وہ سوال ملاحظہ فرمائیں: ”جو مجھے ایک روپیہ دے گا اس کو ایک گالی دوں گا جو دس روپیہ دے گا دس گالی دوں گا۔“ یہ الفاظ سنکر سرکار مفتی اعظم ہند مسکرائے اپنی جیب سے ایک روپیہ نکالا اور اپنے خادم کو حکم دیا: ”نیچے جا کر اس سائل کو یہ روپیہ دے آؤ۔“

سادات کرام کے ادب و احترام اور تعظیم سے متعلق بعض واقعات بالترتیب ملاحظہ فرمائیں:

(الف) یکم مارچ ۱۹۶۰ء کو اجمیر شریف میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس کا نام انجمن تبلیغ محب خواجہ مشن ہند اجمیر مقدس تھا۔ اجمیر شریف میں اس کا سالانہ جلسہ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی صدارت میں منعقد ہوتا تھا۔ جس میں ہندوستان و بیرون ممالک کے اکابر علمائے کرام شرکت فرماتے تھے۔ مذکورہ جلسہ کی چھ سالہ کارگزاری کے بعد چھٹے سالانہ جلسہ میں دوران قیام اجمیر شریف سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ و سادات سے متعلق مورخہ ۵ رجب المرجب ۱۳۸۵ھ/ ۳۱ اکتوبر ۱۹۶۵ء بروز یکشنبہ آپ رقم طراز ہیں: ''کیونکہ حضور سیدنا سرکار غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسوۂ حسنہ ہی ہمارے لئے تعلیم نور کا سبب ہے یہی محشر میں کامرانی کا ذریعہ اور وسیلۂ نجات ہے۔ لہٰذا ہم لوگ اس میں دامے درمے قدمے سخنے تعاون جاری رکھیں۔'' یہ بھی سادات کی خدمت کا ایک جذبہ تھا۔

(ماخوذ رجسٹر انجمن تبلیغ محب خواجہ مشن ہند، ص ۶)

(ب) سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے آخری ایام کا ایک واقعہ ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی نے تحریر فرمایا ہے جو احترام سادات سے متعلق ہے۔ موصوف لکھتے ہیں: ''دوپہر کا وقت ہے حضرت آرام فرمارہے ہیں کہ ایک محترمہ اپنے بچوں کے ساتھ تعویذ کیلئے آئیں۔ انہوں نے مخدومۂ اہلسنت (حضرت کی اہلیہ محترمہ) سے فرمائش کی کہ حضرت سے تعویذ لکھوادیں۔ مخدومہ صاحبہ نے فرمایا ابھی تو حضرت کی آنکھ لگی ہے نقاہت ہے جگانا مناسب نہیں پھر آجانا۔ وہ نہیں مانی اور پھر خادماؤں سے کہا اور ضد پکڑلی۔ لیکن حضرت کو بیدار کرنے کی کسی کو ہمت نہ ہوئی آخر میں وہ غصہ کرتی ہوئی اٹھیں اور بچوں سے بولیں چلو بچو! اب یہاں سیدوں کی بھی پوچھ نہیں ہے خدا جانے حضرت کے کانوں تک یہ آواز کیسے پہنچ گئی۔ آپ بستر سے اٹھنے لگے اور آواز لگائی۔ سیدانی بی کو روکو، جانے مت دینا۔ بالآخر انہیں اور ان کے بچوں کو ناشتہ کروایا اور ایک کے بجائے چھ تعویذ لکھ کر دیے۔ اللہ اکبر! سیدہ فاطمہ کی بیٹی، پوتی کا کیسا ادب کیسا خیال کہ نقاہت میں بھی سیدانی صاحبہ کو تعویذ لکھ کر دیا۔''

(ج) ایک بار عرس رضوی میں سرکار مفتی اعظم ہند کے ایک مرید سید صفدر علی پیلی بھیتی کی اہلیہ صاحبہ بھی تشریف لائیں وہ بھی حضرت سے بیعت تھیں۔ زنان خانہ میں عورتوں کی کثرت تھی۔ سیدانی صاحبہ دالان میں فرش پر بستر لگا کر بیٹھ گئیں۔ جب حضرت مکان میں تشریف لائے تو صحن میں پڑے ہوئے پلنگ پر بیٹھ گئے اور پیرانی صاحبہ (یعنی اپنی اہلیہ محترمہ) سے پوچھا کہ دالان میں کون ہے؟ پیرانی صاحبہ نے بتایا کہ سیدانی صاحبہ ہیں یہ سنتے ہی سرکار مفتی اعظم ہند پلنگ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں پلنگ پر بیٹھوں اور سیدانی فرش پر۔ استغفر اللہ پھر سیدانی صاحبہ کیلئے پلنگ کا انتظام کروایا۔

(د) ایک بار حیدر آباد دکن کے سادات کرام نے ایک عظیم الشان کانفرنس میں شرکت کیلئے سرکار مفتی اعظم ہند کو مدعو کیا۔ بہت بڑی مسند آراستہ کی گئی۔ جس پر علما و مشائخ اور خانوادۂ غوثیت کے صاحبزادگان جلوہ افروز تھے جب سرکار مفتی اعظم ہند تشریف لائے تو نعرہ ہائے تکبیر ورسالت سے آپ کا استقبال کیا گیا، اہل جلسہ نے مشورہ کیا کہ سرکار مفتی اعظم ہند کے لئے ایک اونچی کرسی لگادی جائے تاکہ لوگ انکا دیدار بھی کرتے رہیں اور ان کی شخصیت نمایاں رہے حضرت نے اس بات کو منظور نہیں کیا اور فرمایا کہ میں اونچی کرسی پر بیٹھوں اور مخدوم زادے نیچے مسند پر مجھ سے یہ بے ادبی نہ ہوگی۔ یہ جواب سنکر اہلیانِ حیدر آباد پر سکتہ طاری ہوگیا۔ اللہ اکبر! یہ تھا مفتی اعظم ہند کا سادات کرام کی تعظیم اور ادب واحترام کا معاملہ۔

(ح) مجھ فقیر کا گھرانا مفتی اعظم ہند ہی سے شرف بیعت رکھتا ہے فقیر کے والد محترم مولانا الحاج سید احمد علی صاحب قادری چشتی قبلہ علیہ الرحمہ سرکار مفتی اعظم ہند کے مرید و خلیفہ تھے اور ہم چاروں بھائی بھی حضرت کے ہی مرید، سرکار مفتی اعظم ہند ہمیشہ عرس خواجہ پر فقیر کے غریب خانہ خانقاہ رضویہ رضوی گلی میں ہی قیام فرماتے رہے ہیں اور فقیر کے والد محترم کی وکالت سے ہی ہمیشہ حاضری دربار رہے ہیں اسی ضمن میں ایک وکالت نامہ بھی والد محترم کے حق میں تحریر فرمایا ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے:

میں مخدوم محترم ذی المجد والکرم جناب قادری چشتی الحاج مولوی سید احمد علی رضوی صاحب وکیل جاورہ کی وکالت سے آستانۂ سرکار غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حاضری دیتا رہا ہوں اور میں تمام عقیدت مندان طریقت وخواجہ تاشان رضویت و برادران اہلسنت کو مخلصانہ ہدایت کرتا ہوں کہ وہ بھی میرے وکیل دعاگو سید صاحب کی وکالت سے حاضر آستانہ ہوکر فیوض و برکات حاصل کریں اور نذر و نیاز و حاضری کا انہیں سے تعلق رکھیں۔ اللہ تعالیٰ عزوجل تا قیامت سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سایۂ رحمت تمام اہلسنت و جماعت پر قائم رکھے۔ آمین

فقیر مصطفےٰ رضا قادری ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ

باوجودیکہ ہم سب حضرت کے مرید۔ لیکن آپ نے ہم لوگوں سے خدمت لینا کبھی بھی گوارہ نہ کیا اور میرے والد محترم کا اور ہمارا ہمیشہ مخدوم زادوں کی حیثیت سے احترام کرتے رہے۔ اپنے ایک کلام (مشمولہ سامان بخشش) میں سرکار مفتی اعظم ہند اہل بیت کرام پر اس طرح سلام پیش کرتے ہیں۔

بڑھو ادب سے کرو عرض السلام علیک
وَاَھلِ بیتِکَ والآلِ وَالَّذِینَ لَدَیک

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی اپنا آنکھوں دیکھا حال اس طرح بیان کرتے ہیں:

"۱۹۸۲ء میں اپنے دورۂ پاکستان کے موقع پر جانشین مفتی اعظم ہند علامہ اختر رضا خاں ازہری میاں کراچی میں حضرت پیر سید طاہر علاؤالدین گیلانی سے ملاقات کیلئے گئے ساتھ میں راقم عبدالنعیم عزیزی، الحاج محمد حنیف طیب (سابق وزیر پاکستان، کراچی) اور ۲۰۔۲۵ رصاحبان بھی تھے پیر صاحب نے بڑی کرم فرمائی کا ثبوت دیا۔ آخر میں جب علامہ اختر رضا ازہری صاحب نے پیر صاحب سے دعا کے لیے کہا تو انہوں نے فرمایا: تمہیں دعا کی کیا ضرورت تمہارے مولانا احمد رضا خاں صاحب کو میرے جد امجد غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنا دیا ہے کہ تم انہیں سے لے لے کر خرچ کرتے رہو تو ان کا خزانہ کم نہیں ہوگا اور تمہارے وہ مصطفےٰ رضا خاں۔ اللہ اللہ! اتنے بڑے مفتی اتنے بڑے شیخ! وہ میرے پیچھے ننگے پاؤں چلتے رہے صرف اس لئے کہ میں غوث اعظم کی اولاد ہوں میرے غوث اعظم نے انہیں بھی اتنا دیا ہے کہ تم انہیں سے لیتے رہو تو کمی نہیں ہوگی اور پھر عربی میں دعا فرمائی۔"

سبحان اللہ! ایک آل رسول حسینی گلزار کے پھول سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد مفتی اعظم کے مظہر غوثیت اور غوث پاک سے ان کی عقیدت کی گواہی دے رہے ہیں۔ یہ تھی سرکار مفتی اعظم ہند کی خانوادۂ نبوت سے محبت وعقیدت اور احترام وادب کا نمونہ۔

حضرت مفتی اعظم ہند مظہر غوث اعظم تھے آپ نے سرکار غوث اعظم کی کئی منقبتیں لکھی ہیں آپ کا یہ شعر تو بہت ہی مشہور اور مقبول ہے ؎

یہ دل یہ جگر ہے یہ آنکھیں یہ سر ہے
جہاں چاہو رکھو قدم غوث اعظم

حضور مفتی اعظم ہند کا کشف:

فقیر کے چھوٹے بھائی سید عرفان علی رضوی کا واقعہ ہے: ۲۷ رصفر المظفر ۱۹۷۸ء کو مولوی محمد سفیان صاحب اور سید عرفان علی رضوی صاحب ابن مولانا سید احمد علی رضوی صاحب وکیل جاورہ اجمیر شریف، دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کے ہاسٹل کے ایک کمرے میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے دوران گفتگو کوئی ایسی بات نکلی جس پر سید عرفان علی رضوی صاحب نے کہا، پہلے سید کا دو روپیہ نذرانہ پیش کرو پھر بتاؤں گا، اس پر مولوی سفیان نے کہا، میں تو خود اپنے مرشد مفتی اعظم ہند کے در کا بھکاری ہوں میں روپیہ کہاں سے لاؤں، اس پر سید عرفان علی رضوی صاحب نے فرمایا، میں تو آپ کے پیر صاحب سے لے لونگا حالانکہ وہ میرے بھی پیر ہیں بات آئی گئی ہوگئی۔

تقریباً پون گھنٹہ بعد معلوم ہوا کہ سرکار مفتی اعظم ہند بیدار ہیں اور لوگوں سے ملاقات

فرما رہے ہیں۔ یہ دونوں حضرات بھی سرکار مفتی اعظم ہند کی زیارت کو گئے ابھی ان دونوں حضرات نے سرکار مفتی اعظم ہند کی دست بوسی ہی کی تھی کہ ایک صاحب نے حضرت کو دو روپیہ نذر کیا۔ سرکار مفتی اعظم ہند نے وہ رقم سید عرفان علی صاحب کی طرف یہ کہہ کر بڑھادی کہ، سید صاحب نذر قبول کیجئے، سید عرفان علی رضوی صاحب نے فرمایا، حضور میں تو خود نذر دینے سے رہا الٹے آپ مجھے نذر پیش کر رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا، آپ آل رسول ہیں اور پھر آج آپ نے فرمایا بھی تھا کہ حضرت سے نذر لونگا۔ کیوں مولوی سفیان صاحب، حضرت پیر صاحب نے مولوی سفیان کی طرف اشارہ کیا۔ یہ دونوں حضرات دنگ رہ گئے کہ حضرت کو ہماری گفتگو کا کیسے علم ہوا بالآخر سمجھ گئے کہ حضرت نے کشف سے تمام حالات معلوم کر لئے اپنے مرشد کی یہ کرامت دیکھ کر دونوں حضرات نے دوبارہ حضرت کی دست بوسی وقدم بوسی کی اور ان کے دلوں میں اپنے شیخ کی محبت اور عقیدت اور زیادہ ہوگئی۔

(مفتی اعظم ہند، مرتب عبدالنعیم عزیزی، ص ٦٠-٦١)

سرکا مفتی اعظم ہند عاشق رسول، عاشق اہل بیت تھے۔ علم وفضل اور فقاہت میں منفرد المثال تھے، تقویٰ وطہارت سے آراستہ تھے اور ولی کامل بھی، اور عاشق صادق بھی، اسی عشق وعقیدت نے ان کے علم واخلاق اور روحانیت کو ایسی جلابخشی اور ایسی عظمت عطا کی کہ آپ نہ صرف ہندوستان کے سب سے بڑے مفتی بلکہ حقیقی معنوں میں مفتی اعظم عالم اسلام بنکر چمکے اور آج پوری دنیا میں آپ کے مریدین وتلامذہ پھیلے ہوئے ہیں اور دین وسنیت کی تبلیغ واشاعت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

یہ سرکار مفتی اعظم ہند کے عشق مصطفوی عقیدت اہلبیت وسادات کرام کا اکرام ہے کہ آپ کے پیر خانہ "خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ" کے صاحبزادگان نے آپ سے خلافت لی۔ لاریب! سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عشاق اور اپنی آل کے نیازمندوں کو ایسے ہی نوازتے اور سرفراز کرتے ہیں اور مقام عظمت پر متمکن فرمادیتے ہیں۔ اور آج ساری دنیا میں سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے علم وفضل کا خورشید درخشاں وتابندہ ہے۔

> "پورا دیوان "سامان بخشش" پڑھ جایئے۔ اکثر اشعار آیات واحادیث کا ترجمہ نظر آئیں گے۔ اور ایسا محسوس ہوگا کہ تازہ بہ تازہ کلام لکھا گیا ہے یہ بھی مفتی اعظم کی ایک کرامت ہے......"
>
> **مولانا محمد حسین رضوی ابوالحقانی**
>
> (تاجدار اہلسنت، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی، ص ۲۲۹)

فیض پر ہر دم ہے دریا احمد مختار کا

حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا نوریؔ علیہ الرحمۃ والرضوان

وصف کیا لکھے کوئی اس مہبط انوار کا
مہر ومہ میں جلوہ ہے جس چاند سے رخسار کا

عرش اعظم پر پھریرا ہے شہ ابرار کا
بجتا ہے کونین میں ڈنکا مرے سرکار کا

دو جہاں میں بٹتا ہے باڑہ اُسی سرکار کا
دونوں عالم پاتے ہیں صدقہ اُسی دربار کا

جاری ہے آٹھوں پہر لنگر سخی دربار کا
فیض پر ہر دم ہے دریا احمد مختار کا

روضۂ والائے طیبہ مخزنِ انوار ہے
کیا کہوں عالم میں تجھ سے جلوہ گاہِ یار کا

دل ہے کس کا جان کس کی سب کے مالک ہیں وہی
دونوں عالم پر ہے قبضہ احمدِ مختار کا

کیا کرے سونے کا کشتہ، کشتۂ تیرِ عشق کا
دید کا پیاسا کرے کیا شربت دیدار کا

فق ہو چہرہ مہر ومہ کا ایسے منھ کے سامنے
جس کو قسمت سے ملے بوسہ تری پیزار کا

لات ماری تم نے دنیا پر اگر تم چاہتے
سلسلہ سونے کا ہوتا سلسلہ کہسار کا

میں تری رحمت کے قرباں اے مرے امن واماں
کوئی بھی پرساں نہیں ہے مجھ سے بدکردار کا

ہیں معاصی حد سے باہر پھر بھی زاہد غم نہیں
رحمت عالم کی امت بندہ ہوں غفار کا

تو ہے رحمت بابِ رحمت تیرا دروازہ ہوا
سایۂ فضل خدا سایہ تیری دیوار کا

کعبہ واقصیٰ وعرش وخلد ہیں نوریؔ مگر
ہے نرالا سب سے عالم جلوہ گاہ یار کا

(ماخوذ: سامانِ بخشش، مطبوعہ بریلی شریف)

شمع روشن میں ہے جلوہ ترے رخسار کا

حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا نوری علیہ الرحمۃ والرضوان

چارہ گر ہے دل تو گھائل عشق کی تلوار کا
کیا کروں میں لے کے پھاہا مرہم زنگار کا

رو کشِ خلد بریں ہے دیکھ کوچہ یار کا
حیف بلبل اب اگر لے نام تو گلزار کا

حسن کی بے پردگی پردہ ہے آنکھوں کیلئے
خود تجلی آپ ہی پردہ ہے روئے یار کا

حسن تو بے پردہ ہے پردہ ہے اپنی آنکھ پر
دل کی آنکھوں سے نہیں ہے پردہ روئے یار کا

اک جھلک کا دیکھنا آنکھوں سے گو ممکن نہیں
پھر بھی عالم دل سے طالب ہے ترے دیدار کا

تیرے باغ حسن کی رونق کا کیا عالم کہوں
آفتاب اِک زرد پتا ہے ترے گلزار کا

کب چمکتا یہ ہلال آسماں ہر ماہ یوں
جو نہ ہوتا اس پہ پرتو ابروئے سرکار کا

جاگ اٹھی سوئی قسمت اور چمک اٹھا نصیب
جب تصور میں سمایا روے انور یار کا

حسرت دیدار دل میں ہے اور آنکھیں بہہ چلیں
تو ہی والی ہے خدایا دیدۂ خوں بار کا

بھیک اپنے مرہم دیدار کی کردو عطا
چاہئے کچھ منھ بھی کرنا زخم دامن دار کا

کام نشتر کا کیا ناصح نصیحت نے تری
چیر ڈالا اور دامن زخم دامن دار کا

یوں ہی کچھ اچھا مداوا اس کا ہوگا بخیہ گر
چاک کرڈالوں گریباں زخم دامن دار کا

ازسر بالین من برخیز اے ناداں طبیب
ہو چکا تجھ سے مداوا عشق کے بیمار کا

فتنے جو اٹھے مٹا ڈالے روش نے آپ کی
کیوں نہ ہو دشمن بھی قائل خوبی رفتار کا

چوکڑی بھولا براق باد پا یہ دیکھ کر
ہے قدم دوش صبا پر اس سبک رفتار کا

کوئی دم کی دیر ہے آتے ہیں دم کی دیر ہے
اب چمکتا ہے مقدر طالب دیدار کا

جب گرا میں بیخودی میں ان کے قدموں پر گرا
کام تو میں نے کیا اچھے بھلے ہشیار کا

آبلہ پا چل رہا ہے بیخودی میں سر کے بل
کام دیوانہ بھی کرتا ہے کبھی ہشیار کا

(ماخوذ: سامان بخشش، مطبوعہ بریلی شریف)

آبلوں کے سب کٹورے آہ خالی ہوگئے
منہ ابھی تر بھی نہ ہونے پایا تھا ہر خار کا

آبلے کم مائیگی پر اپنی روئیں رات دن
سوکھ کر کانٹا ہوا دیکھیں بدن ہر خار کا

وا اسی برتے پہ تھا یہ تتا پانی واہ واہ
پیاس کیا بجھتی دہن بھی تر نہیں ہر خار کا

پاؤں میں چبھتے تھے پہلے اب تو دل میں چبھتے ہیں
یاد آتا ہے مجھے رہ رہ کے چبھنا خار کا

پاؤں کیا میں دل میں رکھ لوں پاؤں جو طیبہ کے خار
مجھ سے شوریدہ کو کیا کھٹکا ہو نوک خار کا

راہ پر کانٹے بچھے ہیں کانٹوں پر چلنی ہے راہ
ہر قدم ہے دل میں کھٹکا اس رہِ پرخار کا

خار گل سے دہر میں کوئی چمن خالی نہیں
یہ مدینہ ہے کہ ہے گلشن گل بے خار کا

گل ہو صحرا میں تو بلبل کے لئے صحرا چمن
گل نہ گلشن میں تو گلشن ہے اک بن خار کا

گل سے مطلب ہے جہاں ہو عندلیب زار کو
گل نہ ہو تو کیا کرے بلبل کہو گلزار کا

پھر سے ہو جائے نہ عالم میں کہیں طوفان نوح
لو ابلتا ہے سمندر اپنی چشم زار کا

دھجیاں ہو جائے دامن فرد عصیاں کا مری
ہاتھ آجائے جو گوشہ دامن دلدار کا

کوثر و تسنیم سے دل کی لگی بجھ جائے گی
میں تو پیاسا ہوں کسی کے شربت دیدار کا

آئینہ خانہ میں ان کے تجھ سے صدہا مہر ہیں
مہر کس منہ سے کیا ہے حوصلہ دیدار کا

جلوہ گاہ خاص کا عالم بتائے کوئی کیا
مہر عالم تاب ہے ذرہ حریم یار کا

ہفت کشور ہی نہیں چودہ طبق روشن کئے
عرش و کرسی لامکاں پر بھی ہے جلوہ یار کا

زرد رو کیوں ہوگیا خورشید تاباں سچ بتا
دیکھ پایا جلوہ کیا اس مطلع انوار کا

ہفت کشور ہی نہیں چودہ طبق زیر نگیں
عرس و کرسی لامکاں کس کا مرے سرکار کا

یہ مہ و خور یہ ستارے چرخ کے فانوس ہیں
شمع روشن میں ہے جلوہ ترے رخسار کا

مرقد نوریؔ پہ روشن ہے یہ لعل شب چراغ
یا چمکتا ہے ستارہ آپ کی پیزار کا

منقبت سیدنا ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ الشریف

(مرشد حضور مفتی اعظم)

امام احمد رضؔا محدث بریلوی

برتر قیاس سے ہے مقام ابوالحسین
سدرہ سے پوچھو رفعت بام ابوالحسین

وارستہ پائے بستہ دام ابوالحسین
آزاد نار سے ہے غلام ابوالحسین

خطِ سیہ میں نور الٰہی کی تابشیں
کیا صبحِ نور بار ہے شام ابوالحسین

ساقی سنا دے شیشۂ بغداد کی ٹپک
مہکی ہے بوئے گل سے مدام ابوالحسین

بوئے کباب سوختہ آتی ہے مے کشو
چھلکا شراب چشت سے جام ابوالحسین

گلگوں سحر کو ہے سہر سوز دل سے آنکھ
سلطان سہرورد ہے نام ابوالحسین

کرسی نشیں ہے نقش مراد ان کے فیض سے
مولائے نقش بند ہے نام ابوالحسین

جس نخل پاک میں ہیں چھیالیس ڈالیاں
اک شاخ ان میں سے ہے بنام ابوالحسین

مستوں کو اے کریم بچائے خمار سے
تا دور حشر دورۂ جام ابوالحسین

ان کے بھلے سے لاکھوں غریبوں کا ہے بھلا
یارب زمانہ باد بکام ابوالحسین

میلا لگا ہے شان مسیحا کی دید ہے
مردے جلا رہا ہے خرام ابوالحسین

سرگشتہ مہر ومہ ہیں پر اب تک کھلا نہیں
کس چرخ پر ہے ماہ تمام ابوالحسین

اتنا پتہ ملا ہے کہ یہ چرخ چنبری
ہے ہفت پایہ زینۂ بام ابوالحسین

ذرہ کو مہر قطرہ کو دریا کرے ابھی
گر جوش زن ہو بخشش عام ابوالحسین

یحیٰی کا صدقہ وارث اقبال مند پائے
سجادہ شیوخ کرام ابوالحسین

انعام لیں بہار جناں تہنیت لکھیں
پھولے پھلے تو نخل مرام ابوالحسین

اللہ ہم بھی دیکھ لیں شہزادہ کی بہار
سونگھے گل مراد مشام ابوالحسین

آقا سے میرے ستھرے میاں کا ہوا ہے نام
اس اچھے ستھرے سے رہے نام ابوالحسین

یا رب وہ چاند جو فلک عزوجاہ پر
ہر سیر میں ہو گام بگام ابوالحسین

آؤ تمہیں ہلال سپہر شرف دکھائیں
گردن جھکائیں بہر سلام ابوالحسین

قدرت خدا کی ہے کہ طلاطم کناں اٹھی
بحر فنا سے موج دوام ابوالحسین

یارب ہمیں بھی چاشنی اس اپنی یاد کی
جس سے ہے شکریں لب وکام ابوالحسین

ہاں طالع رضا تری اللہ رے یاوری
اے بندۂ جدودکرام ابوالحسین

(ماخوذ: حدائق بخشش، حصہ اول، رضا اکیڈمی ممبئی)

منقبت حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ

ڈاکٹر صابر سنبھلی*

عاشق اسلام و سنت ، مفتی اعظم سلام
دشمن ہر شرک و بدعت ، مفتی اعظم سلام

نیک خصلت پاک طینت ، مفتی اعظم سلام
سیدی ، سرکار حضرت مفتی اعظم سلام

پیکر رشد و ہدایت ، مفتی اعظم سلام
مقتدائے اہلسنت ، مفتی اعظم سلام

رہبر منزل نما ، اے رہروِ راہ صواب
رہ نمائے راہ جنت ، مفتی اعظم سلام

اہل سنت کے امام و پیشوا ایسے تھے آپ
زیب دیتی تھی امامت ، مفتی اعظم سلام

صاحب تقویٰ ، طریقت معرفت کے رہ نما
اور پابند شریعت ، مفتی اعظم سلام

آج عہد پر فتن میں آپ سے وابستگی
دین حق کی ہے علامت ، مفتی اعظم سلام

تھے مسائل جو بھی مشکل آپ نے حل کر دیے
فاتح ملک فقاہت ، مفتی اعظم سلام

زندگی تھی وقف بہر حبّ رب و مصطفےٰ
ہر نفس محو عبادت ، مفتی اعظم سلام

پیش کرتے ہیں ادب سے آپ کو کیجے قبول
اہل سنت و الجماعت ، مفتی اعظم سلام

کچھ ادائیں آپ کی صابر کے دل پر نقش ہیں
آپ پر ہو رب کی رحمت ، مفتی اعظم سلام

*سیف خاں سرائے، سنبھل (ضلع مرادآباد) یوپی

منقبت شریف

در شان اقدس مرشد برحق جلوۂ قدرت سرکار مفتی اعظم ہند نوریؔ بریلوی قدس سرہ

نتیجۂ فکر: مولانا محمد انور علی قادری برکاتی نوری رضوی*

ظلِّ غوث الوریٰ مصطفےٰ خاں رضا — عکس ذاتِ رضا مصطفےٰ خاں رضا

مظہر اعلیٰ حضرت تری ذات ہے — بالیقیں باخدا مصطفےٰ خاں رضا

گلشن رضویت کی بہار آپ ہیں — اے بہار رضا مصطفےٰ خاں رضا

اس صدی کے مجدد ہو تم بالیقیں — اہل حق نے کہا مصطفےٰ خاں رضا

کیا عجم کیا عرب ہر جگہ پر ترا — خوب چرچا ہوا مصطفےٰ خاں رضا

پھنس گئی ہے مری ناؤ منجدھار میں — اے مرے ناخدا مصطفےٰ خاں رضا

آپ کی اک نگاہ کرم سے ہوا — پار بیڑا مرا مصطفےٰ خاں رضا

المدد المدد الکرم الکرم — میرے مرشد شہا مصطفےٰ خاں رضا

نفس و شیطان کے شر سے بچا لیجئے — میرا ایمان یا مصطفےٰ خاں رضا

میرے مرشد کا پچیسواں عرس ہے — مرحبا مرحبا مصطفےٰ خاں رضا

باخدا نور نوری کا یہ فیض ہے
میں جو انورؔ ہوا مصطفےٰ خاں رضا

*استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف

اللہ اللہ مرتبہ کیا مفتی اعظم کا تھا

مولانا محمد یونسؔ مالیگ*

اللہ اللہ مرتبہ کیا مفتی اعظم کا تھا
کل جہاں میں بول بالا مفتی اعظم کا تھا

حامل علم شریعت راز دار معرفت
مجمع البحرین دریا مفتی اعظم کا تھا

مانتے تھے مفتیان دین انہیں اپنا امام
اتنا اونچا کس کا رتبہ؟ مفتی اعظم کا تھا

سرگروہ عاشقان مصطفےٰ بیشک تھے آپ
عشق کی دنیا میں شہرہ مفتی اعظم کا تھا

ہوتی تھی انوار حق کی جیسے بارش آپ پر
اس قدر نورانی چہرہ مفتی اعظم کا تھا

جانشینی اعلیٰ حضرت کی نہیں آسان کام
بالیقیں یہ کارنامہ مفتی اعظم کا تھا

دیکھ کر جس کو خدا یاد آئے بس وہ ہے ولی
ہم نشیں ایسا ہی قصہ مفتی اعظم کا تھا

خیر خواہی سنیت کی ، خدمت دین مبیں
زندگی بھر یہ طریقہ مفتی اعظم کا تھا

زہد و تقویٰ اور ورع میں کیوں نہ ہوتے بے مثال
عشق سنت والہانہ مفتی اعظم کا تھا

تھے امام اعظم دوراں ، غزالی زماں
وقت کے رازی سا رتبہ مفتی اعظم کا تھا

گامزن راہ شریعت پر رہے تا زندگی
اور قدم ہرگز نہ پھسلا مفتی اعظم کا تھا

جانتے تھے مانتے تھے اپنے ہوں یا غیر ہوں
درحقیقت یہ کرشمہ مفتی اعظم کا تھا

چودہ تاریخ محرم ہجری سن چودہ سو دو
وقت ہجرت بن کے آیا مفتی اعظم کا تھا

یاالٰہی ! رحم فرما ، کر عطا نعم البدل
علم ہو یا فضل ، اعلیٰ مفتی اعظم کا تھا

سر سے سایہ اٹھ گیا ہے کیوں نہ ہوں غم سے نڈھال
ہم کو اے یونسؔ سہارا مفتی اعظم کا تھا

*یہ منقبت مولانا محمد یونسؔ مالیگ (م ۱۹۸۲ء) نے حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے چہلم شریف پر کہی۔

مظہر غوث الوریٰ، احمد رضا کا آئینہ

محمد حسین مشاہد رضوی*

مظہر غوث الوریٰ ، احمد رضا کا آئینہ
ہیں رضائے مصطفےٰ حامد رضا[1] کا آئینہ

" مفتی اعظم یکے از مردمان مصطفےٰ[2] "
ہے بجا کہیے جو زہد و اتقا کا آئینہ

نوری سیرت، نوری صورت، قال نوری، نوری حال
بوالحسین احمد نوری[3] لقا کا آئینہ

مفتی اعظم کی صورت عکس غوث پاک ہے
ہیں رضائے مصطفےٰ غوث الوریٰ کا آئینہ

نور تن میں، نور من میں جان بھی پر نور ہے
پر تو نور رضا ، نور ھدیٰ کا آئینہ

ہیں مرے احمد رضا حسان ثانی بالیقیں
اور نوری نعت گوئی میں ہیں ان کا آئینہ

مفتی اعظم کا تقویٰ کیوں نہ ہو بے مثل، جب
ہیں وہ غوث پاک امام اتقیا کا آئینہ

ہو ہر اک دھڑکن مشاہد نغمۂ نعت رسول
فیض نوری سے ہو دل حب نبی کا آئینہ

[1] حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے برادر اکبر حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ

[2] یہ مصرع حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری کا ہے۔

[3] حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے مرشد گرامی حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی علیہ الرحمہ

*نیا اسلام پورہ، مالیگاؤں (ضلع ناسک)

تہنیت مبارکبادی

نتیجۂ فکر: مفتی محبوب رضا روشن القادری*

ترجمانِ اعلیٰ حضرت ہے رضا اکیڈمی	رہنمائے اہلسنت ہے رضا اکیڈمی
بطفیل غوث اعظم و خواجۂ ہر خواجگان	آبروئے قوم و ملت ہے رضا اکیڈمی
حضرت مفتی اعظم کا ہے یہ سچا نقیب	مہبطِ نور عقیدت ہے رضا اکیڈمی
عمر میں برکت سعید نوری و رضوی کے ہو	پائی جن سے خوب شہرت ہے رضا اکیڈمی
ڈھال بن جاتا ہے، نجدی سر اٹھاتے ہیں اگر	پاسبان دین و ملت ہے رضا اکیڈمی
رضویت کی شمعیں اس نے ہر سو روشن کر دیا	ناشر دستورِ الفت ہے رضا اکیڈمی
گلستان عشق طیبہ سینچتا رہتا ہے یہ	خوب مداح رسالت ہے رضا اکیڈمی
شہر ممبئ کی زمیں پر اک نرالی شان ہے	حُسن حسانِ نبوت ہے رضا اکیڈمی

مہر چرخ رضویت روشنؔ رضا مسجد میں ہے
مظہر سراجِ ملت ہے رضا اکیڈمی

*صدر مفتی رضوی نوری دارالافتا وصدر المدرسین وشیخ الحدیث دارالعلوم فیضان مفتی اعظم ممبئ ۳

مفتی اعظم ہند

ایک عظیم روحانی شخصیت

مولانا محمد ظفر رضوی*

حضرت ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن محمد مصطفےٰ رضا خاں الملقب بہ مفتی اعظم ہندو المتخلص بہ نوری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت و سیرت کے ہر رخ سے لوگوں کو واقف کرانے کی ضرورت ہے تاکہ بیش از بیش افراد کے افکار و کردار کی اصلاح کا سامان ہو سکے۔

مفتی اعظم ہند کی ساری زندگی اتباع شریعت و پیروی سنت میں گزری ان کا زہد و تقویٰ ولیوں جیسا تھا ان کی بزرگی کا حال یہ تھا کہ وہ صرف ان کی اپنی ذات تک محدود نہیں تھی بلکہ اس کا فیض لاکھوں کروڑوں لوگوں تک پہنچا دعاؤں اور تعویذوں کے ذریعہ انھوں نے انگنت افراد کے دکھ درد دور کیے اور بے شمار اشخاص ان سے مرید ہو کر روحانیت کی دولت سے مالا مال ہو گئے ایسے بزرگ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر اور مشتہر کرنا گویا فیض روحانی کا دریا بہانا ہے، تاجدار اہلسنت کی زندگی ان کی سیرت و کردار ان کے روزمرہ کے حالات اور علم و عمل کے بے مثال اور حیرت انگیز واقعات آج من مردہ میں نئی جان ڈال سکتے ہیں۔

ملک میں جب ایمرجنسی نافذ ہوئی اور دین پر خطرات کے بادل منڈلائے تو مصلحت اندیشوں نے اپنے فرائض منصبی کو فراموش کر دیا تھا۔ مگر دین حق کا یہ حق گو سپاہی ساری مصلحت اندیشی اور حالات کی نزاکت کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے تنہا اعلاے کلمۃ اللہ کا علَم ہاتھوں میں اٹھائے اسلام کی آبرو بن گیا اور دنیا کو پھر کہنا پڑا۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل تھی محو تماشاے لب بام ابھی

آج سے تقریباً پچیس، تیس سال قبل چند نام نہاد مسلمانوں نے شریعت اسلامیہ میں ردو بدل یعنی ترمیم مسلم پرسنل لا کا مسئلہ کھڑا کیا اور ممبئی وغیرہ میں ان کے متعدد جلسے ہوئے اور اس کے خلاف اہلسنت وجماعت نے بھی اعلیٰ پیمانے پر کئی جلسے اور مظاہرے کئے اس موقع پر مسلم پرسنل لا کا ذکر آیا تو حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے فرمایا: ہم نے حکومت کو آگاہ و خبردار کیا ہے کہ یہ کہنا درست نہیں

*سیوان، بہار

ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے ترمیم قانون شریعت اسلامیہ کا مطالبہ کیا جارہا ہے کیونکہ جو شریعت میں ترمیم وتبدیل وغیرہ کرانا چاہتا ہے وہ مسلمان ہی نہیں ہے۔

اس پرفتن اور پرآشوب دور میں جس بے باکی اور جسارت اسلامی کا اظہار فرمایا ہے اور مسلمانوں کی رہنمائی فرما کر ضلالت و گمراہی سے نکالا ہے یہ انہیں کا حصہ ہے۔ حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں شرکت کے لیے آپ دہلی تشریف لے گئے تو کوچہ جیلاں میں قیام کیا وہاں ایک بدعقیدہ مولوی آپ سے علم غیب کے مسئلے پر الجھ پڑا، صاحب خانہ اشفاق احمد نے آپ سے مؤدبانہ گزارش کی حضور یہ بہت بدبخت ہے اس پر کسی بات کا اثر نہیں ہوتا۔ مفتی اعظم نے اپنے میزبان سے کہا یہ اس وقت تمہارے گھر پر تشریف لائے ہوئے ہیں ان کے متعلق تمہیں کوئی سخت بات نہ کہنا چاہیے، مولوی صاحب نے آج تک کسی کی بات سنی ہی نہیں اس لیے اثر بھی قبول نہیں۔ یہ تو صرف اپنی بات سناتے رہے ہیں اور وہ بھی اَن سنی کردی جاتی ہے آج میں ان کی باتیں توجہ سے سنوں گا حاضرین بھی خاموشی سے سنیں۔ مولوی سعیدالدین انبالوی نے سوا گھنٹے تک یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا۔ جب وہ تھک کر خاموش ہوگئے تو آپ نے فرمایا، اگر کوئی دلیل تم اپنے موقف کی تائید میں بیان کرنا بھول گئے ہو تو یاد کرلو، مولوی صاحب جوش میں آگئے اور آدھے گھنٹے تک بولنے کے بعد کہا: پس یہ بات اچھی طرح ثابت ہوگئی ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو علم غیب نہیں تھا، تم اپنے باطل عقیدے سے فوراً توبہ کرلو، حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ تعالیٰ نے غیب کا علم عطا نہیں فرمایا تھا۔ آپ اس کے رد میں وہ سب کچھ کہہ چکے ہیں جو کہہ سکتے تھے اب اگر زحمت نہ ہو تو میرے دلائل بھی سن لیں۔ مولوی صاحب نے برہم ہوکر کہا: میں نے تم جیسے لوگوں کی ساری دلیلیں سن رکھی ہیں مجھے سب معلوم ہے کہ کیا کہو گے۔

آپ نے بڑے تحمل سے کہا: مولوی صاحب! بیوہ ماں کے حقوق بیٹے پر کیا ہیں؟ میں غیر متعلق سوال کا جواب نہیں دوں گا، مولوی صاحب نے تیز آواز میں کہا۔ اچھا تم میرے کسی سوال کا جواب نہ دینا میرے چند سوالات سن تو لو۔ میں نے ڈیڑھ پونے دو گھنٹے تک تمہارے دلائل سنے ہیں۔ آپ کی بات سن کر مولوی صاحب بادل نخواستہ خاموش ہوگئے تو آپ نے دوسرا سوال کیا، کیا کسی سے قرض لیکر روپوش ہوجانا جائز ہے۔؟

کیا اپنے معذور بیٹے کی کفالت سے دست کش ہوکر اسے بھیک مانگنے کے لئے چھوڑا جاسکتا ہے؟ کیا حج بدل کے اخراجات کسی سے لیکر حج ...... ابھی آپ نے اپنا سوال مکمل بھی نہیں کیا تھا کہ مولوی

صاحب نے آگے بڑھ کر قدم پکڑتے ہوئے کہا بس کیجئے حضرت مسئلہ حل ہوگیا ہے اور یہ بات آج میری سمجھ میں آگئی ہے کہ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو علم غیب حاصل تھا، اور نبی مکرم کے پاس علم غیب ہونا ہی چاہیے ورنہ منافقین مسلمانوں کی تنظیم کو تباہ و برباد کردیتے، اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو میرے متعلق ایسی باتیں بتادی ہیں، جو یہاں کوئی نہیں جانتا تو بارگاہ علیم سے سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کیا انکشافات نہ ہوتے ہوں گے! مولوی صاحب اسی وقت تائب ہوکر مفتی اعظم سے بیعت ہوگئے مناظر کو افہام وتفہیم کی سطح تک لے آنا، بے مقصد گفتگو کو با مقصد بنا دینا صرف اولیائے کرام کی خصوصیت ہے۔ وہ شخص جو کسی دلیل کو سننا گوارہ نہ کرتا تھا مفتی اعظم نے اس کے سامنے ایسی دلیل پیش کی جو سطحی علم رکھنے والے کبھی پیش نہ کرسکتے تھے۔

ایک دفعہ رام پور سے کچھ لوگ بریلی شریف، بیعت کے لیے آرہے تھے ان کے ساتھ ایک بدعقیدہ آدمی بھی اس نیت سے ساتھ ہولیا کہ وہ آپ کی خدمت میں پہنچ کر انوکھے سوالات سے آپ کو پریشان کر کے لطف اٹھائے گا۔ بریلی اسٹیشن پر جب وہ دروازے پر پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کا ٹکٹ غائب ہوگیا ہے اس نے اپنے ساتھیوں کو صورت حال سے آگاہ کیا تو انہوں نے کہا تم اپنا سامان ہمیں دے دو اور پلیٹ فارم پر رکو ہم میں سے کوئی پلیٹ فارم ٹکٹ لیکر ابھی آتا ہے، اشرف خاں نے ساتھیوں کی بات مان لی اور پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگا ساتھی اسٹیشن سے باہر چلے گئے۔ اشرف خاں ابھی ٹہل ہی رہا تھا کہ ایک شخص نے اسے مخاطب کیا: تمہارے پاس ٹکٹ نہیں ہے میرے ساتھ آؤ میں تمہیں باہر لے چلتا ہوں۔ اشرف خاں سوچ میں پڑ گیا، اجنبی کا تعاون قبول کرے یا نہ کرے، اجنبی نے اشرف کا ہاتھ مضبوطی سے تھام کر گیٹ کا رخ کیا اور ٹی ٹی کے سامنے سے ہوکر باہر پہنچ گیا اشرف خاں کی نظر اپنے ساتھیوں پر پڑی تو اس نے ان کی طرف بڑھنا چاہا۔ اجنبی اشرف کا ہاتھ چھوڑ کر بھیڑ میں گم ہوگیا۔ رام پور کے عقیدت مند اشرف کو لیکر محلہ سوداگران میں خانقاہ رضویہ پہنچے، دن کے گیارہ بج رہے تھے عقیدت مند آپ کی بارگاہ میں ادب سے سر جھکائے بیٹھے تھے، اور آپ اس وقت تعویذ لکھ رہے تھے، تعویذ نویسی سے فارغ ہوکر آپ نے حاضرین سے پوچھا کیا اور کسی کو تعویذ لینا ہے؟ جواب سکوت میں پاکر آپ نے رحمت خاں سے پوچھا: کیوں رام پور کے احباب کا کیا حال ہے، سب خیریت ہے، حضور میرے ساتھ چار دوست آپ سے بیعت کے لیے حاضر ہوئے ہیں حکم ہو تو پیش کروں آپ کا اشارہ پاکر پانچ آدمی آپ کے سامنے دو زانو ادب سے بیٹھ گئے۔ آپ نے رحمت خاں سے کہا: تم نے تو چار کے لیے کہا تھا یہ تو پانچ ہیں۔

حضور یہ اشرف خاں ہمارے ساتھ ضرور آیا ہے مگر بیعت کے ارادے سے نہیں آیا ہے اسے سب لوگ فلسفی کہتے ہیں یہ آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے، میں بیشک آپ سے گفتگو ہی کرنے آیا تھا مگر میں اب صرف بیعت کا آرزومند ہوں۔ اسٹیشن والی بات بھول جاؤ اشرف! تم ہم سے ملنے آئے تھے ملاقات کے مقاصد کچھ بھی ہوں مگر ہمارا اخلاق اس بات کو کیسے گوارہ کرلیتا کہ ہمارا مہمان پریشان ہوتو اس کی مدد دوسرے کریں، تم وہ باتیں ضرور کرو۔ جو تم کرنا چاہتے ہو۔ حضور! مجھے آپ مل گئے تو میرا کوئی سوال تشنۂ جواب نہ رہا بس اب اپنی غلامی میں لے لیجئے، تاکہ فکرونظر کی آوارگی کا عذاب ختم ہوجائے، آپ نے سب کو بیعت کرکے حکم دیا: تم لوگ اب اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ تم لوگ غوث اعظم کے دامن کرم سے وابستہ ہوچکے ہو ہر ہر قدم پر تمہاری رہنمائی ہوتی رہے گی۔ اعلیٰ حضرت نے محبتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو چراغ روشن کیے تھے ان چراغوں سے چراغاں کی کیفیت پیدا کرنے کے لیے مفتی اعظم نے ایک کامیاب جدوجہد کا آغاز کردیا تھا۔ آپ جانتے تھے کہ بدعقیدگی کے بگولے مجتمع ہوکر آندھی بننے کی کوشش کررہے ہیں۔ چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی ستیزہ کار ہے آپ نے اپنے لیے سوچ سمجھ کر ایک لائحہ عمل مرتب کیا۔

(۱) مسلک امام اہلسنت اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت۔

(۲) مقام رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعتوں کا باطل شکن پرچار۔

(۳) مسند افتا سے اہل سنت کے عقائد کا علمی محاذ پر تحفظ۔

(۴) مسند رشدو ہدایت سے روحانیت کے فروغ کی سعی پیہم۔

(۵) تعویذوں سے خالی دامنوں کو مرادوں سے معمور کرنا۔

(۶) روحانی تصرفات سے دنیا میں پھیلے ہوئے مریدوں سے مربوط رہنا۔

(۷) شریعت وطریقت کے درمیان ہر فرق کا مٹانا۔

آپ کی زندگی کے بے شمار گوشے ہیں جو ہر رخ سے سرمایہ ہدایت ہیں مگر مندرجہ بالا خصوصیات ایسی ہیں جو اظہر من الشمس ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو جتنی روحانی اور مادی توانائیاں عطا کی تھیں، آپ نے سب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے صرف کردیں۔

ایک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب
خون جگر ودیعت مژدگان یار تھا

حضور مفتی اعظم نور اللہ مرقدہ کے عالی کردار، بلند اخلاق، علمی بصیرت، جودت طبع، حسن

حافظہ، خدمت دینی، دینی وقومی دردمندی کے واقعات بھی کثرت سے ہیں اوران امور میں آپ یگانہ روزگار تھے۔

فرائض وواجبات سنن ومستحبات کی محافظت میں نمایاں خصوصیت کے حامل تھے اتباع سنت کا خاص اہتمام فرماتے تھے، خدمت خلق آپ کا عظیم کارنامہ ہے زمانہ دراز تک لوگ آپ کے ذکر سے رطب اللسان رہیں گے۔

فتنہ ارتداد کے ایام میں آپ نے اس دینی فریضہ کو بہت پابندی سے ادافرمایااس کے بعد بھی آپ نے اپنی جدوجہد سے اس دین پاک کی خوب خدمت فرمائی اور فرزندان توحید کو مذہبی رجحان بخشا ان کی عملی زندگی کو بھی سنوارنے کی کوشش کی ہزاروں افراد کو داخل اسلام وسنت فرماکر۔

"مولانا (احمد رضا خاں بریلوی) نے تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے اور سچی بات یہ ہے کہ ہر صنف کا حق ادا کیا ہے، ان کا مشہور مقطع ہے۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

یہ کوئی شاعرانہ تعلّی نہیں بلکہ عین حقیقت ہے، ان کے اشعار پڑھتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے فصاحت و بلاغت، حلاوت، و ملاحت، لطافت و نزاکت یہ سب ان کے ہاں کی لونڈیاں ہیں۔

مولانا کی شاعری میں جو بات سب سے زیادہ نمایاں نظر آتی ہے وہ ان کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے والہانہ عقیدت ومحبت ہے جوان کے ایک ایک شعر سے ٹپکی پڑتی ہے۔

مولانا کی نعتیہ شاعری میں ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ انہوں نے نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پرانے شعرا کے انداز تخاطب کو یکسر بدل ڈالا اور شاعری میں آداب نبوت اور مقام رسالت کا خاص طور پر خیال رکھا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ محض شاعر ہی نہیں تھے بلکہ مقام نبوت کے شناسا اور عارف بھی تھے......"

عابد نظامی

(ماہنامہ ضیائے حرام لاہور جولائی ۱۹۷۲ء، ص ۵۴)

حضور مفتی اعظم اور ان کی تعلیمات

غلام مصطفیٰ رضوی*

حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا نوری بریلوی (م ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) مدبر و فقیہ اور عظیم قائد و رہنما تھے۔ آپ کی علمی جلالت، فقہی بصیرت اور بلندیِ اخلاق کا شہرہ آفاق کی بلندیوں کو چھو چکا ہے۔ آپ مختلف علوم و فنون میں مہارت تامہ کے ساتھ ہی فن افتا میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ افتا نویسی میں آپ کے خاندان کا ایک وصف رہا ہے۔ فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

> ''مفتی اعظم ہند قبلہ قدس سرہ نے اس گھر میں آنکھ کھولی جو تقریباً ڈیڑھ سو سال سے فقہ اور فتاویٰ کا عظیم مرکز رہا کہ آپ کے والد گرامی اعلیٰ حضرت کے جد امجد امام العلما حضرت علامہ مفتی رضا علی خاں بریلوی قدس سرہ (متوفی ۱۲۸۲ھ) اور آپ کے جد امجد امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی نقی علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۲۹۷ھ) نے صرف یہی نہیں کہ فتویٰ نویسی کا گرانقدر فریضہ انجام دیا بلکہ اپنے اپنے زمانہ کے مفتیان کرام وعلمائے عظام سے اپنی علمی صلاحیت اور فقہی بصیرت کا لوہا منوا کر مرجع فتاویٰ رہے۔''(۱)

حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ عشق و عرفان کے اس بلند منصب پر فائز تھے جہاں آنکھوں کے حجابات اُٹھ جاتے ہیں اور جلوۂ محبوب کا مشاہدہ نگاہوں کا محور ٹھہرتا ہے۔ محبت سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سرشار تھے اور سنتوں کے عامل، عشق سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں وارفتگی و سرشاری کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت محبوب کی یادوں میں منہمک رہتے۔

جاگ اٹھی سوئی قسمت اور چمک اٹھا نصیب
جب تصور میں سمایا روئے انور یار کا

اپنے سوز دروں، عشق تپاں اور الفت سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اظہار کے لئے نعتیہ شاعری کو ذریعہ بنایا۔ یہ جذبات و احساسات کی لطافت ہے کہ انہیں اشعار کے سانچے میں بخوبی ڈھالا جا سکتا ہے ورنہ ذوق شعری آپ کے مزاج کا حصہ نہیں۔ مگر یہاں حضور سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ، خصائص و فضائل، شمائل و پاکیزہ اذکار کی خوشبو ہے جو شعر کے لبادے میں مشام جاں کو معطر کر رہی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

*رابطہ: مدینہ کتاب گھر، اولڈ آگرہ روڈ، مالیگاؤں ۴۲۳۲۰۳ (ناسک)
e-mail:noori_mission@yahoo.com

میرے دل پر جو کبھی جلوۂ جاناں ہوگا
لمعۂ نور مرے رُخ سے نمایاں ہوگا

آبلے پاؤں میں پڑ جائیں جو چلتے چلتے
راہِ طیبہ میں چلوں سر سے قدم کی صورت

صفحۂ دل پہ مرے نام نبی کندہ ہو
نقش ہو دل پہ مرے ان کے علم کی صورت

میری آنکھوں میرے سر پر میرے دل پر میرے جگر پر
پائے اقدس رکھ دو شاہا صلی اللہ علیک وسلم

آب بحرِ عشق جاناں سینہ میں ہے موجزن
کون کہتا ہے ہمیں آبِ بقا ملت نہیں

مئے محبت محبوب سے یہ ہیں سر سبز
بھری ہوئی ہے شراب طہور آنکھوں میں

کھلے ہیں دیدۂ عشاق خواب مرگ میں بھی
کہ اس نگار کا ہے انتظار آنکھوں میں

خدا ایک پر ہو تو اک پر محمد ﷺ
اگر قلب اپنا دو پارہ کروں میں

چمک جائے دل نوریؔ تمہارے پاک جلوؤں سے
مٹا دو ظلمتیں دل کی مرے نور الہدیٰ تم ہو

حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کی شاعری میں مضمون آفرینی کے جلوے بھی ہیں اور محاوروں کا حسین امتزاج بھی، اور تنوع الفاظ کا انتخاب بھی۔ سہل پسندی اور سادگی کلام کا وصف ہے۔ فکری وسعت اور خیالات کی بلندی کے ساتھ عقائد کا برملا اظہار آپ کے کلام کو دوسروں سے ممتاز کر دیتا ہے۔ کلام کی ادبی خوبیوں پر روشنی کوئی ادب شناس ہی ڈال سکتا ہے۔ نئی تراکیب کا استعمال بھی آپ کے کلام میں نمایاں ہے جس پر آپ کا دیوان ''سامان بخشش'' لائق مطالعہ ہے۔ ایک شعر ملاحظہ فرمائیں ۔

صبح روشن کی سیہ بختی سے اب شام ہوئی
کب قمر نوردہ شام غریباں ہوگا

حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی دینی و علمی خدمات کا دائرہ کافی وسیع ہے۔ آپ کے فتاویٰ میں فقہی تحقیق کے تمام جزئیات ملتے ہیں۔ مسائل کے ضمن میں دلائل و براہین سے استنباط کی جھلکیاں آپ کے فتاویٰ '' المکرمۃ النبویۃ فی الفتاوی المصطفویۃ '' (۱۳۲۹ھ) میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

دین پر استقامت اور تفقہ کے لئے آپ کی ذات بے مثل اور نمونۂ عمل ہے۔ آپ کی تعلیمات قرآن مقدس، احادیث مبارکہ اور مشاہیر فقہا و محدثین کے اقوال کی ترجمانی کرتی ہیں۔ ساتھ ہی امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی بدعات و منکرات کے خاتمہ کے لئے تحریک اصلاح سے مستفیض و مستفید ہیں۔ ہم آپ کی ہمہ پہلو شخصیت کے دیگر گوشوں سے صرف نظر آپ کے ارشادات و پیغامات اور عقائد و اعمال اور کردار کی اصلاح و تربیت کے تعلق سے جو گوشے ہیں ان پر اجمالی روشنی ڈالیں گے۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی حیات طیبہ میں اتباع شریعت کا پہلو سب سے واضح ونمایاں ہے اور فرائض کی ادائیگی کا یہ عالم کہ اس میں کسی طرح کی کلفت و پریشانی کو خاطر میں نہ لایا۔ رضائے الٰہی عزوجل کے لئے عمر بھر سرگرم رہے۔ شریعت کے احکام پر عمل کا خود بھی اہتمام فرمایا اور دوسروں کو بھی ترغیب وتاکید فرمائی۔ نماز سے متعلق کسی طرح کی سستی کوروا نہ رکھا۔ فرائض میں نماز اہم فرض ہے جس کے لئے حضور مفتی اعظم خاص اہتمام فرماتے اور خشوع وخضوع کا عالم تو بحرالعلوم مفتی عبدالمنان صاحب کی زبانی سنئے، وہ لکھتے ہیں:

''خشوع وخضوع کا یہ عالم تھا کہ پوری نماز میں آپ کے وجود پر عبودیت کی شان اور بندگی کا جمال طاری رہتا تھا دیکھنے والا دور سے ہی فیصلہ کر لیتا تھا کہ ایک مومن قانت نے اپنے مولیٰ کی رضاجوئی کے لئے اپنے پورے وجود کو عجز و درماندگی اور عرض و التماس کے سانچے میں ڈھال لیا ہے **وقوموا اللّٰہ قانتین**''(۲)

زندگی کے آخری ایام میں ضعف و نقاہت کا عالم طاری ہوتا۔ اٹھتے بیٹھتے سہارے کی ضرورت ہوتی لیکن جیسے ہی تکبیر شروع ہوتی ایسے کھڑے ہوجاتے جیسے کوئی تکلیف نہ رہی ہو اور مکمل نماز ادا فرماتے۔ آپ کے خلفا و تلامذہ جنہیں سفر وحضر میں رفاقت میسر رہی ہے وہ دورانِ سفر نماز کی پابندی کے متعلق فرماتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا کہ ٹرین چل پڑی لیکن آپ نے نماز کیلئے پرواہ نہیں کی اور ٹرین آگے جاکر ٹھہر گئی۔ مصائب وآلام نے بھی نماز میں خلل واقع نہ ہونے دیا اور نہ ہی سفر کی صعوبتیں سدِ راہ بنیں۔ حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں مدظلہ العالی فرماتے ہیں: کہ نماز کا وقت قریب آتا تو ادائیگی نماز کے لئے بے چین رہتے۔(۳) حضور مفتی اعظم قدس سرہ ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

''حدیث میں نماز کو دین کا ستون فرمایا اور فرمایا کہ جس نے نماز کو قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے نماز چھوڑی اس نے دین کو ڈھادیا (**العیاذ باللّٰہ**) دوسری حدیث میں فرمایا کہ جس نے جان کر نماز ترک کی اس نے کفر کیا و **العیاذ باللّٰہ** دوسروں کو نماز کی تاکید کرنے والا خود نماز چھوڑنے والا اس ایندھن کی طرح ہے جو خود جل رہا ہے اور دوسروں کو فائدہ پہنچا رہا ہے۔''(۴)

آپ نے پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل حل فرمائے اور نو پید فتنوں کا سد باب کیا جن میں عنایت اللہ

مشرقی کا فتنہ سرفہرست ہے۔اسی طرح شدھی تحریک کا قلع قمع بھی حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی خدمات کا درخشاں وتابندہ باب ہے۔آپ کی تعلیمات منیرہ وضوفشاں سے چند گوشے اور چیدہ چیدہ زاویے پیش کئے جاتے ہیں۔

سجدہ:

دریافت کیا گیا کہ زید کہتا ہے کہ ہندو بتوں کو سجدہ کرتے ہیں اور ہم کعبہ میں جا کر پتھر کو سجدہ کرتے ہیں۔اس کے جواب میں حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے فرمایا:

"یہ شخص جلد توبہ کرے۔کوئی مسلمان کعبہ کو سجدہ نہیں کرتا جہت کعبہ سجدہ خدا کو کرتا ہے۔کافر بتوں کو سجدہ کرتا ہے۔ان کی پرستش و بندگی وعبادت کرتا ہے۔کعبہ جا کر پتھر کو سجدہ کرنا مسلمانوں پر محض افترا ہے جیسے کعبہ سے دور سمت قبلہ سجدہ ہوتا یوں ہی وہاں جا کر عین قبلہ کا استقبال کیا جاتا ہے۔سجدہ یہاں وہاں سب جگہ خدا ہی کے لئے ہوتا ہے۔"(۵)

قرآن مقدس، کلام الٰہی:

مستشرقین یورپ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف صدیوں سے متحرک ہیں اور اسلام کی آفاقیت پر مضطرب، مسلمانوں کے علمی کارناموں کو دیکھتے ہوئے انہوں نے علم وفن سے مرصع ہو کر قرطاس وقلم اور تصنیف وتالیف کو ہتھیار بنایا اور اپنی کتابوں میں قرآن مقدس کو سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصنیف قرار دینے کی کوشش کی جیسا کہ The Hundred کے مصنف مائیکل ایچ ہارٹ نے قرآن مقدس کے کلام الٰہی ہونے کا انکار کیا ہے۔اسی نہج پر یورپی مصنفین و مستشرقین کا ایک طبقہ کام کر رہا ہے۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہ فرماتے ہیں:

"قرآن ایسی بے مثل کتاب ہے جس کا مثل کسی سے ممکن نہیں جو ایسی چیز ہو جس کا مثل ممکن نہ ہو وہ خدا ہی کی ہوتی ہے تو آفتاب نصف النہار کی طرح روشن وتاباں کہ قرآن کلام اللہ ہے۔ہرگز کلام بشر نہیں۔"(۶)

قرآن مبین نے خود فصیحان عرب کو چیلنج کیا تھا:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ

"اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے ان خاص بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ" (البقرۃ:۲۳/کنزالایمان)

لیکن وہ جو شعروادب کی زبان میں گفتگو کرتے تھے، جنہیں اپنی فصاحت وبلاغت پر ناز تھا جو

زبان داں اور سخن ساز تھے وہ بے زباں ہوگئے۔ اور اعتراف کیا کہ قرآن مقدس اللہ عزوجل کا کلام ہے۔

قرآنی قوانین۔ حتمی قوانین:

قرآن مقدس کے قوانین تغیر و تبدل سے مبرا ہیں۔ اس میں زمانے کی کوئی قید نہیں۔ موجودہ دور میں باطل قوتیں قرآن کی عظمتوں اور اس کے احکامات کے روشن روشن پہلوؤں کو دیکھتے ہوئے از راہِ حسد و بوجہ عناد قرآن مقدس پر تنقید کر گزرتی ہیں، ان کے فکر و خیال کے حامی ایک ناخواندہ طبقہ کا یہ کہنا ہے کہ قرآن کے قوانین عہد حاضر کا ساتھ نہیں دے سکتے، حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے اسی طرح کے ایک اعتراض کے جواب میں قرآن مقدس کے قوانین کی بابت تحریر فرمایا ہے:

''اعلیٰ سے اعلیٰ عقلا جمع ہو کر جو قوانین وضع کرتے ہیں کبھی فوراً کبھی کچھ دن بعد زمانہ انہیں مجبور کرتا ہے کہ وہ ان میں ترمیم کریں یا منسوخ کر کے نئے قوانین بنائیں۔ مگر قرآنی قوانین ایسے قوانین نہیں جن میں کوئی تبدیلی کوئی تغیر ذرا بھی ترمیم یا کسی تھوڑی سی تنسیخ کی حاجت ہو۔ وہ آج سے تیرہ سو برس پہلے جیسے ضروری تھے ڈیڑھ ہزار برس کے قریب زمانہ گزرتا ہے آج بھی ویسے ہی ضروری ہیں۔ اور تا قیامت ان کی اسی طرح حاجت و ضرورت رہے گی۔ دنیا بھر میں قرآنی قوانین کا شہرہ ہے۔ قرآنی قوانین عالم گیر و ہمہ گیر قوانین ہیں۔ دنیا بھر کے سلاطین انہیں قوانین کی سرکار کے بھکاری ہیں یہ اور بات ہے کہ وہ عناد سے تسلیم نہ کریں یا کسی قرآنی قانون کی من مانتی صورت بنالیں۔ قرآن خدا کا کلام ہونے کے ثبوت میں کسی کے کہنے کا محتاج نہیں کہ دنیا کے معتبر لوگ کہیں کہ یہ کلام خدا ہے تو اس کا کلام کلام خدا ہونا ثابت ہو وہ خود آپ اپنی دلیل ہے۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید'' (۷)

کلمہ پڑھانے میں تاخیر:

دریافت کیا گیا کہ ایک کافرہ کو زید مسلمان کرنے کی غرض سے غسل کروا کر امام مسجد کی خدمت میں لایا امام نے فرمایا کہ بعد جمعہ مسلمان کروں گا،...... اس امر پر حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے فرمایا کہ:

''زید اور اس مولوی پر توبہ و تجدید اسلام و تجدید نکاح لازم۔ عورت نے زید سے جس وقت کہا تھا کہ میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں اسی وقت زید پر لازم تھا کہ وہ اسے مسلمان کرتا۔ تفصیل سے تلقین اسلام پر اگر وہ قادر نہ تھا تو کلمہ طیبہ تو پڑھا سکتا تھا۔ اللہ عزوجل کی توحید اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی رسالت کا اقرار تو لے سکتا تھا۔ یہ ایمان مجمل کی تلقین اس کے اسلام کو کافی تھی اتنا کرنے کے بعد پھر عالم کے پاس لے جاتا کہ وہ مفصل تلقین کرتا۔ جتنی دیر اس نے اسے غسل کرایا پھر عالم کے پاس لے گیا اتنی

دیر کا اس کے ذمہ رضا بہ بقاء الکفر کا الزام ہے۔ عالم کے پاس جب وہ پہنچی تھی عالم پر فرض تھا کہ فوراً اسے مسلمان کرتا۔"(۸)

مسلمان کو کافر کہنا:

دریافت کیا گیا کہ مسلمان کو کافر کہنا کیسا ہے؟ تو ارشاد فرمایا:

"مسلمانوں کو کافر کہنا بہت سخت شدید جرم عظیم ہے۔ خود اپنے اوپر بے وجہ کی تکفیر عود کرتی ہے۔"(۹)

اللہ عزوجل کو "خدا" کہنا:

دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو خدا کہنا درست ہے یا نہیں؟ تو فرمایا:

"اللہ عزوجل پر ہی خدا کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ اور سلف سے لے کر خلف تک ہر قرن میں تمام مسلمانوں میں بلا نکیر اطلاق ہوتا ہے۔ اور وہ اصل میں خود آ ہے جس کے معنی ہیں وہ جو خود موجود ہو کسی اور کے موجود کئے موجود نہ ہوا ہو۔ اور وہ نہیں مگر اللہ عزوجل ہمارا سچا خدا۔"(۱۰)

اللہ عزوجل کو "اللہ میاں" کہنا:

اس مسئلے میں کہ اللہ عزوجل کو اللہ میاں کہنا درست ہے یا نہیں؟ حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے تحریر فرمایا:

"اللہ تعالیٰ، اللہ عزوجل، اللہ عز جلالہ، اللہ سبحانہ، اللہ عز شانہ، یا جل شانہ وغیرہ کہنا چاہئے۔ عوام میں یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ اس سے انہیں احتراز کرنا چاہئے۔ تفصیل کے لئے احکام شریعت دیکھیں۔ اس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے مفصل تحریر فرمایا ہے۔ گناہ نہیں مگر یہ لفظ اس کی جناب میں بولنا برا ہے۔ اس کی شان وعزت کے لائق نہیں۔"(۱۱)

آج کل جاہل تو جاہل اہل علم کہے جانے والے افراد بھی اس میں مبتلا ہیں کہ اللہ عزوجل کو "اللہ میاں" کہتے ہیں۔ ضروری ہے کہ احتیاط برتا جائے اور دینی علوم کو حاصل کرنے کے لئے جستجو کی جائے کہ علم دین ہوگا تو اس طرح کے بے ادبی کے کلمات کا صدور نہ ہوسکے گا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس سلسلے میں کافی احتیاط کی تعلیم دی ہے۔(۱۲)

کفار کے میلوں میں شرکت:

اس مسئلہ میں کہ ہنود کے میلوں میں جہاں مراسم کفریہ وشرکیہ کے علاوہ ہر قسم کے ناچ تماشے اور

دیگر لہو ولعب ہوتے ہیں، مسلمانوں کا بحیثیت تماشائی یا بغرض خرید وفروخت شریک ہونا کیسا ہے؟...... حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے تحریر فرمایا:

''ایسے میلوں میں بحیثیت تماشائی جانا حرام حرام اشد حرام بہت اخبث نہایت ہی اشنع کام بحکم فقہائے کرام معاذ اللہ کفر انجام ہے۔ حدیث کا ارشاد ہے **من کثر سواد قوم فھو منھم** ......''

''ان لوگوں پر توبہ تجدید ایمان نکاح لازم۔ جو لوگ تجارت کے لئے جاتے ہیں انہیں مجمع کفار سے علیحدہ قیام چاہئے۔ اول تو جانا ہی نہ چاہئے اور جائیں تو وہاں سے دور رہیں اس قدر دور کہ ان سے ان کے مجمع میں اضافہ ہو کر اس کی شوکت نہ ہو۔ ان کی دوکانوں سے اس کی زینت نہ ہو۔ ان کے آگے اعلان کفر نہ ہو۔ مجمع کفار محل لعنت ہے خصوصاً ایسا مجمع جو اظہار و اعلان کفر کا ہو۔ محل لعنت سے یوں بھی تو بچنا ضرور ہے اگر چہ اس وقت اظہار کفر نہ ہو۔ تجارت کے لئے اگر جاتے ہیں مجمع کفار سے بالکل علیحدہ جہاں سے ان کی کفری باتیں دیکھ سن نہ سکیں راہ میں رہیں مقصد تجارت یوں بھی حاصل ہوگا اگر وہ لوگ خریدنا چاہیں گے راہ میں خریدیں گے نہ خریدنا چاہیں گے وہاں بھی نہ خریدیں گے۔ آج کل تو یہ نری ہوس خام ہے۔'' (۱۳)

مشرکین سے اتحاد ووداد:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور حضور مفتی اعظم کے عہد میں ہنود سے اتحاد کے نام پر بساط سیاست پر بہت سی تحریکیں جنم لے چکی تھیں اور مسلمانوں کو گمراہی کے عمیق گڑھے میں لے جانا چاہتی تھیں۔ اس نام نہاد اتحاد میں زر پرست مولوی بھی شامل تھے۔ جو ایک طرف تو عظمت خدا اور سول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں لب کشائی کی جسارت کر رہے تھے اور دوسری طرف مشرکین، سے مل کر متحدہ محاذ بنانے میں مصروف تھے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اور حضور مفتی اعظم نے اس فتنے کے تار و پود بکھیر دیئے۔ سیاست کے پلیٹ فارم سے مسلمانوں کے خلاف ہونے والی اس سازش کو آشکار کر دیا جس پر تفصیلی مطالعہ کے لئے ''فتاویٰ رضویہ'' اور ''فتاویٰ مصطفویہ'' کا مطالعہ فرمائیں۔

امن وامان کے نام پر یہ عام ہو گیا ہے کہ نصاریٰ، ہنود اور مسلم اتحاد منایا جاتا ہے اور اس کے لئے ہندوؤں کی مذہبی تقاریب میں بھی شرکت کو ناروا نہیں سمجھا جاتا۔ دیوالی، ہولی، گنپتی وغیرہ مشرکوں کے تہواروں میں مسلمان بھی شریک ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ اشد حرام ہے اور مختلف صورتوں میں احکام شرع بھی اس کے مطابق نافذ ہوتے ہیں اس حوالے سے حضور مفتی اعظم قدس سرہ کا درج ذیل فتویٰ ضرور اس لائق ہیکہ اس پر سختی سے عمل کیا جائے اور مشرکین سے اتحاد منانے سے پرہیز کیا جائے۔

مولوی عزیز احمد خاں وکیل نے حضور مفتی اعظم کی خدمت میں یہ سوال بھیجا کہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس کے متعلق کہ ایک جلوس راج گدی کا اہل ہنود نکالنا چاہتے ہیں جس میں ہندو اوتاروں کی صورت میں انسان بٹھائے جاتے ہیں اور مجمع عام اہل ہنود کا اس کے ساتھ ہوتا ہے مسلمانوں سے اصرار کیا جاتا ہے کہ وہ بحالی امن اور رشتۂ اتحاد مضبوط کرنے کے لئے اس جلوس کی جلو میں چلیں اگر مسلمان اس جلوس کے ساتھ چلتے ہیں تو لازمی طور پر اس سے راج گدی کے جلوس کی زینت اور شہرت میں اضافہ ہوتا ہے کیا اس حالت میں مسلمان بلا ارتکاب گناہ کئے ہوئے اس جلوس کی معیت میں چل سکتے ہیں؟ اور اگر نہیں چل سکتے تو گناہ جوان سے سرزد ہوگا وہ کس درجہ کا ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب: اس کے حرام حرام اشد حرام ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ کفار کے ایسے کاموں کے محض تماشہ کے لئے وہاں چلنا تو حرام ہے۔ نہ کہ رشتۂ اتحاد قائم کرنے کے لئے۔ کفار سے رشتۂ اتحاد کفار ہی کا ہے مسلمان کا کسی کافر سے رشتۂ اتحاد قائم نہیں ہوسکتا۔ اس کا مضبوط کرنا کیسا۔ جو لوگ اس نیت سے شریک ہوئے وہ ضرور کفار سے متحد ہوگئے۔ اسلام سے جدا۔ ایسے امور کفار کے جلوس میں شرکت ہی نہیں اس کے جلوس میں چلنا ان کی تعظیم ہے۔ اور ان کے ایسے امور کی تعظیم سے تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم۔ چاہے یہ تعظیم خود کی ہو یا حکما۔ آج اگر کسی حاکم کا حکم اس کے لئے مان لیا گیا اور اسے حکم کفر سے بچاؤ کی ڈھال سمجھ لیا ہے تو کل بتوں کو سجدہ کا بھی حکم ہوگا اور ایسے بے خرد لوگ جب بھی تعمیل حکم کریں گے اور اسے حکم کفر سے بچاؤ کی ڈھال سمجھیں گے۔" ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ "(۱۴)

بدمذہب کی اقتدا:

بدمذہب کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے اور اگر اس کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچی ہوئی ہو جیسے آج کل وہابی قادیانی دیوبندی رافضی وغیرہ جب تو اس کے پیچھے نماز باطل محض جیسے کسی یہودی نصرانی ہندو مجوسی کے پیچھے۔ اس سے سلام کلام ربط ضبط اس کے ساتھ کھانا پینا راہ رسم رکھنا سب حرام ہے۔

قال تعالیٰ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظلمین ٥(۱۵)

نصرانی کیلئے دعائے رحمت:

اس سوال کے جواب میں کہ نصرانی کے لئے دعائے رحمت کرنا اور اسے مرحوم کہنا کیسا ہے؟
حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے ارشاد فرمایا:

"نصرانی یا کسی کافر کو مرحوم کہنا لکھنا حرام حرام حرام سخت اخبث واشنع بد کام ہے اور اس کے لئے اس کے مرنے کے بعد دعاے رحمت کرنا کرانا تکذیب قرآن ہے۔" (۱۶)

ٹائی باندھنا:

ٹائی کی بابت حضور مفتی اعظم ارشاد فرماتے ہیں:

"ٹائی لگانا اشد حرام ہے وہ شعار کفار بدانجام ہے نہایت بد کام ہے وہ کھلا رد فرمان خداوند ذوالجلال والاکرام ہے۔ ٹائی نصاریٰ کے یہاں ان کے عقیدہ باطلہ میں یادگار ہے حضرت سیدنا مسیح علیہ الصلاۃ والسلام کے سولی دیے جانے اور سارے نصاریٰ کا فدیہ ہو جانے کی۔ **والعیاذ باللہ تعالیٰ** ہر نصرانی یوں ٹائی اپنے گلے میں ڈالے رہتا ہے ہر ٹوپ میں نشان صلیب رکھتا ہے جسے کراس مارک کہتا ہے۔ ٹائی کی طرح یہ کراس مارک بھی رد قرآن ہے۔ **والعیاذ باللہ تعالیٰ** . کہ قرآن فرماتا ہے۔ **مَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ** یہود نے نہ عیسیٰ مسیح کو قتل کیا نہ سولی دی۔" (۱۷)

کفار سے محبت:

حضور مفتی اعظم قدس سرہ فرماتے ہیں:

"کسی کافر سے دلی محبت وموالات جائز نہیں خصوصاً مرتد سے...... کفار سے دلی محبت تو سخت اشد ہے جس پر قرآن عظیم نے فرمایا: **انکم اذا مثلھم** کفار سے دلی محبت کرنے والا انہیں کے مثل ہے اور فرمایا **فلیس من اللہ فی شیئی** یعنی اسے خدا سے کوئی علاقہ نہیں۔" (۱۸)

قبر پر اذان:

آج کل بہت سے افراد قبر پر اذان کہنے پر معترض ہوتے ہیں اور طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں اس تعلق سے کہ قبر پر اذان دینا حضور سے یا آپ کے صحابہ سے ثابت ہے یا نہیں؟ حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے مدلل جواب تحریر فرمایا۔ آپ کے فتویٰ کا صرف ایک اقتباس تحریر کیا جارہا ہے:

"رہی اذان تو ظاہر ہے کہ وہ ذکر الٰہی وذکر حضرت رسالت پناہی جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور ذکر الٰہی کی نسبت ارشاد ہے۔ **واذکروا اللہ عند کل شجرو حجر** پر پیڑ پتھر کے پاس یعنی ہر جگہ ذکر الٰہی کرو۔ تو قبر کے پاس اذان دینا داخل۔ پھر اذان ذکر اللہ ہے اور ذکر الٰہی دافع عذاب بلکہ خاص اذان کا دافع عذاب ہونا حدیث سے ثابت اذان ذکر حبیب علیہ الصلاۃ والسلام پر مشتمل اور ذکر رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باعث نزول رحمت۔ اذان دافع وحشت و باعث

جمعیت خاطر اور میت پر اس وقت کی وحشت کا کیا پوچھنا و العیاذ باللّٰہ تعالیٰ. اذان سے تلقین اتم حاصل اور میت کو اس وقت تلقین کی حاجت۔ اور تلقین نزد قبر بتصریحات علما مستحب و مستحسن جس طرح ہو۔ حدیث میں ہے ماامن شیئی انجی من عذاب اللّٰہ من ذکر اللّٰہ عذاب الٰہی سے نجات دینے والی کوئی شیئ ذکر الٰہی سے زیادہ نہیں۔ حدیث ہی میں فرمایا۔ اذا اذن فی قریۃ امنھا اللّٰہ من عذابہ فی ذٰلک الیوم جس جگہ اذان کہی جاتی ہے وہ جگہ اس دن عذاب الٰہی سے مامون فرمادی جاتی ہے۔ حضور کا ذکر ذکر الٰہی اور ذکر الٰہی بلاشبہ باعث نزول رحمت الٰہی و سکون و راحت قلب قال اللّٰہ تعالیٰ الابذکر اللّٰہ تطمئن القلوب "(۱۹)

کیا اسلام تلوار سے پھیلا؟:

اسلام کی حقانیت نے دلوں کو متاثر کیا۔ مادیت کے گرداب میں روحانیت کے متلاشی اسلام کی سمت مائل ہوئے۔ تلاش حق کا سفر طے کرنے والوں نے اسلام قبول کیا اور یہ سلسلہ جاری و ساری ہے جس سے اسلام کے دشمنوں میں بوکھلاہٹ طاری ہے۔ اسلام کے بڑھتے ہوئے سیل رواں پر صدیوں سے جاری کاوش کے باوجود بھی وہ بند نہ باندھ سکے نتیجتاً پروپیگنڈے کا سہارا لیا گیا۔ عصر حاضر میں میڈیا کے ذریعہ اسلام کے متعلق جو رائے پھیلائی جارہی ہے وہ اہل فہم پر مخفی نہیں دہشت گردی، بنیاد پرستی جیسی اصطلاحات بھی مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ ہے اس جھوٹ کو بھی شدت سے عام کیا گیا کہ اسلام کے فروغ میں تلوار کا استعمال ہوا ہے اس مغالطہ کے حوالے سے حضور مفتی اعظم قدس سرہ رقم طراز ہیں:

"اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے اسلام کی روشن و پاک تعلیم اور اس کے بہتر سے بہتر صحیح اصولوں نے عاقلوں کو اس کا بندہ بنایا۔ جو ذرا بھی سمجھ رکھتے تھے اور مرض عناد میں گرفتار نہ تھے انہوں نے بصدق دل نہایت شوق و رغبت سے اس کا کلمہ پڑھا۔ ہاں جو احمق مرض عناد میں گرفتار تھے باوجودیکہ اسلام کی حقانیت ان کے دل پر آشکار ہو چکی تھی جب کسی طرح اسلام کی ضرر رسانی سے باز نہ آئے تو اسلام نے اپنے حلقہ بگوشوں کے ہاتھوں تلوار دی۔ جن کے حق میں اس طریقہ سے ہدایت ہونا تھی اور کسی طرح نہ سمجھ سکتے تھے تو وہ اس ذریعہ سے حق سمجھے کہ اگر یہ مذہب حق نہ ہوتا تو اس کے مٹھی بھر آدمی دنیا بھر کو فتح نہ کر لیتے ان کا عنادیوں تلوار کے گھاٹ اترا اور وہ سچے دل سے اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے۔ اور جن کی حق میں ہدایت نہ تھی وہ یوں بھی نہ مانے اگرچہ دل سے اس کی حقانیت کے معترف ہوئے۔ تو یہ غلط ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا اسلام یقیناً اپنی حقانیت ہی سے پھیلا۔ اس کی مثال نہ ملے گی کہ

تلوار کے ڈر سے اسلام قبول کیا ہو تلوار دیکھ کر بھی جس نے اسلام قبول کیا اس نے اسلام کو حق جان کر ہی قبول کیا۔ اسلام کی تلوار ہی اس کے لئے اسلام کی حقانیت کا روشن ثبوت بنی۔" (۲۰)

فیملی پلاننگ اور نس بندی سے متعلق تاریخی فتویٰ:

ایمر جنسی کے دور میں جبکہ بہت سے اصحاب جبہ و دستار اقتدار کے آگے سرنگوں ہو چکے تھے۔ شریعت کو طبیعت سے بدلنا چاہتے تھے اور احکام شرع میں من مانی رائے شامل کر کے دشمنان اسلام کی بالادستی تسلیم کر چکے تھے۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے شریعت مطہرہ اور اسلامی قوانین کی حفاظت و صیانت فرمائی۔ ظلم و جبر اور اقتدار کو خاطر میں نہ لایا، یہ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی تجدیدی خدمات کا ایک روشن باب ہے۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے عہد میں گورنمنٹ نے خاندانی منصوبہ بندی (فیملی پلاننگ) کے تعلق سے نس بندی کو لازمی قرار دیا اس تعلق سے مسئلہ دریافت کیا گیا تو حضور مفتی اعظم نے جو تاریخی فتویٰ تحریر فرمایا اس کا ایک گوشہ ملاحظہ فرمائیں:

"بعون الملک الوہاب ضبط تولید کے لئے مرد کی نسبندی یا عورت کا آپریشن متعدد وجوہ سے شرعاً ناجائز و حرام ہے اس میں اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز کو بدلنا ہے اور قرآن و حدیث کی نص سے ناجائز و حرام ہے۔" (۲۱)

آگے قرآن و حدیث اور تفاسیر سے دلائل بھی دیئے ہیں۔ مکمل فتویٰ "فتاویٰ مصطفویہ" مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی صفحہ ۵۳۰۔۵۳۱ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

مرد کو مہندی لگانا:

دولہا کو مہندی لگانا کیسا ہے، اس سوال کے جواب میں فرمایا:

"مرد کو ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا ناجائز ہے۔" (۲۲)

مرد کے لئے انگوٹھی کی مقدار:

حضور مفتی اعظم قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"سونے کی انگشتری مرد کے لئے جائز نہیں چاندی کی انگشتری ایک نگ کی۔ نگ جس قدر بھی قیمتی ہو ساڑھے چار ماشہ سے کم کی مرد کو پہننی جائز ہے۔" (۲۳)

میت کا کھانا:

اس سوال پر کہ بعض کہتے ہیں تیجے یعنی سوئم کے چنے چبانے سے قلب سیاہ ہو جاتا ہے اور میت کی فاتحہ کا کھانا کھانے سے قلب سیاہ ہو جاتا ہے، ارشاد فرمایا...... غلط ہے۔ ہاں اغنیا کو کھانا نہیں چاہئے کہ قلب میں اس سے قساوت پیدا ہوتی ہے۔(۲۴)

میت کا کھانا محتاج، مسکین اور غربا کے لیے ہے۔ فی زمانہ یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ اصحاب ثروت بھی میت کے کھانے میں شریک ہو جاتے ہیں اور جن کا اس پر حق ہے انہیں پوچھا نہیں جاتا۔ اس بارے میں توجہ درکار ہے کہ حق حقدار کو ملے۔

پیر سے پردہ:

موجودہ دور میں بہت سے پیر ایسے ملیں گے جو بے پردہ عورتوں کو مرید بناتے ہیں اور عورتیں بھی پردے کا اہتمام نہیں کرتیں۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہ فرماتے ہیں:

''عورت پر غیر محرم سے پردہ فرض ہے۔ پیر استاد محرم نہیں ہوتا محض اجنبی ہے جو بزرگان دین ہیں وہ پردہ کو لازم ہی جانتے ہیں۔ شرعاً اجانب (غیر محرم) سے پردہ لازم۔ ملا علی قاری کی مسلک متقسط میں ہے۔ فرماتے ہیں ستر الوجہ عن الا جانب واجب علی المرأۃ جو عورتیں خود بے پردہ پھرتی ہیں ان کو ہدایت کرنا پیر کا کام ہے اگر وہ پردہ نہ کریں خود سامنے آئیں اور ان کی طرف دوسری نگاہ قصدی نہ ڈالی جائے تو اس پر الزام نہیں۔ بزرگان دین عورت کی آواز کو بھی عورت بتاتے ہیں اور اس کی آواز بھی سننا جائز نہیں۔''(۲۵)

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''بیشک پیر مریدہ کا محرم نہیں ہو جاتا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کرامت کا پیر کون ہوگا وہ یقیناً ابوالروح ہوتا ہے۔ اگر پیر ہونے سے آدمی محرم ہو جایا کرتا تو چاہئے تھا کہ نبی سے اس کی امت سے کسی عورت کا نکاح نہ ہو سکتا۔''(۲۶)

سجدۂ تعظیمی اور قوالی مع مزامیر:

سجدۂ تعظیمی اور مزامیر کے ساتھ قوالی کے متعلق حضور مفتی اعظم قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''قوالی مع مزامیر ہمارے نزدیک ضرور حرام و ناجائز و گناہ ہے اور سجدۂ تعظیمی بھی ایسا ہی۔ ان دونوں مسئلوں میں بعض صاحبوں نے اختلاف کیا ہے اگر چہ وہ لائق التفات نہیں۔''(۲۷)

سوال کیا گیا کہ زید کہتا ہے کہ صوفیوں کو مزامیر کے ساتھ قوالی سننا جائز ہے اور بکر اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کی کتاب احکام شریعت حصہ اول کے حوالے سے مزامیر کے

ساتھ قوالی کو ہر شخص کے لئے ناجائز کہتا ہے۔ حضور مفتی اعظم نے جواب عنایت فرمایا کہ بکر کا قول صواب وصحیح ہے اور قول زید محض باطل وقبیح وفضیح ۔ (۲۸)

غلط روایات کی تردید:

روایات میلاد کے حوالے سے حضور مفتی اعظم قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''وہ لوگ جو من گڑھت موضوعات بکتے ہیں اگر چہ وہ اپنے آپ کو عالم بتائیں ہرگز منبر کے مستحق نہیں نہ وہ ان کی روایات کا ذبہ ذکر نہ ان کا سننا جائز...... وہ ذاکرین جو سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق معلن ہوں اور کتب معتبرہ مستندہ سے روایات صحیحہ مقبولہ ومعتمدہ پڑھیں وہ علما کے اس وقت نائب ہیں انہیں منبر پر بیٹھانے میں حرج نہیں ذکر پاک کے آداب کے خلاف کوئی امر نہ کرنا چاہئے۔'' (۲۹)

دریافت کیا گیا کہ شہادت نامہ، جنگ نامہ، نورنامہ، داستان امیر حمزہ پڑھنا درست ہے یا نہیں تو حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے فرمایا:

''شہادت نامہ جس میں تمام تر صحیح صحیح روایات ہوں اس کا پڑھنا اچھا ہے جیسے آئینۂ قیامت اور جو غلط و باطل روایات پر مشتمل ہو اس کا پڑھنا سخت برا اور ناجائز ہے۔ جنگ نامہ، نورنامہ دیکھا نہیں وہ اگر غلط روایات پر مشتمل ہوں تو ان کا حکم یہی ہے کہ ان کا پڑھنا جائز نہیں ۔ داستان امیر حمزہ از سرتا پا کذب و بہتان افترا وطوفان محض دروغ بے فروغ ہے اور اتنا ہی نہیں چوں کہ اس کا مصنف رافضی تھا اس میں جا بجا صحابۂ کرام پر تبرا ہے اس کا پڑھنا حرام حرام حرام ہے۔'' (۳۰)

منت کی چوٹی:

اس مسئلہ میں کہ زید منت مانتا ہے کہ میرا لڑکا آٹھ سال کا ہو گیا تو فلاں بزرگ کا مرغا چڑھاؤں گا اب منت کی تاریخ سے بچے کے سر پر چوٹی رکھتا ہے...... اس پر حضور مفتی اعظم نے ارشاد فرمایا:

''چوٹی لڑکے کے سر پر رکھنا ناجائز ہے۔'' (۳۱)

تصویر کشی:

ایک سوال کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:

جاندار کا فوٹو کھینچنا کھنچوانا حرام ہے...... تصویر کشی بے شک ناجائز ہے...... (۳۲)

حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی تعلیمات، اصلاحی خدمات اور رد بدعات ومنکرات کا موضوع کافی وسیع ہے۔ اگر آپ کی دیگر تصانیف اور فتاویٰ مصطفویہ کے تفصیلی مطالعہ کے بعد موتی چنے جائیں،

ان پر تبصرہ اور تجزیہ کیا جائے تو صفحات کے صفحات پر ہو جائیں گے۔ راقم نے صرف بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے اور عطر کشید کرنے کی کوشش کی ہے۔

علامہ محمد عبد المبین نعمانی قادری مدظلہ العالی نے راقم کی خواہش پر سالنامہ یادگار رضا ۲۰۰۵ء کے لئے ایک تحقیقی مضمون ''امام احمد رضا اور ان کی تعلیمات'' تحریر فرمایا تھا۔ راقم نے اسی مضمون سے تحریک پا کر حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی تعلیمات پر چند گوشوں کو اجاگر کیا ہے۔ ضرورت ہے کہ حضور مفتی اعظم کے اصلاحی زاویوں اور تعلیمات پر تحقیقی کام انجام دیئے جائیں۔

حواشی و حوالہ جات

(۱) تقدیم فتاویٰ مصطفویہ، از مفتی محمد جلال الدین احمد امجدی، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی، ص ۸۰۷

(۲) ماہنامہ استقامت ڈائجسٹ کانپور، مفتی اعظم نمبر، مئی ۱۹۸۳ء، ص ۶۶۔۶۷

(۳) ایضاً، ص ۱۳۹

(۴) محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی، علامہ، فتاویٰ مصطفویہ، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی، ص ۵۳۴

(۵) ایضاً، ص ۱۴

(۶) ایضاً، ص ۲۱

(۷) ایضاً، ص ۲۱۔۲۲

(۸) ایضاً، ص ۲۲

(۹) ایضاً، ص ۳۱

(۱۰) ایضاً، ص ۳۱

(۱۱) ایضاً، ص ۳۱۔۳۲

(۱۲) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں: ''زبان اردو میں لفظ میاں کے تین معنی ہیں ان میں سے دو ایسے ہیں جن سے شان الوہیت پاک و منزہ ہے اور ایک کا صدق ہو سکتا ہے تو جب لفظ دو خبیث معنوں اور ایک اچھے معنی میں مشترک ٹھہرا اور شرع میں وارد نہیں تو ذات باری پر اس کا اطلاق ممنوع ہوگا۔'' (الملفوظ، حصہ ا، ص ۱۳۱، مطبوعہ دہلی)

(۱۳) محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی، علامہ، فتاویٰ مصطفویہ، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی، ص ۹۶۔۹۷

(۱۴) ایضاً، ص ۱۰۳

نوٹ: اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کے لئے ملاحظہ فرمائیں:

المحجة المؤتمنة فی آیة الممتحنة، از امام احمد رضا محدث بریلوی، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی

امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں: ''مشرکین سے اتحاد درکنار وداد حرام قطعی ہے۔''
(فتاویٰ رضویہ، جلد ۶، ص ۹۱، مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی)

(۱۵) ایضاً، ص ۲۰۹

(۱۶) ایضاً، ص ۱۰۶۔۱۰۷

(۱۷) ایضاً، ص ۵۲۶

نوٹ: ٹائی کے موضوع پر حضور مفتی اعظم کے فتویٰ کی روشنی میں علامہ اختر رضا خاں ازہری کی تصنیف ملاحظہ فرمائیں: ''ٹائی کا مسئلہ'' مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی

(۱۸) ایضاً، ص ۴۵۸۔۴۵۹

(۱۹) ایضاً، ص ۱۶۷

(۲۰) ایضاً، ص ۴۳۶

(۲۱) ایضاً، ص ۵۳۱

(۲۲) ایضاً، ص ۴۵۲

(۲۳) ایضاً، ص ۴۵۲

(۲۴) ایضاً، ص ۴۵۳

نوٹ: تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: جلی الصوت لنهی الدعوة امام الموت، از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا...... اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں: ''مردہ کا کھانا صرف فقرا کے لیے ہے عام دعوت کے طور جو کرتے ہیں یہ منع ہے۔ غنی نہ کھائے۔'' (احکام شریعت، حصہ دوم، ص ۱۵۳، مطبوعہ دہلی)

(۲۵) ایضاً، ص ۴۹۰

(۲۶) ایضاً، ص ۶۳۶

(۲۷) ایضاً، ص ۴۵۶

(۲۸) ایضاً، ص ۶۳۱

(۲۹) ایضاً، ص ۴۳۷

(۳۰) ایضاً، ص ۵۲۶

(۳۱) ایضاً، ص ۴۶۷

(۳۲) ایضاً، ص ۴۴۹۔۴۸۴

''اعلیٰ حضرت کے علوم و معارف کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ''الملفوظ'' بھی ہے جو ان کے ارشادات اور کلمات طیبات پر مشتمل ہے۔ اگرچہ یہ اعلیٰ حضرت کی تصنیف نہیں بلکہ ان کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے جواہر پاروں اور ذخائر علم و حکمت کا ایک گنج گرانمایہ ہے اور یہ احسان ہے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کا کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے علمی مجالس کے ان خزائن و ذخائر کو قلم بند فرمایا۔''

علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ

(ماہنامہ استقامت کانپور، مفتی اعظم نمبر، ص ۷۹)

کلام نوریؔ میں اذکار توحید

محمد رضا عبد الرشید*

اللہ رب العزت قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ o اَللّٰهُ الصَّمَدُ o لَمْ يَلِدْ ، وَلَمْ يُوْلَدْ o وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ o

''تم فرماؤ وہ اللہ ہے، وہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی'' (الاخلاص، کنز الایمان)

ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں نہ ذات میں نہ صفات میں نہ افعال میں، نہ احکام میں نہ اسما میں۔ وہ واجب الوجود ہے یعنی اسکا وجود ضروری ہے اور عدم محال ...... قدیم ہے یعنی ہمیشہ سے ہے ازلی کے بھی یہی معنی ہیں یعنی ہمیشہ رہے گا اور اسی کو ابدی بھی کہتے ہیں اور وہی اس کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت و پرستش کی جائے۔

سامان بخشش میں، تاجدار اہلسنت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند نوریؔ علیہ الرحمۃ والرضوان نے اللہ رب العزت کے حمد کے دو پھول کھلائے ہیں۔ بنام ''توحید باری عز اسمہ'' ضرب ہو۔ اس حمد میں تقریباً ۲۰ ر بند ہیں۔ دوسری بنام ''اذکار توحید ذات، اسما و صفات و بعض عقائد'' اس حمد میں تقریباً ۹۹ ر بند ہیں۔ عقیدۂ توحید کی طرف لوگوں کو متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لَا مَـوْجُـوْدَ اِلَّا اللّٰـه   لَا مَشْهُـوْدَ اِلَّا اللّٰـه

لَا مَـقْـصُـوْدَ اِلَّا اللّٰـه   لَا مَـعْبُـوْدَ اِلَّا اللّٰـه

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه اٰمَنَّـا بِـرَسُوْلِ اللّٰه

مفتی اعظم ہند فرماتے ہیں کہ: کوئی بھی چیز وہ موجود نہیں مگر اللہ رب العزت۔ عالم حادث ہے مگر ذات باری کے تعلق سے اس طرح کا خیال کرنا ایمان سے خارج کر دے گا۔ نہیں ہے کوئی مشہور سوائے اللہ کے۔ نہیں ہے کوئی مقصود سوائے اللہ کے۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے۔ ہمارا بھی یہ ایمان ہے کہ۔ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر دور میں انبیائے کرام کی یہی تعلیم رہی ہے کہ: بے شک خدا، ایک خدا ہے۔ تمہارا معبود ایک معبود ہے۔ صرف وہی پرستش کے قابل ہے۔ صرف اسی کی بارگاہ میں سر جھکاؤ۔ اس کے علاوہ کسی اور کی بارگاہ میں سر نہ جھکاؤ...... اللہ کی وحدانیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

*نیا اسلام پورہ، مالیگاؤں (ضلع ناسک)

اللہ واحد و یکتا ہے — ایک خدا بس تنہا ہے
کوئی نہ اس کا ہمتا ہے — ایک ہی سب کی سنتا ہے

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اٰمَنَّا بِرَسُوْلِ اللّٰہ

اللہ کی طرح کوئی نہیں ہے۔ ہر انسان کی سننے والا اللہ ہی ہے۔ ہر انسان اللہ کا محتاج ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اللہ عزوجل کی ذات شرکت سے منزہ ہے۔ وہ ہر طرح کی حرکت و سکون، صورت و اجسام سے پاک ہے۔ ہر کام اللہ ہی کی حکمت سے ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے مگر انسانوں کی بھلائی کیلئے کرتا ہے وہ اپنی قدرت کاملہ سے ہر کام کو بھلائی ہی کیلئے کرتا ہے۔

وہ ہے منزہ شرکت سے — پاک سکون و حرکت سے
کام ہے اس کے حکمت سے — کرتا ہے سب قدرت سے

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اٰمَنَّا بِرَسُوْلِ اللّٰہ

سورۃ الاخلاص کے مفہوم کو مفتی اعظم ہند ایک بند میں اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ......

اللّٰہ الٰہٗ وربٌّ و واحد — فرد و واحد و تر و صمد
جس کا والد ہے نہ ولد — ذات و صفات میں بیحد وعد

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اٰمَنَّا بِرَسُوْلِ اللّٰہ

مندرجہ بالا بند میں مفتی اعظم ہند نے اللہ رب العزت کے ۸؍اسما کو شمار کرایا ہے اور فرمایا کہ اللہ کی صفات کی کوئی انتہا نہیں۔

اگر قرآن عظیم کی ان آیات مبارکہ اور سورتوں کا مطالعہ کریں جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں، تو معلوم ہوگا کہ بیشتر سورتیں اور آیتیں دو اہم موضوعات پر بحث کرتی ہیں۔ پہلا موضوع ''اللہ کی توحید'' ہے۔ خدا کا ایک اور یکتا ہونا اور دوسرا موضوع ''آخرت'' ہے اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ......

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ ''اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں''

تو مفتی اعظم ہند فرما اٹھے......

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ — لَیْسَ لَہٗ کُفُوًا اَحَدٌ
اس سے بُن ہے وہ نہیں بُن — اَبْصِرْ اِسْمَعْ دیکھ اور سُن

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اٰمَنَّا بِرَسُوْلِ اللّٰہ

اللہ عزوجل ایک ہے اور وہ ایسا ایک ہے کہ جس کا کوئی شریک نہیں...... شریک نہ ذات میں...... نہ صفات میں...... نہ اس کی طرح کوئی...... اگر کوئی شریک ٹھہرائے تو یہ شرک عظیم ہے قرآن نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ

"بے شک شرک بڑا ظلم ہے" (سورہ لقمان: ۱۳، کنز الایمان)

یعنی شرک بڑا عظیم ظلم ہے۔ اسی طرح سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کی طرف کسی ایسی بات کو منسوب کرنا جو اس کی شان کے خلاف ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے۔ (معاذ اللہ) یا اللہ سے جھوٹ صادر ہوسکتا ہے یا کذب الٰہی ممکن ہے...... اگر کوئی ایسا عقیدہ رکھتا ہے تو دراصل وہ خدا کا انکار کررہا ہے...... اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں بڑے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے کہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ اس کے مثل کوئی چیز نہیں۔ نہ اللہ کی ضد کوئی ہے نہ اللہ کے مثل کوئی ہے نہ اللہ کا نظیر کوئی ہے۔ یعنی اللہ ہر چیز سے پاک ہے نہ اس کی ضد ہے نہ اس کا مثل ہے نہ اس کی نظیر ہے نہ اس کے جیسا کوئی ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ کائنات کی ہر شئی میں اللہ کا جلوہ ہے۔ ہر سمت اسی کے جلوے ہیں۔ عرش و فرش، زمان و جہت، ذرے ذرے، قطرے قطرے میں اس کا جلوہ سمویا ہوا ہے۔ اس کا علم ہر شئی کو محیط ہے۔ یعنی جزئیات، کلیات، موجودات، معدومات، ممکنات اور محالات سب کو ازل میں جانتا تھا اور اب بھی جانتا ہے اور ابد تک جانے گا...... اشیا بدلتی ہیں اور اس کا علم نہیں بدلتا۔ دلوں کے خطروں اور وسوسوں پر اس کی خبر ہے اور اس کے علم کی کوئی انتہا نہیں۔ وہی ہر شئی کا خالق ہے ذوات ہوں خواہ افعال سب اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

قلب کو اس کی رویت کی ہے آرزو — جس کا جلوہ ہے عالم میں ہر چار سو
بلکہ خود نفس میں ہے وہ سُبْحٰنَہٗ — عرش پر ہے مگر عرش کو جستجو

اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ

عرش و فرش و زمان و جہت اے خدا — جس طرف دیکھتا ہوں ہے جلوہ ترا
ذرے ذرے کی آنکھوں میں تو ہی ضیا — قطرے قطرے کی تو ہی تو ہے آبرو

اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ

تو کسی جا نہیں اور ہر جا ہے تو — تو منزہ مکاں سے مبرّہ سو
علم و قدرت سے ہر جا ہے تو کو بکو — تیرے جلوے ہیں ہر ہر جگہ اے عفو

الـلّٰـہ الـلّٰـہ الـلّٰـہ الـلّٰـہ

ہے وہ زمان و جہت سے پاک ‏ ‏ ‏ ‏ وہ ہے ذمیم صفات سے پاک

وہ سارے محالات سے پاک ‏ ‏ ‏ ‏ وہ ہے سب حالات سے پاک

لَا اِلٰـہَ اِلاَّ الـلّٰـہ 'اٰمَـنّـا بِـرَسُوْلِ اللّٰـہ

اللہ کا علم کائنات کو گھیرے ہوئے ہے......اسکا علم ہر شئی کو، انس وجن، جسم وجاں، ازماں، کون ومکاں، عرش وفرش کو محیط ہے۔

وہ ہے محیط انس و جاں ‏ ‏ ‏ ‏ وہ ہے محیط جسم و جاں

وہ ہے محیط کل ازماں ‏ ‏ ‏ ‏ وہ ہے محیط کون و مکاں

لَا اِلٰـہَ اِلاَّ الـلّٰـہ 'اٰمَـنّـا بِـرَسُوْلِ اللّٰـہ

ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ بخشنے والا، ظاہر وباطن کا بادشاہ، بہت پاک، سلامت رکھنے والا، امن دینے والا، نگہبان، غالب، نقصان کو پورا کرنے والا، بزرگ، سب چیز کا پیدا کرنے والا، خلق کو پیدا کرنے والا، صورت بنانے والا، تمام مخلوقات کو روزی دینے والا، بہت زیادہ جاننے والا، بلند درجہ کرنے والا، دونوں جہاں میں عزت دینے والا غرضیکہ تمام خصوصیات وانعامات اور عنایات اسی کی بارگاہ سے ہیں۔حضور مفتی اعظم نے حق تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ کے توسط سے حمد فرمائی، فرماتے ہیں ؎

وہ ہے عَزِیْزٌ و مُجِیْبٌ شَکُوْر ‏ ‏ ‏ ‏ وہ ہے بَدِیْعٌ و قَرِیْبٌ صَبُوْر

وہ ہے مَتِیْنٌ و حَسِیْبٌ و غَفُوْر ‏ ‏ ‏ ‏ وہ ہے مُعِیْنٌ و رَقِیْبٌ ضرور

لَا اِلٰـہَ اِلاَّ الـلّٰـہ 'اٰمَـنّـا بِـرَسُوْلِ اللّٰـہ

وہ ہے مُقَدِّمْ اور غَفَّار ‏ ‏ ‏ ‏ وہ ہے مُهَیْمِنٌ اور جَبَّار

وہ ہے مُؤَخِّرٌ اور قَھَّار ‏ ‏ ‏ ‏ وہ ہے بَاسِطٌ اور سَتَّار

لَا اِلٰـہَ اِلاَّ الـلّٰـہ 'اٰمَـنّـا بِـرَسُوْلِ اللّٰـہ

حَکَمٌ و عَدَلٌ و عَلِیٌّ وَ عَظِیْمٌ ‏ ‏ ‏ ‏ دَیَّانٌ وَرَحْمٰنٌ ورحیمٌ

قُدُّوْسٌ و حَنَّانٌ و حلیم ‏ ‏ ‏ ‏ فَتَّاحٌ و مَنَّانٌ و کَرِیْم

لَا اِلٰـہَ اِلاَّ الـلّٰـہ 'اٰمَـنّـا بِـرَسُوْلِ اللّٰـہ

وہ ہے مُقِیْتٌ و مُعِزٌّ و مُذِلٌ ‏ ‏ ‏ ‏ وہ ہے حَفِیْظٌ و نَصِیْرٌ اے دل

باد و آتش و آب و گل ‏ ‏ ‏ ‏ سب کا وہ ہی ہے فاعل

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه اٰمَـنَّا بِـرَسُوْلِ اللّٰـه

قَـابِـضُ و بـاعِـث خَـالِق ہے　　خَـافِـضُ و وَارِث رَازِق ہے

غیرِ ناطق ناطق ہے　　جو ہے اس کا عاشق ہے

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه اٰمَـنَّا بِـرَسُوْلِ اللّٰـه

ہر انسان کو کس کی جستجو ہے؟......کائنات کی ہر شئی کو کس کی تلاش ہے؟......انس وملک، چرندو پرند، کائنات کا ذرہ ذرہ، وحوش وطیور، کس کی جستجو میں ہیں؟...... ہمارا قلب کس کی تلاش میں سرگرداں ہے؟......تو مفتی اعظم ہند کہہ اٹھتے ہیں ۔

سارے عالم کو ہے تیری ہی جستجو　　جن و انس و ملک کو تری آرزو

بن میں وحشی لگاتے ہیں ضربات ہوٗ　　یاد میں تیری ہر ایک ہے سو بسو

اللّٰـہٗ اللّٰـہٗ اللّٰـہٗ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت کو حضور مفتی اعظم ہند، نور خدا سے یاد فرمارہے ہیں اور اسی نور کی جھلک دیکھنے کی خواہش ظاہر کر رہے ہیں اسلئے کہ ہمارا عقیدہ توحید کیساتھ یہ عقیدہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور خدا ہیں ۔

نور کی تیرے ہے اک جھلک خوبرو　　دیکھے نوریؔ تو کیوں کر نہ یاد آئے تو

ان کا سرور ہے مظہر ترا ہو بہو　　مَـنْ رَاٰنِـی رَاٰلْـحَـقُ ہے حق موبمو

اللّٰـہٗ اللّٰـہٗ اللّٰـہٗ

خواب نوریؔ میں آئیں جو نور خدا　　بقعۂ نور ہو اپنا ظلمت کدہ

جگمگا اٹھے دل چہرہ ہو پر ضیا　　نوریوں کی طرح شغل ہو ذکر ہو

اللّٰـہٗ اللّٰـہٗ اللّٰـہٗ

کتابیات

(۱) ترجمہ قرآن، کنزالایمان، امام احمد رضا فاضل بریلوی، رضا اکیڈمی مالیگاؤں

(۲) بہار شریعت، حضور صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی، فاروقیہ بک ڈپو دہلی

(۳) انوارالحدیث، مفتی جلال الدین احمد امجدی، کتب خانہ امجدیہ بستی (یوپی)

(۴) مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات، امام علامہ محمد مہدی فاسی، مترجم علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، المجمع المصباحی مبارکپور

(۵) سامان بخشش، مفتی اعظم ہند، رضا اسلامک مشن، بریلی شریف

مفتی اعظم قدس سرہ کی تصانیف کا اجمالی تعارف

محمد حسین مشاہد رضوی*

امام احمد رضا کون؟ علوم نقلیہ وعقلیہ کا ایک ایسا بحر نا پیدا کنار کہ جس کی شناوری اور غواضی کرتے کرتے نا معلوم کتنے ماہرین کے ہاتھ پاؤں شل ہو گئے مگر اس عظیم المرتبت، عالی وقار اور عبقری ذات کی تھاہ تک کسی کی رسائی نہ ہو سکی...... یہ ایک ایسا جامع کمالات، متنوع صفات، گونا گوں خصوصیات اور ہمہ گیر و ہمہ جہت اوصاف کا مالک "مجدد دین وملت" تھا کہ جب ناقدین و محققین نے اپنے اپنے رہوار تحقیق وتنقید کو اس عبقری ذات کے افکار ونظریات اور تحقیقات و تدقیقات کی سمت مہمیز کیا تو وہ متحیر و متعجب ہو کر عش عش کر اُٹھے اور برملا یہ کہنے لگے کہ "یہ اللہ عزوجل کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزوں میں سے ایک معجزہ ہے۔"

اعلیٰ حضرت، مجدد اسلام امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ بالرضا السرمدی (۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کے علوم وفنون کی گیرائی و گہرائی کا اندازہ لگانا ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں...... وہ اپنی ذات میں نہ صرف ایک انجمن تھے بلکہ کئی یونیورسٹیوں اور جامعات کا مجموعہ تھے...... ۲۰۰ رسے زائد علوم وفنون پر مشتمل ہزار کے لگ بھگ کتب و رسائل کے مصنف بھی...... یہ کوئی معمولی بات نہیں یہ بہت بڑی بات ہے...... امام احمد رضا قدس سرہ کی یہ ہمہ جہت خوبیاں ایسا ضروری نہیں کہ آپ ہی کی طرح کسی فرد واحد میں سما جائے اس لئے آپ نے ایک عظیم مربی کی حیثیت سے اپنے دریائے علم سے سیراب ہونے والے تشنگانِ علوم کی اس احسن طرز سے تربیت فرمائی کہ ان میں سے ہر ایک کو چندے آفتاب و چندے ماہتاب بنادیا...... جس کی نامکمل جھلک ہدیۂ قارئین ہے۔ یہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی (م ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) ہیں، علم وادب کے عظیم الشان شہسوار...... یہ مبلغ اعظم علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (م ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۴ء) ہیں، میدانِ تبلیغ وارشاد کے منارۂ نور...... یہ حضرت اقدس مولانا دیدار علی الوری (م ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء) ہیں، احقاقِ حق وابطال باطل میں منفرد و یکتا...... یہ ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری (م ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء) ہیں، علوم جدیدہ فلکیات، ہیات، زیجات، تکسیر، نجوم اور توقیت کے درخشندہ ماہتاب...... یہ عبدالاسلام ہیں، مولانا عبدالسلام جبلپوری (م ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۳ء) روحانیت کے تاجدار، تصوف وطریقت کے راہی اور قطب زمانہ...... یہ صدرالشریعہ علامہ امجد علی اعظمی (م ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) مصنف بہارِ شریعت ہیں، علم فقہ کے نابغۂ روزگار عبقری...... یہ

*نیا اسلام پورہ، مالیگاؤں ۴۲۳۲۰۳

صدرالافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی (۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۸ء) صاحب تفسیر خزائن العرفان ہیں، علم قرآن و تفسیر قرآن اور تقابل ادیان کے درنایاب اور اپنے عہد کے نامور مناظر،...... یہ سحرالبیان مولانا سید احمد اشرف اشرفی الجیلانی کچھوچھوی (م ۱۳۴۳ھ) ہیں، میدان خطابت کے بے تاج بادشاہ، ساحرالبیاں خطیب...... یہ حضرت علامہ مختار احمد صدیقی میرٹھی (م ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء) ہیں، علوم قدیمہ و جدیدہ کے حسین سنگم اور سیاست و ریاست کے بہترین راہی، تبلیغ و ارشاد کے گوہر تابدار...... یہ سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد قادری رضوی (م ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳ء) ہیں، سحربیاں مقرر، آزادی ہند کی تحریک کے نامور سپاہی، حق پسند و حق گو اور باطل شکن...... یہ مولانا عبدالباقی برہان الحق جبلپوری ہیں، فقہ و افتا نویسی کے آفتاب، روحانی فیوض و برکات کے امین...... یہ مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا نوری بریلوی (م ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء) ہیں، امام احمد رضا محدث بریلوی کے فرزند اصغر اور آپ کے مظہر جمیل...... غرضیکہ کہاں کہاں تک...... کس کس طرح...... اور کیسے کیسے، امام احمد رضا کی خدمات جلیلہ کا ذکر خیر کیا جائے...... آپ کی بے لوث دینی و علمی، سیاسی و سماجی خدمات ہر رخ سے آفاقیت لئے ہوئے ہے...... آپ نے اپنی ہمہ جہت و ہمہ گیر خوبیوں کو اپنے ایک ایک شاگرد کے ذہن و قلب میں انڈیل کر رکھ دیا...... جب ہم امام احمد رضا کے خلفا و تلامذہ کی حیات و خدمات کا جائزہ لیتے ہیں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ہر کوئی اپنے اپنے فن اور میدان میں مکمل دسترس اور عبور رکھتا ہے...... اور عقل اس مقام پر حیران رہ جاتی ہے کہ کس طرح ایک عاشق صادق نے متنوع جہات شخصیت کو مختلف افراد میں سمودیا، یقیناً یہ امام احمد رضا کی ایک زندہ کرامت اور بارگاہ ایزدی میں آپ کی مقبولیت کی روشن و تابناک دلیل ہے......

قابل صد مبارک باد ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنی زندگی کا لحہ لحہ امام احمد رضا جیسی عبقری شخصیت اور ان کے متوسلین کے فکر و فن کو اکناف عالم میں پھیلانے کے لئے وقف کر دیا ہے...... رضا اکیڈمی بمبئی کے سالنامہ ''یادگار رضا'' کا یہ شمارہ شہزادۂ رضا، علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا نوری بریلوی (م ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء) کے مقدس نام اور ان کی ذات سے معنون ہے...... اس میں حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی حیات و خدمات کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالنے والی اہلسنت و جماعت کے جن قدآور علما، ادبا، شعرا و محققین کی بیش قیمت تحریرات شامل ہیں۔ ان کی صف میں یہ بے بضاعت شامل ہونے کے لائق تو ہرگز نہیں البتہ مرتب رسالہ برادرم غلام مصطفےٰ رضوی کی دیرینہ خواہش کے احترام کے علاوہ اس امید پر کہ ''میرا نام بھی لکھ جائے کاش ان کے ثناخواں میں''...... مفتی اعظم قدس سرہ کی تصنیفات، تالیفات اور حواشی کا اجمالی تعارف لے کر قارئین کے روبرو ہے......

حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی تصانیف علوم و معارف کا گنجینہ اور تحقیق و تدقیق کا خزینہ ہیں ......ورق ورق میں محبت و خشیت الٰہی مسطور ہے تو سطر سطر سے عشق و ادب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نور بیز کرنیں دلوں کو منور و مجلا کرتی ہیں ......طرز تحریر سادہ سلیس، عمدہ اور رواں دواں ہے......آپ نے جس مسئلے پر قلم اٹھایا اُس کی توضیح کا حق ادا کر دیا اور اپنا موقف قرآن و حدیث کی روشنی میں اس انداز سے تحقیق کر کے مبرھن کیا ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے اور شک و شبہہ کی گنجائش نہیں رہتی......

حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی تصنیفات، تالیفات اور حواشی کے کماحقہ تعارف کے لئے دفتر عظیم درکار ہے یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں اور نہ ہی راقم جیسا کوتاہ علم اس لائق ہے کہ تعارفِ تصانیف کا صحیح حق ادا کر سکے......بہر کیف! حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی تصنیفات، تالیفات اور حواشی کا تعارف پیش خدمت ہے......

تصنیفات:

(۱)**القسورۃ علیٰ ادوار الحمر الکفرۃ**: یہ رسالہ ۳۵ر صفحات پر مشتمل ہے۔حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے اسے ۱۳۴۳ھ میں تصنیف فرمایا۔اسی رسالہ کا جدید ایڈیشن ''ایک اہم فتویٰ'' کے نام سے ۹ر صفر المظفر ۱۴۱۰ھ کو مکتبۂ رضا دار الاشاعت بہیڑی سے شائع ہوا ہے...... یہ ۴۸ر صفحات پر بکھرا ہوا ہے۔ایک پاکستانی شاعر کی نظم بعنوان ''فیصلہ کفر و اسلام'' ۷ر جون ۱۹۲۵ء کے اخبار ''زمیندار'' میں دوبارہ شائع ہوئی۔اس رسالہ میں شاعر کی نظم کے تین کفری اشعار کا حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے طاقت وررد فرمایا ہے۔مذکورہ رسالہ پر بیس علمائے اہل سنت کی تصدیقات ہیں۔جن میں صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی، صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، سہیل ھند حضرت مولانا سید غلام قطب الدین سہوانی، حضرت محدث اعظم پاکستان علامہ مفتی سردار احمد، حضرت مفتی تقدس علی خاں بریلوی (مترجم مکاشفۃ القلوب للامام غزالی) اور شیر بیشۂ سنت حضرت علامہ مفتی محمد حشمت علی خاں علیہم الرحمۃ و الرضوان کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں......اس رسالہ کا نام " **ظفر علی رمۃ من کفو**" ہے اور عرفی نام ''سیف الجبار علیٰ کفر زمیندار'' ہے......

(۲)**القول العجیب فی جواز التثویب**: یہ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کا رسالہ ہے۔جو حجم کے لحاظ سے تو چھوٹا ہے لیکن معانی و مفاہیم کے اعتبار سے نہایت ہی جامع ہے۔۱۲ر صفحات پر مشتمل ہے اس میں حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے اذان کے بعد صلاۃ و سلام پکارنے کو دلائل ساطعہ اور براہین قاطعہ سے ثابت کیا ہے۔یہ رسالہ چند فتاویٰ پر مشتمل ہے لائق مطالعہ ہے۔

(۳) **النکۃ علیٰ مرآۃ کلکتہ**: یہ مسئلہ اذان سے متعلق حضور مفتی اعظم قدس سرہ کا رسالہ ہے جو ۸؍صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں آپ نے بیان کیا ہے کہ اذان حدود مسجد یا فنائے مسجد میں ہو۔ داخلِ مسجد مکروہ و ممنوع ہے یہی ائمہ کی تصریحات ہیں۔ اور یہی حدیث سے ثابت ہے حدود مسجد میں مسجد کی دیواریں، فصلیں، دروازہ یہ سب داخل ہیں۔ اس رسالہ میں حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے ائمہ کی دس تصریحات پیش کی ہیں اور ان کی روشنی میں اپنے مدعی کو روشن تر بنا دیا ہے اور اذان سے متعلق علمائے کلکتہ کے شبہہ کا ازالہ ان الفاظ میں فرمایا:

> ''شاید علمائے کلکتہ کو یہ غلط خبر پہونچی یا اشتباہ ہوا کہ اہلِ حق دروازے سے احاطۂ بیرونی کا پھاٹک مراد لیتے ہیں نہ کہ عمارت مسجد کا دروازہ اور مسجد کی چہار دیواری سے باہر اذان دینا ضروری جانتے ہیں اور حدودِ مسجد میں مکروہ مانتے ہیں لہٰذا خلاف کا نام نہ لیا لیکن اہلِ حق کا فتویٰ، عمل، رسائل سب شاید ہیں کہ یہ اشتباہ محض بے اصل ہے ہم خود حدود مسجد میں اذان مانتے اور اسی کو زمانۂ رسالت سے ثابت کرتے اور ہمیشہ سے اس پر عمل رکھتے ہیں۔''

اس رسالہ میں مولوی ولایت حسین، اشرف علی، مولوی عبدالحق دہلوی، مولوی عبدالوہاب صاحب بہاری، خاص طور سے آخر الذکر تین حضرات ملحوظ نظر آتے ہیں ان سے ۴۰؍سوالات کئے ہیں۔ اور جواب کے لئے ۱۵؍دن کی مہلت دی ہے اور اس رسالہ کے آخری صفحہ پر یہ درخواست کی ہے کہ:

''(۱) سوال کے جواب میں صاف صاف 'لا' یا 'نعم' فرمادیں۔ اس کے بعد تاویل یا توجیہ جتنی چاہیں فرمائیں۔

(۲) جو باتیں ثبوت طلب ہیں ائمہ معتمدین سے ان کے ثبوت مع حوالۂ صحیحہ کتب معتمدہ سے دیئے جائیں خالی زبانی ارشاد پر قناعت نہ ہو۔

(۳) ہر سوال کا جواب نمبروار عنایت ہو، بہت جگہ ایک سوال میں کئی کئی استفسار ہیں ہر ایک کا جواب مرحمت فرمائیں۔

(۴) چالیس سوالات ہیں اگر باہم تقسیم فرمالیں تو فی کس تیرہ اور ایک ثلث یا دس آئیں گے۔ ہر ایک رات دن میں ایک ایک دینی سوال کا جواب عطا ہو تو دو ہفتہ سے کم میں ممکن لہٰذا روزِ اول سے پندرہویں دن محض خالصاً لوجہ اللہ عنایت امر دین کیلئے جواب ارسال فرمادیں دینی معاملہ ہے۔ شرعی مکالمہ ہے علما کو اس سے پہلو تہی کے کیا معنیٰ۔''

یہ رسالہ ۱۱؍ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ کو پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔

(۴) **مقتل اکذب واجہل** : یہ مسئلہ اذان سے متعلق حضور مفتی اعظم قدس سرہ کا ایک رسالہ ہے جو ۱۶؍صفحات پر مشتمل ہے اس میں مولوی عبد الغفار خاں صاحب رام پوری کی پانچویں تحریر کا حضور مفتی اعظم نے رد بلیغ فرمایا ہے اور مولوی صاحب رام پوری کی یہ تحریر پہلی تحریروں سے بھی زیادہ اکذب واجہل ہے۔ مولوی صاحب رامپوری نے ایک اشتہار شائع کیا ہے جس میں انہوں نے اندرون مسجد اذان سے متعلق اپنی دلیلیں پیش کیں اور فقہا وشریعت پر افترا کیا۔ خود تراشیدہ اور گڑھی ہوئی عبارات پیش کیں۔ جھوٹی احادیث دل سے گڑھ کر بیان کیں۔ ادعا کیا اور موکد بحلف شدید کہ قسم ہے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم نے جو عبارات نقل کی ہیں وہ کتابیں سرکاری کتب خانہ میں موجود ہیں ہمارے ساتھ چل کر دیکھ لیں ایک حرف کا تفاوت نہ پائیں گے۔

رامپوری صاحب کے اس اشتہار پر حضور مفتی اعظم نے درج ذیل سوالات کیے۔

(۱) وہ کونسی کتاب ہے جس میں صلاۃ مسعودی کے حوالہ سے یہ عبارت صفحہ ۱۷ روالی نقل کی ہے۔

(۲) اس کا مصنف کون ہے اور کسی نے کبھی اس کتاب کا کہیں حوالہ دیا ہے اس وقت اس سوال میں اتنا اضافہ اور کرتا ہوں کہ اگر وہ کوئی کتاب نہیں بلکہ وہ کسی قلمی کتاب کے حاشیہ پر کسی نے کچھ لکھ دیا ہے تو وہاں فاعل نے اپنا نام لکھا ہے یا ایک گمنام کتابت ہے۔ آپ اگر اسے زید یا عمرو کی بتائیں تو اس بتانے پر کوئی دلیل شرعی ہے یا فری آپ کی زبان۔

(۳) تصحیح نقل جس کتاب سے دکھائی جائے آیا اس میں صلاۃ مسعودی کے حوالہ سے بعینہٖ یہی اور اتنی ہی عبارت لکھی ہے جو صفحہ ۱۷ ر پر نقل کی ہے یا کم وبیش ہے؟

(۴) کم وبیش ہے تو وہ پوری عبارت کیا ہے؟

(۵) اس عبارت میں بیرون مسجد کا لفظ صاف صاف موجود ہے یا نہیں؟

(۶) اس عبارت میں اس مضمون کا حوالہ فتاویٰ خانی پر دیا ہے یا نہیں؟

(۷) فتاویٰ خانی میں مئذنہ ہے منبر؟

اور اس رسالہ میں حضور مفتی اعظم نے مولوی رامپوری صاحب کے علانیہ فرار اور ان کی تحریر پر ۱۲۵؍ضربات شمار کرائی ہیں اس رسالہ کے آخری صفحہ پر مسئلہ اذان سے متعلق علمائے پشاور و کابل و کاشغر کی بزبان فارسی تصدیقات موجود ہیں۔

(۵) **حجۃ واھرہ بوجوب الحجۃ الحاضرہ**: یہ رسالہ ۴۸؍صفحات پر مشتمل ہے۔

۱۳۴۲ھ میں بعض لیڈروں نے حج بیت اللہ سے روکنے کی کوشش کی تھی اور ممانعت حج کی بنا مضمون نگار نے اس پر رکھی ہے کہ شریف ظالم ہے اور اس کے مظالم قرامطہ جیسے ہیں اور اس وقت علما نے ممانعت فرمائی تھی۔ اب بھی ممانعت ہونی چاہئے اس قیاس، قیاس مع الفارق سے لکھ دیا کہ ''حج ناروا ہے'' اور شریف کے نو مظالم گنائے۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے ان لیڈروں اور مضمون نگار کا تعاقب فرمایا اور اپنے رسالہ میں ان کے باطل خیالات اور غلط قیاس کا رد بلیغ فرمایا اور فرضیت حج کے بعد فی الفور حج کی ادائیگی واجب ہے اس کا روشن ثبوت پیش فرمایا۔

(۶) **مقتل کذب و کید**: یہ رسالہ ۶۷ر صفحات پر لکھا ہوا ہے اس میں مسئلہ اذان میں مولوی عبدالغفار خاں رامپوری کے نظریات اور خیالات کی تردید اور مسئلۂ حق کے وضاحت ہے۔ یہ رسالہ رضا لائبریری رامپور میں موجود ہے جس کا مناظرہ فرق اردو میں اندراج نمبر ۲۵۳ر ہے جو کہ ۲۵ر ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ کو پہلی بار بریلی سے شائع ہو چکا ہے۔

(۷) **وقعات السنان فی حلق المسماۃ بسط البنان**: یہ کتاب ۴۷ر صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ ۱۳۳۰ھ میں مکمل کی گئی اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن مطبع ''اعلیٰ پرنٹنگ'' بریلی سے شائع ہوا تھا۔ اس رسالہ میں مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب بسط البنان اور مولوی قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس پر بھرپور علمی محاسبہ اور تنقید کی گئی۔ اس میں تھانوی صاحب اور ان کے ہم نواؤں اور ہم خیال افراد سے ایک سو بتیس سوالات کئے گئے ہیں۔ یہ تمام سوالات کتاب **الکاوی فی العادی و الغاوی** (۱۳۳۰ھ) اور **القشم القاصم للداسم القاسم** (۱۳۳۰ھ) اور **اشد الباس علیٰ عابد الخناس** (۱۳۲۸ھ) (جو تحذیر الناس کا رد ہے) اور **نور الفرقان بین جند الالہ و احزاب الشیطان** وغیرہ کتب و رسائل سے ماخوذ ہیں یہ سوالات مسلک دیوبند پر ضرب کاری ہیں۔ حضور مفتی اعظم نے اس رسالہ میں علمائے دیوبند پر جو گرفتیں کی ہیں وہ انتہائی مضبوط ہیں۔ یہی مار ہیں جنہیں نیزہ کی مار کا عنوان دیا گیا ہے۔ یہ مجموعہ سوالات بذریعہ رجسٹری جناب تھانوی صاحب کے پاس بھیجے گئے جن کے جوابات سے وہ تاحیات عاجز رہے اور ان کی پوری جماعت تا قیامت انشاء اللہ عاجز رہے گی۔

مذکورہ رسالہ میں حضور مفتی اعظم نے تھانوی صاحب کو ان الفاظ میں نصیحت فرمائی ہے کہ تھانوی صاحب آپ نے دیکھا کفر کی مدد کرنے والا اور بڑھ کر کفر در کفر کفر بر کفر میں پڑتا ہے۔ تھانوی صاحب ابھی آپ کی سانس کا ڈورا چل رہا ہے۔ اپنے کلام کو کفر مان چکے، اپنے آپ کو کافر مان چکے،

اب ایمان لانے، مسلمان ہونے، اپنے جدید اسلام کا اعلان کرنے، اور پھر زوجۂ شریفہ راضی ہوں تو ان سے جدید نکاح کرنے میں کیا عذر ہے، ہم تمہارے بھلے کی کہتے ہیں۔ یہ رسالہ صولت پبلک لائبریری رامپور میں موجود ہے جس کا مناظرہ فرق اردو میں اندراج نمبر ۳۹۸ رہے۔

(۸) **الموت الاحمر علی النجس الاکفر**: یہ کتاب ۸۸ر صفحات پر مشتمل ہے۔ ۸ر صفر المظفر ۱۳۳۷ھ کو پایۂ تکمیل تک پہنچی۔ اس کا ایک ایڈیشن ۱۳۹۴ھ میں مکتبۃ الحبیب سے طبع ہوا۔ جس کا ایڈیشن ہمارے پیش نظر ہے۔ اس میں مسلک دیوبند پر بھرپور نقد و تبصرہ کیا گیا ہے اور حق کی حقانیت کو واشگاف کیا گیا ہے اور مذہب دیوبند پر بڑے ٹھوس اعتراضات اور مضبوط مواخذے کئے گئے ہیں۔ اس کے اندر کل اسی سوالات و مواخذات ہیں۔ مسئلہ خاتمیت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر فقہی کی بحثیں بھی نہایت تحقیق کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔

مذکورہ تصنیف میں حضور مفتی اعظم نے مناظرانہ طرز اختیار کیا ہے اور علمائے دیوبند کے باطل عقائد و نظریات کے تاروپود بکھیر کر رکھ دیئے ہیں۔ اور اس میں عقائد مسلک دیوبند پر مفتی اعظم نے بڑی سخت گرفتیں کی ہیں کہ مخالفین و معاندین کو راہ فرار نظر ہی نہیں آتی۔ ردِ وہابیہ و دیوبندیہ میں یہ ایک جامع ترین قابلِ مطالعہ کتاب ہے۔

(۹) **طرق الھدیٰ و الارشاد الیٰ احکام الامارۃ والجھاد**: یہ رسالہ ۱۳۴۱ھ میں حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے تحریر فرمایا اس کا خطبہ عربی زبان میں ہے اور طویل ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت فصیح و بلیغ ہے عربی ادب کا ذوق رکھنے والے محفوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ خطبہ کا ایک جملہ ہے:

"**وحرم علی عبادہ موالاۃ سائر الکفرۃ و المشرکین**" اور اس نے اپنے بندوں پر کفار و مشرکین سے دوستی حرام فرمائی۔ اس سے رسالہ کے مضمون کی طرف اشارہ ملتا ہے اسے اہل بلاغت کی اصطلاح میں "براعت استہلال" کہتے ہیں۔ اس رسالہ میں اہل شرک و کفر سے محبت و مودت اور وداد اتحاد کی حرمت بتائی گئی ہے۔ اور اہل ایمان کو بڑے جوش و محبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ اور احساس کمتری کے شکار مسلمانوں کو انکا صحیح مقام و منصب بتایا گیا ہے کہ اگر سچے پکے اور حقیقی مسلمان بن جائیں تو ان ہی کے لئے سربلندیاں ہیں۔ مسلمان کسی کے دست نگر نہ بنیں اور رب تعالیٰ پر اعتماد و بھروسہ رکھیں اور اس کے احکام پر عمل کریں اسی میں ان کی کامیابی و کامرانی اور سرخروئی و سرفرازی کا راز مضمر ہے۔ اس میں مصنف نے مسلمانوں کو ان کا شاندار ماضی یاد دلایا ہے کہ اے مسلمانو! پہلے تم کیا تھے اور اب کیا ہوگئے ہو۔ اور یہ جو کچھ بھی ہوا ہے یہ تمہارے کرتوتوں کے سبب

ہوا ہے۔ ہدایات اور نصائح کو قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل کیا گیا ہے۔ مذکورہ رسالہ حجم کے اعتبار سے مختصر ہے جو نہایت ہی مدلل اور جامع ہے، مخالفین کے زعم باطل، خیال عاقل اور وہم فاسد کا قامع ہے۔

(رسالہ ھذا، ص ۲۵، مطبع فیض منبع سنی بریلی محلہ سوداگران)

یہ رسالہ ۸۰؍ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ رامپور رضا لائبریری میں موجود ہے جس کا مناظرہ فرق اردو میں اندراج نمبر ۳۸۵؍ ہے۔ حسنی پریس بریلی کا چھپا ہوا ہے اس رسالہ پر آخر میں حضرت صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، حضرت مولانا مفتی محمد حسین صاحب سنبھلی، حضرت مفتی عبدالسلام، حضرت مولانا حسنین رضا صاحب، حضرت مولانا عبدالحق صاحب، حضرت مفتی سید محمد میاں اولادرسول مارہروی، حضرت مفتی برہان الحق، مولانا محمد طاہر رضوی، مولانا محمد اسمٰعیل تلہری وغیرہم علیہم الرحمۃ والرضوان کی تصدیقات ہیں۔

(۱۰) **فتاویٰ مصطفویہ**: بریلی شریف کے دارالافتا سے ماضی قریب میں جتنے فتاویٰ صادر ہوئے ہیں شاید ہی کسی اور جگہ سے اتنے فتاویٰ لکھے گئے ہوں۔ آپ کے والد ماجد امام الفتاویٰ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ کے ساتھ ساتھ کئی پشتوں سے لوگ مرجع فتاویٰ رہے ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی زندگی کے تقریباً پچاس سال فتاویٰ صادر کرنے میں ہی گزارے۔

دنیا کے گوشہ گوشہ سے احکام اسلام کے متعلق سوالات پہنچتے اور آپ ان کا تشفی بخش اور تحقیقی جواب قلم بند فرماتے۔ صرف امام احمد رضا قدس سرہ کے قلم سے لکھے جانے والے فتاویٰ سے ایک ایک ہزار صفحات کی بارہ جلدیں بن گئی ہیں نیز ان ۱۲؍ مجلدات پر تحشیہ، تخریج اور تسہیل کر کے رضا فاؤنڈیشن لاہور نے ۳۰؍ جلدوں پر اسے جدید طرز پر شائع کیا ہے۔ فتاویٰ امام احمد رضا ''فتاویٰ رضویہ'' فقہ حنفی کا عظیم ترین انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ افتانویسی مفتی اعظم قدس سرہ کو بھی ورثہ میں ملی ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ کے بعد اس مسند سے سب سے زیادہ فتاویٰ صادر کرنے والی شخصیت حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی ہے۔ ممالک عرب، امریکہ، افریقہ، یورپ اور برصغیر کے گوشے گوشے سے آئے کثیر سوالات کے شرعی جوابات آپ نے تحریر فرمائے ہیں۔

فتاویٰ مصطفویہ ۱۳۴۹ھ تک کے ہیں۔ حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے جسے دو جلدوں میں مولانا فیضان علی رضوی بیسلپوری نے مکتبہ رضا بیسلپور ضلع پیلی بھیت سے شائع کیا۔ حال ہی میں رضا اکیڈمی بمبئی نے اس کا خوبصورت اور دیدہ زیب ایڈیشن شائع کیا ہے۔

(۱۱) **ادخال السنان**: یہ رسالہ ۸۸؍ صفحات پر مشتمل ہے اور یہ بسط البنان کا دوسرا رد جواب ہے۔

اس کے بارے میں خود مصنف علیہ الرحمہ (الموت الاحمر) میں تحریر فرماتے ہیں:

اس میں آپ (تھانوی صاحب) سے ایک سو ساٹھ قاہر سوال نہیں، سروہابیہ پر ایک سو ساٹھ جبال ہیں۔ چھ سال ہوئے آپ تھانوی صاحب ظاہر (براہ راست خطاب میں تھانوی صاحب باطنی لکھا گیا ہے) کے یہاں رجسٹری شدہ گیا ہے اور آج تک بحمد اللہ تعالیٰ لاجواب ہے۔ یہ رسالہ صولت پبلک لائبریری رامپور میں موجود ہے جس کا مناظرہ فرق اردو میں اندراج نمبر ۱۵۶ / رہے۔ ۱۳۳۲ھ میں یہ رسالہ بریلی سے شائع ہوا۔

(۱۲) **سامان بخشش عرف گلستان نعت نوری** : یہ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کا نعتیہ دیوان ہے جو ۱۲۴ / صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ جس میں حمد باری تعالیٰ، مناقب، غزل اور رباعی وغیرہ بھی ہیں۔ آپ کی شاعری میں جا بجا امام احمد رضا قدس سرہ کا عکس جھلکتا ہے اور شاعری کی زبان جدلیاتی اور فکری اُپج سے وجود میں آتی ہے۔ اختصار، اشارہ، پردہ داری اس کے اوصاف ہیں۔ جبکہ نثر وضاحت اور صراحت سے پہچانی جاتی ہے۔ زبان کا جدلیاتی استعمال، استعارہ سازی، پیکر تراشی، ترکیب سازی وغیرہ کی ہنرمندی کسبی کم، عطائی زیادہ ہے اور یہ چیز جذبہ کی سچائی کی مرہون منت ہوتی ہے۔ اس لئے کسی نے یہ کہا ہے کہ ”وہ شخص شاعر ہو ہی نہیں سکتا جس نے عشق نہ کیا ہو۔“

مفتی اعظم قدس سرہ جیسی مایہ ناز ہستی کے حصہ میں یہ عشق، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں رونما ہوا۔ اور اس کے اظہار کے لئے آپ نے نعت گوئی کا سہارا لیا جہاں تک نعتیہ مواد کا تعلق ہے مفتی اعظم کی شخصیت برصغیر میں آفتاب علم و کمال کی حیثیت رکھتی تھی۔ قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ اور دیگر علوم کے علاوہ فلسفۂ اسلامی اور عقائد دینی پر ان کی گرفت بڑی مضبوط تھی۔ علوم مشرقیہ کے باریک سے باریک نکات ان پر واضح تھے۔ نتیجے کے طور پر عشق کی آنچ نے جہاں جذبہ کو مہمیز کیا وہیں علمی تبحر نے احتیاط کو راہ دی اور پھر ان دونوں کی آمیزش نے مفتی اعظم کے کلام کو سادگی اور معنوی حسن عطا فرمایا۔ عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار دل کی آواز میں پاکیزگی، لطافت اور دلوں کو منور کر دینے والی وہ کیفیت ہے جو ایک صاحب دل بزرگ کے دل کے گداز کا پتہ دیتی ہے۔ نمونہ شعر ملاحظہ ہوں۔

حسرت دیدار دل میں ہے اور آنکھیں بہہ چلیں ۔۔۔ تو ہی والی ہے خدایا دیدۂ خوں بار کا
چارہ گر ہے دل تو گھائل عشق کی تلوار کا ۔۔۔ کیا کروں میں لے کے پھاہا مرہم زنگار کا
ہائے اس دل کی لگی کو بجھاؤں کیوں کر ۔۔۔ فرط غم نے مجھے آنسو بھی گرانے نہ دیا
جو ہو قلب سونا تو یہ ہے سہاگہ ۔۔۔ تری یاد سے دل نکھارا کروں میں

حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی شاعری از ابتدا تا انتہا توحید ربانی اور فضائل ومحامد سید المرسلین میں ڈوبی ہوئی ہے اور آپ کے ماہر شاعر ہونے کا مبرھن ثبوت ہے۔ آپ کو شاعری ورثہ میں ملی۔ زبان ان کے گھر کی باندی ہے۔ آپ نے حمد، نعت ومنقبت سب کچھ کہا ہے۔ ہر ایک میں رنگ تغزل جھلملاتا ہے۔ رس اور نغمگی پڑھنے اور سننے والے کو مسحور کر دیتی ہے۔ لطافت، صداقت، گہرائی، استعارہ سازی، پیکر تراشی، تراکیب سازی، بلند خیالی، فلسفہ آمیزی اور بلاغت اشعار کی جان ہیں۔ اور سامانِ بخشش کا دوسرا نام ''گلستان نعت نوری'' ہے۔ یہ دیوان ۱۳۴۷ھ سے ۱۳۵۴ھ کے درمیان مکمل ہوا۔ اس لئے دونوں سنوات کے اعتبار سے حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے دو نام رکھے اور پورا نام اسطرح رکھا۔

''سامانِ بخشش عرف گلستان نعت نوری''

(۱۳) **طرد الشیطان (عمدۃ البیان)** : حضرت ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی صاحب قبلہ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے رسالہ ''طرد الشیطان'' کے سلسلہ میں رقمطراز ہیں: ''نجدی حکومت نے جو ٹیکس لگایا تھا اس کے رد میں حضور مفتی اعظم نے یہ رسالہ تحریر فرمایا'' (مفتی اعظم ہند، ص ۶۴) غالباً یہ وہی کتاب ہے جس کے بارے میں جناب امید رضوی ایڈیٹر ماہنامہ نوری کرن بریلی تحریر کرتے ہیں: ''حضور مفتی اعظم کی فضیلت اور جلالت علمی کا یہ عالم کہ جب پہلی بار حاضری حرمین ہوئی تو وہاں کے اجلہ علمائے کرام نے آپ کے سامنے نہ صرف زانوئے عقیدت وادب تہہ کئے بلکہ علم حدیث کے اجازت نامے بھی باصرار لکھوائے اور جس کا سلسلہ بعد واپسی مدت تک جاری رہا۔ اسی قیام حرمین کے زمانہ میں آپ سے علمائے حرمین نے دریافت کیا کہ موجودہ حکومت عربیہ حجاج سے جو ٹیکس لیتی ہے یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں حضور مفتی اعظم نے چند گھنٹوں کی قلیل مدت میں سیر حاصل رسالہ تحریر فرمایا، جس میں پر زور دلائل وبراہین سے ثابت کیا کہ یہ ٹیکس لینا شرعاً ناجائز وحرام ہے۔ (افسوس ہے کہ سفر حج سے واپسی پر یہ رسالہ ضائع ہو گیا) (ماہنامہ نوری کرن بریلی وخاص نمبر، ص ۹ رمجریہ شوال وذیقعدہ ۱۳۷۹ھ اپریل مئی ۱۹۶۰ء)

(۱۴) **صلیم الدیان لتقطیع حبالۃ الشیطان**: مولوی عبد الغفار خاں رامپوری کی کتاب ''آثار المبتدعین'' کا یہ پہلا رد ہے۔ مولوی صاحب نے اپنی اس کتاب میں مسئلہ اذان سے متعلق مسلمانوں کو سو کتابوں کا جھوٹا نام لے کر دھوکا وفریب میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اکثر باتیں واقعات سے متعلق ہیں۔ مثلاً مولوی صاحب نے عبارتیں دل سے گڑھ لیں۔ ان میں قطع وبریدیں، تحریفیں کیں۔ سچی ویقینی باتوں کو جھٹلایا ترجموں میں خلط ملط اور خرد برد کریں۔ مسئلہ دل سے تراش لیا۔ فقہا پر افترا، شریعت پر افترا، خود اپنے اوپر افترا اپنی طرف سے مقابل پر افترا وبہتان کہ یہ کہا ہے حالانکہ

کہیں نہیں کہا ہے کتاب کا جھوٹا نام لکھ دیا کتب وعبارات واحادیث کی محض جھوٹی گنتیاں بڑھائیں وغیرہ وغیرہ۔ مذکورہ رسالہ میں مفتی اعظم قدس سرہ نے مولوی صاحب رامپوری کے دجل وفریب کا پردہ چاک کرکے اس کی عبارت کو تارِ عنکبوت کی طرح بکھیر کر رکھ دیا۔ مسئلہ اذان کی اپنی تحقیق وتدقیق سے ثابت کرتے ہوئے مولویِ مذکور کی غلط بیانی وفساد گوئی کا انکشاف تام کیا ہے۔

(۱۵) **وقایة اھل السنة عن مکر دیوبندو الفتنة** : یہ رسالہ ۸۴؍صفحات پر مشتمل ہے۔ جمعہ میں مسئلہ اذان ثانی کے متعلق جہالتوں، سفاہتوں کا اس رسالہ میں رد بلیغ کیا ہے مسئلہ اذان ثانی کے سلسلہ میں کسی کانپوری دیوبندی نے ایک کتاب تصنیف کی۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے اس تحریر کی اصل بنیاد کی بیخ کنی فرمائی اور اس امر کا روشن اظہار کیا کہ وہ عیار تحریر اہل سنت کے صحاح ستہ وائمہ اربعہ ومذہب حنفی سب کو باطل وبے اعتبار کرنے کی خواستگار ہے۔ یہ رد دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں مفتی اعظم قدس سرہ نے اپنے سنی بھائیوں سے گذارش کی ہے کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں دیوبندی، وہابی وغیرہ سے گریز کریں ان کو اپنا دینی دشمن شمار کریں اور ہر بددین وگمراہ سے کنارہ کش رہیں۔

(۱۶) **الھی ضرب به اھل الحرب**: یہ رسالہ وقایۃ اہل السنۃ کے ساتھ شامل اشاعت ہے۔ یہ رد کا دوسرا حصہ ہے اس میں حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے دیوبندیوں پر قہر کی بارش کی ہے۔ اس حصہ میں اس عیار کی ضلالتوں، جہالتوں اور سفاھتوں کا بیان ہے......اور کانپوری تحریر کا بھرپور رد بلیغ فرمایا۔

(۱۷) **مسائل سماع** : یہ رسالہ ۳۲؍صفحات پر بکھرا ہوا ہے جس میں محفل سماع، سرور، راگ ورقص اور مزامیر سے متعلق دو استفتا ہیں۔ پہلے استفتا میں پانچ شقیں ہیں۔ ان سب کا جواب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے نہایت جامع اور مفصل طور پر تحریر فرمایا ہے جو انیس صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ دوسرا جواب حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے جو ۱۳؍صفحات پر مشتمل ہے۔ صفحہ ۲۰؍ سے اس کا آغاز ہوا ہے۔ مسائل سماع پر کافی تحقیقی بحث کی گئی ہے۔ یہ رسالہ مکتبہ ایشیق استنبول ترکی سے شائع ہو چکا ہے۔

(۱۸) **سیف القھار علی العبدة الکفار** : یہ آثار المبتدعین کا دوسرا رد ہے۔ مولوی عبدالغفار خاں رامپوری نے فتویٰ مبارکہ بریلی مطبوعہ تحفۂ حنفیہ محرم ۱۳۲۲ھ پر اعتراضات میں کمال نافہمی کی داد دی۔ یہاں تک کہ خود عبارت فتویٰ سمجھنا محال اور اعتراض کو تیار، اس کی بھرپور پردہ داری اور حجاب فاشی کی گئی ہے۔

(۱۹) **مسلک مراد آباد پر معترضانہ ریمارک**: صولت پبلک لائبریری رامپور کی فہرست میں حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی تصنیف تحریر کیا ہے۔ اندراج نمبر ۳۹۷؍ ہے کیفیت کے خانہ میں یہ تحریر ہے کہ ''مسلک مراد آباد پر معترضانہ ریمارک'' اخبار نظام الملک کے ساتھ شامل ہے۔ مگر کتاب طلب کرنے پر نہ مل سکی۔ (مولانا شہاب الدین رضوی، خلفاے مفتی اعظم، ص ۹۹)

(۲۰) **فصل الخلافة**: یہ رسالہ ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء کو پایۂ تکمیل کو پہنچا، اس کا لقب ''سوراج در سوراخ'' ہے۔ اس رسالہ میں مسئلہ خلافت اور ترکوں کے ہاتھوں ختم خلافت پر بحث کی ہے۔

(۲۱) **کانگریسیوں کا رد**: یہ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی ایک مطبوعہ تصنیف ہے جو کانگریسیوں کے رد میں ہے۔ ۲۰۰؍ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۲۲) **الرمح الدیانی علی راس الوسواس الشیطانی**: یہ رسالہ ۱۳۳۱ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ یہ حسام الحرمین کا گویا خلاصہ ونچوڑ ہے۔ اس میں تفسیر نعمانی کے مؤلف پر حکم کفر وارتداد ہے۔ کلاں سائز میں ۱۴؍ صفحات پر مشتمل ہے۔ مطبع روز بازار امرتسر سے طبع ہوا ہے۔ اعلیٰ حضرت، صدر الشریعہ قدس سرہما وغیرہ کی کتاب میں تصدیقات ہیں۔ رضا لائبریری رام پور میں موجود ہے جس کا مناظرہ فرق اردو میں اندراج نمبر ۹۸؍ ہے۔

(۲۳) **نہایۃ السنان**: یہ بسط البنان کا تیسرا رد ہے۔ ادخال السنان کے آخر میں ٹائٹل پر اس رسالہ کا اعلان ہے۔

(۲۴) **تنویر الحجہ بالتواء الحجۃ**: یہ رسالہ مطبوعہ ہے۔ تاج الشریعہ مرشدی حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری دامت برکاتہم کے یہاں مرکزی دار الافتا بریلی میں موجود ہے۔

(۲۵) **وہابیہ کی تقیہ بازی**: یہ رسالہ مطبوعہ ہے۔ جسے رضا اکیڈمی بمبئی نے شائع کیا ہے۔ ۸؍ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس میں حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کے قول وفعل کے تضاد کا قلع قمع کیا ہے۔ اس رسالہ میں کئی فتاوے شامل ہیں۔ سب کے سب اسی موضوع سے متعلق ہیں۔ اس میں اس بات کا رد اور وضاحت ہے کہ دیوبندی سنیوں کو اپنے جال میں پھنسانے کیلئے کس طرح خود کو سنی ظاہر کرتے ہیں اور وقت پڑنے پر ایمان پر ڈاکہ ڈال دیتے ہیں۔

(۲۶) **مسائل رمضان**: یہ بھی حضور مفتی اعظم ہند کا مطبوعہ رسالہ ہے جسے علامہ محمد عبد المبین نعمانی قادری کی نگرانی میں رضا اسلامک مشن مدنپورہ بنارس نے شائع کیا ہے۔ اس میں روزہ کے جملہ مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ ۱۶؍ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۲۷)شفاء العی فی جواب سوال بمبئی : یہ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کا بمبئی کے سوال کا مدلل جواب ہے جو ۲۴ر صفحات پر مشتمل ہے۔فتاویٰ مصطفویہ جلد اول میں موجود ہے آخر میں حضور مفتی اعظم قدس سرہ فرماتے ہیں: الحمدللہ ثم الحمدللہ جواب باحسن وجوہ تمام ہوا اور شفاء العی فی جواب سوال بمبئی اس کا نام ہوا۔اس تصنیف میں غیر مقلدوں کا رد بلیغ فرمایا گیا ہے اور تقلید ائمہ کیوں ضروری اس کو دلائل سے ثابت کیا ہے،اس کا جدید ایڈیشن امام احمد رضا لائبریری بریلی شریف نے مفتی محمد صالح نوری بریلوی مدرس جامعہ منظر اسلام کے حاشیہ کے ساتھ ۲۰۰۲ء میں تقلید ائمہ ضروری کیوں؟اس نام سے شائع کیا ہے۔

مندرجہ بالا تصنیفات کے علاوہ بھی درج ذیل تصانیف بھی حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے رشحات قلم کا شاہکار ہیں جن کے اسمایہ ہیں۔

(۲۸)داڑھی کا مسئلہ (۲۹)القشم القاصم للداسم القاسم (۳۰)الکلوی فی العادی والغلوی (۳۱)اشد الباس علی عابد الخناس (۳۲)نور الفرقان بین جندالالہ و احزاب الشیطان (خلفاے حضور مفتی اعظم میں ذکر ہے۔)

تالیفات:

(۳۳)الطاری الداری لھفوات عبدالباری(۳/حصص) :۱۹۲۰ء اور ۱۹۲۱ء میں امام احمد رضا اور مولانا عبدالباری کے درمیان مراسلت ہوئی جو ۱۳ر رمضان ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء کو شروع ہوئی اور ۲۰ر صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء کو ختم ہوئی۔مولانا عبدالباری نے ۱۶ر خطوط لکھے اور امام احمد رضا نے ۲۲ر اس جملہ مراسلت کو حضور مفتی اعظم نے حسنی پریس بریلی سے ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء میں بعنوان ''الطاری الداری لھفوات عبدالباری'' تین حصوں میں شائع کیا۔خود امام احمد رضا قدس سرہ نے ایک رباعی میں اس تالیف کا ذکر فرمایا ہے۔

رہ علم و فن جناب عبدالباری	خوش سکہ زن جناب عبدالباری
یک کودک من طاری داری بنوشت	دندان شکن جناب عبدالباری

امام احمد رضا سے مراسلت کے دوران جناب مولوی عبدالباری کی فکر ونظر مختلف نشیب وفراز سے گزری۔انہوں نے توبہ نامہ شائع کیا مگر جملہ کلمات پر توبہ کے اصرار نے ان کو برہم کر دیا چنانچہ اخیر میں انہوں نے مکتوب محررہ ۱۲ر ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء بھیجنے کے بعد خاموشی اختیار کر لی جس نے امام احمد رضا کو اور زیادہ مضطرب کر دیا اور انہوں نے مولوی عبدالباری کے جواب میں پے در پے چھ خطوط ارسال فرمائے ان خطوط میں امام احمد رضا کے خیالات وافکار نے شعر کا روپ دھار لیا اور ایک ماہ دس

دن کی قلیل مدت میں ۲۱۶/عربی و فارسی اشعار کا ذخیرہ سامنے آیا۔ تاریخی وسیاسی حیثیت سے یہ اشعار نہایت اہم ہیں اور تحریک آزادی ہندوستان پر کام کرنے والوں کے لئے ایک اہم ماخذ ہیں۔ ان اشعار میں امام احمد رضا نے مولوی عبدالباری پر سخت تنقید کی جس میں طعن و تشنیع کے تیر و نشتر بھی ہیں لیکن اس کا محرک جذبۂ ایمانی تھا، نفسانی جذبہ نہ تھا کیونکہ اس اختلاف سے قبل دونوں ایک دوسرے کے دوست تھے۔ دشمن نہ تھے۔ امام احمد رضا نے اس سے قبل بھی نثری خطوط ارسال کئے تھے مگر مولوی عبدالباری کی خاموشی کے سبب مندرجہ ذیل چھ خطوط بھیجے جن میں تقریباً ۲۱۶/عربی و فارسی کے اشعار رباعیات قطعات کی صورت میں بے ساختہ نوک قلم پر آگئے۔

(۱) مکتوب محررہ......۱۴/ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء

(۲) مکتوب محررہ......۲۰/ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء

(۳) مکتوب محررہ......۲۵/ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء

(۴) مکتوب محررہ......۶/محرم الحرام ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء

(۵) مکتوب محررہ......۲۵/محرم الحرام ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء

(۶) مکتوب محررہ......۲/صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء
(وصال سے ۲۳/روز قبل)

امام احمد رضا کے ان مکتوبات پر جن اکابر علمائے اہلسنت نے اپنی تصدیقات ثبت کیں ان کے اسمایہ ہیں۔

۱ صدرالافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی
۲ صدرالشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی
۳ مولانا عبدالسلام جبلپوری
۴ مولانا برہان الحق جبلپوری
۵ مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی
۶ مولانا محمد افضل کریم
۷ مولانا غلام محی الدین راندھیری
۸ مفتی محمد عمر نعیمی مرادآبادی
۹ تاج العلما مولانا محمد میاں برکاتی مارہروی

۱۰ مولانا محمد یعقوب بلاسپوری

۱۱ مولانا غلام احمد شوق فریدی

۱۲ مولانا محمد دیداری علی الوری حنفی

۲؍صفر المظفر ۱۳۴۰ھ؍ ۱۹۲۱ء اپنے وصال سے ۲۳؍روز قبل امام احمد رضا نے مولانا عبدالباری صاحب سے مراسلت بند کردی۔ یہ سارا ریکارڈ مراسلات ومکتوبات آپ کے صاحبزادے مفتی اعظم قدس سرہ نے اپنی تالیف ''الطاری الداری لھفوات عبدالباری'' (خرافات عبدالباری پر آخری ضرب) میں محفوظ کردیا۔ مراسلات ومکتوبات انتہائی دلچسپ، شگفتہ، دلآویز اور طنز وظرافت کا بہترین نمونہ ہیں۔ مطالعہ کے بعد قارئین محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

(۳۴) **الملفوظ (چار حصص)** : اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے علوم ومعارف کا ایک بہت بڑا ذخیرہ الملفوظ ہے جو ان کے ارشادات اور کلمات طیبات پر مشتمل ہے اگرچہ یہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تصنیف نہیں بلکہ ان کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے جواہر پاروں اور ذخائر علم وحکمت کا ایک گنج گراں مایہ ہے اور یہ احسان ہے حضور مفتی اعظم قدس سرہ کا کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کی علمی مجالس کے ان خزائن وذخائر کو قلم بند فرمایا اور الملفوظ کے نام سے انہیں چار جلدوں میں شائع کردیا۔ جلد اول ۱۰۴؍صفحات پر مشتمل ہے۔ جلد دوم ۱۱۲؍صفحات پر، جلد سوم ۸۰؍اور جلد چہارم بھی ۸۰؍صفحات پر مشتمل ہے۔ ان بکھرے ہوئے موتیوں کو حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے رشتہ تحریر میں منسلک نہ کیا ہوتا تو آج ہم علم وحکمت اور دین وسنت کے ان نادرۂ روزگار ذخائر سے محروم رہ جاتے جس کی چمک سے دلوں کے آفاق پر اجالا پھیلتا ہے اور دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہوجاتی ہیں۔

الملفوظ کے مقدمہ میں حضور مفتی اعظم نے اس کے جلوہ ہائے سبب تالیف پر روشنی ڈالتے ہوئے اعلیٰ حضرت کی مجلس علم وحکمت اور فیض وبرکت کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ آب زر سے تحریر کرنے کے قابل ہے...... تحریر فرماتے ہیں کہ: ''یہاں جو دیکھا شریعت وطریقت کے وہ باریک مسائل جن پر مدتوں غور وخوض کامل کے بعد بھی ہماری کیا بساط بڑے بڑے سر پٹک کر رہ جائیں فکر کرتے کرتے تھک جائیں اور ہرگز نہ سمجھیں اور صاف کا دم بھریں وہ یہاں ایک فقرہ میں ایسے صاف فرمادیئے جائیں کہ ہر شخص سمجھ لے گویا اشکال ہی نہ تھا۔

اور حقائق ونکات مذہب وملت جو ایک چیستاں اور معمہ ہیں جن کا حل دشوار تر ہے وہ یہاں منٹوں میں حل فرمادیئے جائیں تو خیال ہوا کہ یہ جواہر عالیہ اور زواہر عالیہ یونہی بکھرے رہے اور انہیں

سلکِ تحریر میں نہ لایا گیا تو اندیشہ ہے کہ وہ کچھ عرصہ بعد ضائع ہو جائیں...... پھر یہ کہ ان ملفوظات عالیہ سے یا تو خود متمتع ہوتے یا زیادہ سے زیادہ ان کا نفع حاضر باشان دربار عالی ہی کو پہونچتا۔ باقی اور مسلمانوں کو محروم رکھنا ٹھیک نہیں بلکہ ان کا نفع جس قدر عام ہوا تنا ہی بھلا، لہٰذا جس طرح ہو یہ تفریق جمع ہو۔ مگر یہ کام مجھ بے بضاعت اور عدیم الفرصت کی بساط سے کہیں ہوا تھا اور گویا چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانا تھا اس لئے بار بار ہمت کرتا اور بیٹھ جاتا...... میری حالت اس وقت اس شخص کی سی تھی جو کہیں جانے کے ارادے سے کھڑا ہوا مگر تذبذب ہوا، ایک قدم آگے ڈالتا اور دوسرا پیچھے ہٹا لیتا ہے۔

مگر دل بے چین تھا۔ کسی طرح قرار نہ لیتا تھا آخر **السعی منی والاتمام من اللہ** کہتا کر ہمت چست کرتا اور **حسبنا اللہ ونعم الوکیل** پڑھتا اٹھا اور ان جواہر نفیسہ کا ایک خوشنما ہار تیار کرنا شروع کیا اور میں اپنے رب عزوجل کے کرم سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اس ہار کو میری جیت کا ذریعہ بنائے۔"

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے ارشادات کو جمع کرنے کا یہ سلسلہ تسلسل کے ساتھ جاری نہ تھا دوسری مصروفیات کے باعث اکثر ناغے بھی ہو جایا کرتے تھے، جیسا کہ خود جامع ملفوظات نے اپنے مقدمہ میں اس کی صراحت فرمائی...... ارشاد فرماتے ہیں:

"میں نے چاہا تو یہ تھا کہ روزانہ ملفوظات جمع کروں مگر میری بے فرصتی آڑے آئی اور میں اپنے اس عالی مقصد میں کامیاب نہ ہوا غرض جتنا اور جو کچھ مجھ سے ہو سکا میں نے کیا۔ آگے قبول واجر کا اپنے مولا سے سائل ہوں۔" جامع ملفوظات حضور مفتی اعظم کا انداز بیان یہ ہے کہ وہ مجلس میں بیٹھنے والے کسی سائل کے سوال کو "عرض" اور اعلیٰ حضرت کے جواب کو "ارشاد" سے تعبیر کرتے ہیں اور چونکہ سوالات کے درمیان کوئی فنی ترتیب نہیں ہے اس لئے کہ اعلیٰ حضرت کے ارشادات علم وفن بے شمار اصناف پر مشتمل ہیں اور رنگارنگ پھولوں کی پنکھڑیوں کی طرح چار سو (۴۰۰) صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں۔ کتاب میں پھیلے ہوئے ان منتشر مباحث کو مندرجہ ذیل اصناف میں سمیٹا جا سکتا ہے۔

(۱) حکایات وقصص (۲) معارف قرآن (۳) مباحث حدیث (۴) عقائد وایمانیات (۵) فقہی مسائل (۶) رد فرقہائے باطلہ (۷) ہیئت وفلسفہ (۸) تاریخ (۹) تصوف (۱۰) ہندو بیرون ہند کا سفرنامہ

(۳۵) **نفی العار من معائب المولوی عبدالغفار**: یہ رسالہ ۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں اذانِ جمعہ میں مولوی عبدالغفار رامپوری کی تیسری تحریر کا حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے رد فرمایا ہے اس رسالہ میں مولوی صاحب پر کل رد ۱۱۶ رہیں۔ ان کی طرف سے ایک پرچہ شائع کیا گیا جو کذب وفریب مردودات ومہملات، من گڑھت اور خود تراشیدہ عبارات سے پر تھا اس کے آخر میں مولوی

سلامت اللہ صاحب کے نام سے ایک سطری عبارت بے معنی کو جلوہ دیا۔ یہ اشتہار بوجہ کمال اہمال قابل توجہ نہ تھا مگر بخاطر عوام وحضرات نے اس کے دو رد تحریر فرمائے۔ ایک جناب قاضی عطا علی صاحب بیسلپوری نے، دوسرا مولوی سید ظہیر حسن صاحب الہ آبادی نے۔ یہ دونوں ردا پنی اپنی نوعیت میں جدا جدا طرز پر تھے۔ بعض اعتراضات مشترک اور اکثر علیحدہ۔ بعض احباب نے درخواست کی کہ ان کو ایک سلک میں منسلک کیا جائے کہ فی الجماعۃ برکۃ، لہٰذا حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے مکررات کو ملخص کیا اور بہت افادات کا اضافہ فرمایا اور ان تینوں تحریری مجموعہ کو بنام "**نفی العار من معائب المولوی عبد الغفار**" مسمیٰ کیا اور اس میں حضور مفتی اعظم نے مولوی صاحب کی علمی غلطیوں اور خیانتوں کی پردہ کشائی کی ہے اور آخر میں مسئلہ اذان ثانی سے متعلق شہزادہ سرکار بغداد واولاد امجاد حضور سید الاسیاد حضرت سیدنا ومولانا فخر الملۃ والدین حضرت پیر سید ابراہیم صاحب آفندی قادری جیلانی حموی بغدادی دامت برکاتہم العالیہ کی تصدیق اعظم ہے۔

حواشی:

(۳۶) **کشف ضلال دیوبند (حواشی و تکمیلات الاستمداد)** : الاستمداد میں کل ۱۸۲ر صفحات ہیں جو کہ ۳۶۰ر اشعار پر مشتمل اردو میں ایک قصیدہ ہے جسے امام احمد رضا نے نظم فرمایا ہے۔ ان اشعار پر حواشی اور ان کی شرح حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے قلم سے ہیں۔ اس مجموعہ کے تعارف اور شرح کے بارے میں خود حضرت شارح مفتی اعظم قدس سرہ رقم طراز ہیں: "یہ سلیس اردو زبان ہلکی بحر روشن بیان میں ۳۶۰ر اشعار کا ایک مبارک قصیدہ ہے۔ ۳۵ر میں نعت والا ہے باقی میں عموماً وہابیہ اور خصوصاً دیوبندیہ کے ۲۳۰ر اقوال کفر وضلال کا نمونہ ہے۔ حاشیہ پر آسانی کیلئے فارسی عبارتیں ترجمہ سے لکھی گئی ہیں جس کا جی چاہے ان کتابوں سے مطابقت کر دیکھے۔ جو بیان طالب تفصیل ہے اس کے لئے آخر میں تکمیل ہے۔ آپ کا ایمان آپ کو بتادے گا کہ اللہ جل وعلا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں جن کے عقیدے یہ اقوال ہیں وہ اللہ جل وعلا ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمن ہیں یا دوست؟ ان کے دلوں میں اسلام کا مغز ہے یا پوست؟ جو نہ دیکھے یا دیکھ کر انصاف نہ کرے اس کا حساب اللہ واحد قہار کے یہاں ہے اور جو دیکھے اور اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت سامنے رکھ کر جانچے تو بحمد اللہ حق آفتاب سے زیادہ عیاں ہے۔

فضول قصوں، ناولوں کی نظمیں، نثریں دیکھتے پڑھتے گھنٹوں گزریں یہ بھی ایک مزہ دار نظم ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زینت ہے قیامت قریب ہے۔ اللہ حسیب ہے اس کا ثواب

عظیم اور عذاب شدید ہے۔ دین کو جھگڑا سمجھنا مسلمانوں کی شان سے بعید ہے۔ تنہایا دو دو اطمینان سے، انصاف وایمان سے، دو تین بار سچے دل سے ایک ہی نگاہ دیکھ تو لیجئے مگر یہ کہ صاف بات میں نہ اینچ پیچ کی حاجت نہ اللہ جل وعلا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل کسی کی رعایت۔" (الاستمداد مقدمہ، ص ۲۔۳)

یہ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے متبرک کلمات تھے زبان بھی کتنی رواں اور شستہ اور ان میں مسلمانوں کے لئے محبت وشفقت کے جذبات فراواں بھی کس قدر موجزن ہیں۔ ان فتاویٰ اور تصانیف کی روشنی میں حضور مفتی اعظم ایک عظیم فقیہ اور جلیل القدر اور محقق اور باکمال مصنف کی حیثیت سے دیکھے جاسکتے ہیں۔ آپ کے فتاویٰ کی غیر معمولی اہمیت ہی کے باعث دنیائے سنیت نے آپکو "مفتی اعظم ہند" کا خطاب عطا کیا جواب آپ کا عَلَم بن چکا ہے۔

مذکورہ کتاب کے متعلق محترم پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے (مدیر اعلیٰ ماہ نامہ جہان رضا، لاہور) رقمطراز ہیں: "زیر نظر کتاب الاستمداد کے حواشی وتکملات ملقب بہ لقب تاریخی "کشف ضلال دیوبند" آپ ہی کے رشحات کا نتیجہ ہیں۔" (الاستمداد، ص ۹۸)

(۳۷) حاشیہ تفسیر احمدی: یہ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کا قلمی حاشیہ ہے۔

(خلفائے مفتی اعظم، ص ۱۰۱)

(۳۸) حاشیہ فتاویٰ عزیزی: حضرت مفتی محمد اعظم رضوی مفتی، رضوی دارالافتا بریلی شریف بیان کرتے ہیں کہ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بہت سی کتابوں پر قلمی حواشی وفوائد، رضوی دارالافتا میں تھے مگر جب سے رضوی دارالافتا کی کتابیں خرد برد ہوئیں وہ سب اِدھر اُدھر ہو گئے اس وقت رضوی دارالافتا میں حضور مفتی اعظم کے صرف دو حاشیے (۱) حاشیہ تفسیر احمدی (۲) حاشیہ فتاویٰ عزیزیہ قلمی موجود ہیں۔ (خلفائے مفتی اعظم، ص ۱۰۱)

(۳۹) حاشیہ فتاویٰ رضویہ کتاب النکاح: اس پر حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے فوائد و حواشی ہیں جو مولانا حسنین رضا خاں بریلوی قدس سرہ نے اپنے اہتمام سے حسنی پریس بریلی سے چار حصوں میں چھاپ کر شائع کئے۔ ان چار حصوں کے ٹائٹل پر مندرجہ ذیل عبارت تحریر ہے:

"بتصحیح واضافۂ فوائد از فقیر مصطفےٰ رضا قادری برکاتی رضوی غفرلہ" (ایضاً)

....

مفتی اعظم ہند..... مجدّد کیوں؟

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی*

پندرہویں صدی ہجری ۲۷ رویں سال میں داخل ہوگئی یعنی اس نے ایک چوتھائی منزل طے کرلی مگر ابھی تک مسلم دنیا کے کسی بھی حصے سے مجدد مأتہ حاضرہ یعنی ۱۵ رویں صدی ہجری کے مجدد کا مصدقہ اعلان نہیں ہوا۔

۱۴ رویں صدی ہجری کے مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کے خلف اصغر حضرت مفتی اعظم ہند علامہ مولانا مفتی الشاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات ظاہری ہی میں نواب رحمت نبی خاں صاحب مرحوم بریلوی نے حضرت مفتی اعظم ہند کی مجددیت کے حوالے سے ایک رسالہ بنام "پندرہویں صدی ہجری اور منصب تجدید" تالیف کر کے جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ/ مارچ ۱۹۸۱ء میں شائع کیا تھا۔ مؤلف مرحوم نے اس رسالہ میں مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو "۱۵ رویں صدی ہجری کا مجدد" بتایا تھا۔

حضور مفتی اعظم ہند کے وصال (شب ۱۴ ر محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق شب ۱۲ ر نومبر ۱۹۸۱ء) کے بعد اسی موضوع پر ایک رسالہ حضرت مفتی محمد اعظم صاحب شیخ الحدیث دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف کا بھی منظر عام پر آیا۔ اس کے بعد ۱۴۰۷ھ میں اسی موضوع پر قاری امانت رسول صاحب پیلی بھیتی کا ایک مضمون بعنوان "مجدد مأتہ حاضرہ یعنی پندرہویں صدی کے مجدد حضور مفتی اعظم ہند" ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف میں چھپا جسے ۱۴۰۸ھ میں رضا اکیڈمی ممبئی نے کتابی شکل میں شائع کیا۔ مولانا سلطان رضا بہرائچی کا بھی ایک رسالہ اس موضوع پر شائع ہو چکا ہے ۱۹۹۹ء میں قاری صاحب موصوف کی اس تالیف کا دوسرا اڈیشن کانپور سے شائع ہوا۔ اس میں حضرت مفتی اعظم کی مجددیت پر تقریباً ایک سو علما و مشائخ کی تصدیقات شامل ہیں جن میں چند نیپال کے ہیں بقیہ اپنے ملک ہندوستان کے۔ اس میں حسب ذیل اسما قابل ذکر ہیں:

۱۔ احسن العلما حضرت علامہ مولانا سید حسن میاں صاحب قبلہ مارہروی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ مجاہد ملت حضرت علامہ مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ اڑیسوی رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ امین ملت سید محمد امین میاں صاحب قبلہ مارہروی، سجادہ نشین آستانہ عالیہ مارہرہ مطہرہ

۴۔ تاج العلما حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب قبلہ ازہری بریلوی

* ۱۰۴ ر جسولی، بریلی شریف یوپی

۵۔ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد جہانگیر خاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ حضرت علامہ مولانا سبحان رضا خاں صاحب قبلہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ رضویہ بریلی شریف

۷۔ حضرت علامہ مولانا سید آل محمد ستھرے میاں قبلہ سجادہ نشین خانقاہ واحدیہ بلگرام شریف

۸۔ حضرت علامہ مولانا تحسین رضا خاں صاحب قبلہ شیخ الحدیث جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

۹۔ حضرت علامہ مولانا خالد علی خاں صاحب قبلہ نواسۂ حضور مفتی اعظم ہند بریلی شریف

۱۰۔ حضرت علامہ مولانا سید محمد اویس میاں صاحب قبلہ بلگرام شریف

۱۱۔ حضرت علامہ مولانا سید ظفر الدین اشرف اشرفی درگاہ کچھوچھہ شریف

۱۲۔ حضرت مفتی لطف اللہ صاحب قبلہ شاہی جامع مسجد متھرا

۱۳۔ حضرت مفتی محمد ثمر میاں مسجد شاہی فتح پوری، دہلی

۱۴۔ حضرت علامہ مولانا آسی پیا قبلہ رحمۃ اللہ علیہ

۱۵۔ رئیس القلم حضرت علامہ مولانا ارشد القادری صاحب قبلہ علیہ الرحمہ

۱۶۔ حضرت علامہ مولانا مفتی اختصاص الدین صاحب قبلہ ناظم اعلیٰ دار العلوم الجملیہ سنبھل مراد آباد، وغیرہم

محترم قاری امانت رسول صاحب کی یہ کاوش لائق تحسین ہے اور اس کے لئے وہ قابل مبارکباد ہیں۔ اگر ۱۴۰۷ھ یا ۱۴۰۸ھ یا اس کے بعد بھی قاری صاحب موصوف کی اس تحریک پر جماعت کے بارسوخ علما و مشائخ اپنے ملک کے مزید معتبر و مستند علما و مشائخ کے علاوہ پاکستان، بنگلہ دیش بالخصوص حرمین طیبین نیز دیگر بلاد اسلامیہ مثل عراق، اردن، شام، لیبیا، ترکی، مصر، فلسطین، انڈونیشیا وغیرہ کے مشاہیر علما و مشائخ سے تصدیقات حاصل کر لیتے تو حضور مفتی اعظم ہند کے ''مجدد مأتہ حاضرہ ہونے'' یعنی ان کے ''۱۵ رویں صدی ہجری کے مجدد'' ہونے کا مصدقہ اعلان ہو گیا ہوتا اور لوگ اسے تسلیم بھی کر لیتے۔

چونکہ صدی تیزی سے اپنی منزلیں طے کرتی ہوئی چلی جا رہی ہے اور بیچ بیچ میں ہند و پاک کی کچھ جماعتوں اور سلسلوں کے لوگ اپنے پیشواؤں اور پیروں کی بابت ''مجدد مأتہ حاضرہ'' ہونے کی ہلکی پھلکی صدائیں بلند کرتے رہتے ہیں اور اس سے سواد اعظم اہل سنت میں انتشار کا اندیشہ ہے لہٰذا ضروری ہو گیا ہے کہ ''مجدد مأتہ حاضرہ'' کا مصدقہ اعلان ہو جانا چاہئے۔

مفتی اعظم ہند لاثانی ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور مفتی اعظم کے عہد سے لیکر اب تک علم و فضل بالخصوص فقہی

بصیرت، اخلاق و کردار، حق گوئی اور استقامت فی الدین، زہد و تقویٰ، کشف و کرامت، ایثار نفسی و خدمت خلق اور شہرت و مقبولیت کے اعتبار سے ان کا ہم پلہ تو کیا کوئی ان کا عشر عشیر بھی نظر نہیں آتا۔ اور پھر جنہیں علما سواد اعظم نے مفتی اعظم تسلیم کرلیا ہو (واضح رہے کہ مفتی اعظم ہند اس لئے کہا گیا کہ وہ وطناً ہندوستانی تھے لیکن وہ محض مفتی اعظم ہند نہیں مفتی اعظم عالم اسلام تھے اور آج بھی ہیں) پس یہ بدیہی ہے کہ وہ "پندرہویں صدی ہجری کے مجدد ہیں۔"

پھر بھی یہ ضروری ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند کو شرائط مجددیت کی کسوٹی پر پرکھ لیا جائے یعنی وہ مجدد ہیں تو کیوں؟ تا کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ مل سکے کہ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو عقیدت کی بنیاد پر "مجدد" کہا جا رہا ہے۔

کیا مفتی اعظم ہند کے سوا کوئی دوسرا بھی مجدد ہو سکتا ہے؟:

مفتی اعظم ہند کے سوا دوسرا بھی پندرہویں صدی ہجری کا مجدد ہو سکتا ہے جیسا کہ اگلی کچھ صدیوں میں کسی کسی صدی میں ایک سے زیادہ مجدد ہوئے ہیں جیسے۔ نویں صدی ہجری کے مجددین: حضرت امام جلال الدین سیوطی، علامہ شمس الدین سخاوی۔

گیارہویں صدی ہجری کے مجددین: حضرت شیخ احمد سرہندی، حضرت علامہ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت علامہ سید میر عبدالواحد بلگرامی۔

بارہویں صدی ہجری کے مجددین: سلطان اورنگ زیب عالمگیر، حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی، حضرت قاضی محب اللہ بہاری..........وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

تو اس کا جواب تو یہ ہے کہ ہاں ہو سکتا ہے۔

مجدّد:

صحیح حدیث میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلیٰ رَاسِ کُلِّ مِا ئَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُجَدِّدُلَھَا دِیْنَھا.

بیشک اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی پر ایسے شخص کو قائم کرے گا جو اس دین کو از سرنو نیا کرے گا (رواہ ابوداؤد والحاکم فی المستدرک و البیھقی فی المعرفہ. ذکرہ الامام الجلیل جلال الدین سیوطی فی "الجامع الصغیر فی حدیث البشیر و النذیر" ورواہ بیہقی فی المدخل وحسن بن سفیان والبزاز فی مسانیدہم والطبرانی فی المعجم الاوسط وابن عدی فی الکامل وابونعیم فی الحلیہ)

تجدید دین کا مفہوم:

اور ''تجدید'' کے معنیٰ یہ ہیں کہ ان میں ایک صفت یا چند صفتیں ایسی پائی جائیں جن سے امت محمدیہ (علیٰ صاحبھا افضل الصلوٰۃ و التسلیم) کو دینی فائدہ ہو جیسے تعلیم وتدریس، وعظ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، لوگوں سے مکروہات کا دفع، اہل حق کی امداد۔

(۱۴ ارویں صدی کے مجدد از ملک العلما علامہ محمد ظفر الدین عظیم آبادی، ص ۳۴)

مجدد کے اوصاف:

مجدد کے لئے خاص اہلیت ہونے کی ضرورت نہیں، نہ مجتہد، ہونا لازم ہے لیکن ضرور ہے کہ وہ سنی صحیح العقیدہ، عالم فاضل، علوم وفنون کا جامع، اشہر مشاہیر زمانہ، بےلوث حامی دین، بےخوف قامع مبتدعین ہو، حق کہنے میں نہ خوف لومۃ لائم ہو، نہ دین کی ترویج میں دنیوی منافع کی طمع، متقی، پرہیز گار، شریعت وطریقت کے زیور سے آراستہ، رذائل وخلاف شرع سے دل برداشتہ اور حسب تصریح علامہ حقی، مجدد کیلئے یہ ضروری ہے کہ جس صدی میں پیدا ہو، اس کے خاتمہ اور جس صدی میں انتقال کرے اس کے اول میں مشہور، معروف، مشارٌ الیہ مایضان ہو۔

مجدد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ علما عصر قرائن واحوال اور اس کے علوم سے انتفاع دیکھ کر اس کے مجدد ہونے کا اقرار کریں، اسی لئے مجدد کو علوم دینیہ ظاہرہ وباطنہ کا عالم، حامی السنۃ، قامع البدعۃ ہونا چاہئے۔ (ایضاً، ص ۳۴۔۳۵)

''مجدد کے اوصاف وشرائط'' کی روشنی میں حضور مفتی اعظم ہند کی مجددیت کے جائزے سے قبل ان کی حیات اور کارناموں کا مختصر خاکہ پیش کیا جا رہا ہے۔

(باب اول)

مختصر سوانحی خاکہ وشجرۂ نسب:

مفتی اعظم مولانا الشاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں ...... اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں ...... رئیس الاتقیا علامہ نقی علی خاں ...... امام العلما حضرت علامہ رضا علی خاں ...... حضرت مولانا حافظ کاظم علی خاں ...... حضرت مولانا محمد اعظم خاں ...... سعادت یار خاں صاحب ...... شجاعت جنگ محمد سعید اللہ خاں (ملک افغانستان کے شہر قندھار کے قبیلہ بڑہیچ کے پٹھان) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

نوید نوری دعائے رضا!

پہلے صاحبزادے حجۃ الاسلام حضرت مفتی محمد حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے ۱۸ر سال بعد تک مجدد اسلام حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کے ہاں دوسری نرینہ اولاد نہیں ہوئی تھی۔ آپ نے رب عظیم کی بارگاہ میں دوسری نرینہ اولاد کے لئے دعا کی تھی کہ اے رحیم وکریم مولا مجھے ایسی اولاد عطا فرما جو عرصۂ دراز تک تیرے دین اور تیری مخلوقات کی خدمت کرے۔

مجدد دین وملت، عاشق مصطفےٰ امام احمد رضا کی دعا قبول ہوئی اور ۲۲ر ذی الحجہ ۱۳۱۰ء کو آپ کے صحن تمنا میں ایک پھول کھلا یعنی حضور مفتی اعظم ہند کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اس وقت آپ اپنے پیرخانے مارہرہ مطہرہ میں قیام پذیر تھے۔ آپ کو خواب میں بچہ کی ولادت کی خوش خبری ملی۔ آپ نے سجدۂ شکر ادا کر کے فرزند ارجمند کا نام آل الرحمٰن تجویز کیا۔

اسی دن بعد نماز ظہر آپ کے پیرزادے اور مرشد اجازت سیدنا سرکار ابوالحسین احمد نوری میاں نوراللہ مرقدہ نے امام احمد رضا سے فرمایا:

''مولانا صاحب آپ بریلی شریف لیجائیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک مبارک و مسعود فرزند عطا فرمایا ہے۔ اس کا نام آل الرحمٰن ابوالبرکات محی الدین جیلانی رکھنا۔ میں بریلی آکر اپنے بیٹے کی روحانی امانتیں اس کے سپرد کردوں گا۔''

''محمد'' اسم پر عقیقہ ہوا۔ پکارنے کا نام ''مصطفےٰ رضا'' رکھا گیا۔

بیعت وخلافت:

جب سرکار مفتی اعظم ہند چھ ماہ کے ہوئے تو حضور نوری میاں علیہ الرحمہ بریلی تشریف لائے اور انہیں بیعت کرنے کے بعد تمام سلاسل کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ بعد میں اعلیٰ حضرت نے بھی سبھی سلاسل میں خلافت واجازت مرحمت فرمائی۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

کچھ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت علامہ رحم الٰہی صاحب منگلوری علیہ الرحمہ، استاذ مفتی اعظم نے مادۂ تاریخ ولادت ''طبیب دین احمد مجدد ابن مجدد اعظم'' فرمایا تھا اس سے نہ تو ۱۳۱۰ء کے اعداد نکلتے ہیں نہ ہی وہ بحر میں ہے۔ حقیقت یہ ہے وہ مادہ یہ تھا ہی نہیں بلکہ وہ تھا...... ''طبیب دین مجید مجدد ابن مجدد اعظم'' ......۱۳۱۰ھ۔ یہ تو ایک کلمہ ہے نہ کہ مصرع کہ اسے بحر سے خارج قرار دیا جائے۔ اس مادہ کی تائید خود امام احمد رضا نے بھی فرمائی تھی۔

بسم اللہ خوانی:

۴/سال ۴/ماہ ۴/دن کی عمر میں آپ کی بسم اللہ خوانی ہوئی۔

تعلیم اور فراغت:

دار العلوم منظر اسلام میں حضرت علامہ رحم الٰہی منگلوری، حضرت علامہ بشیر احمد علیگڑھی، حضرت علامہ ظہور الحسن رام پوری اور برادر اکبر حجۃ الاسلام مفتی محمد حامد رضا خاں قدس سرہم وغیرہ سے علوم حاصل کئے اور تقریباً ۱۸/سال کی عمر میں فراغت ہوئی۔

علوم وفنون:

فقہ، اصول فقہ، لغت فقہ، حدیث، اصول حدیث، لغت حدیث، جرح وتعدیل، علم اسماء الرجال، تفسیر، اصول تفسیر، منطق، فلسفہ، تصوف، مابعد الطبیعیات، عقائد وکلام، علم جفر، علم الاخلاق، تکسیر، توقیت، ہندسہ، علم حساب، سیر، تاریخ، عربی زبان وادب، فارسی زبان وادب، اردو زبان وادب، نجوم ہیئت......وغیرہ

فتویٰ نویسی:

۱۳۲۸ھ میں فارغ ہونے کے بعد سے ہی فتویٰ نویسی کا آغاز کردیا۔ آپ نے پہلا فتویٰ مسئلہ رضاعت پر لکھا۔ اعلیٰ حضرت آپ کے فتوے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور "**صحیح الجواب بعون اللہ العزیز الوہاب**" تحریر کر کے دستخط فرمائے اور انعام کے طور پر "ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل رحمٰن محمد عرف مصطفےٰ رضا" کی مہر بنوا کر عطا کی۔

حضور مفتی اعظم ہند نے آخری عمر میں بیماری کے چند سالوں کو چھوڑ کر عمر بھر فتویٰ نویسی کی، مفتیوں کی تربیت فرمائی اور آج برصغیر کے مشاہیر مفتیان کرام آپ ہی کے تلامذہ یا تلامذہ کے تلامذہ ہیں۔

آپ کے منتشر فتاویٰ اگر یکجا کئے جائیں تو "فتاویٰ رضویہ" ہی کی طرح ۱۲/جلدوں اور ۱۲/ہزار صفحات پر مشتمل فقہ کا انمول خزانہ دنیائے علم وفضل کو مالا مال اور عالم اسلام کو اپنی برکتوں سے نہال کردے۔

فتاویٰ مصطفویہ:

آپ کے کچھ فتاویٰ صاحبزادۂ مولانا عرفان علی صاحب...... جناب قربان علی صاحب نے تلاش کر کے تین حصوں میں یکے بعد دیگرے شائع کرائے تھے، بعد میں فقیہ ملت حضرت مفتی جلال الدین صاحب امجدی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ایک جلد میں مرتب فرما کر شائع کرایا۔

تصنیفات وتالیفات:

(۱) الموت الاحمر (۲) ادخال السنان (۳) مسائل سماع (۴) وہابیہ کی تقیہ بازی (۵) القول العجیب (۶) حاشیہ شرح الاستمداد (۷) الملفوظ (۸) نہایۃ السنان (۹) طرق الہدیٰ والارشاد (۱۰) حجۃ واہرہ (۱۱) تنویر الحجہ بالتواء الحجہ (۱۲) سوراخ در سوراج (۱۳) شفاء العی (۱۴) الطاری الداری (۱۵) سامان بخشش (۱۶) داڑھی کا مسئلہ (۱۷) نفی العارمن معائب المولوی عبدالغفار (۱۸) صلیم الدیان (۱۹) مقتل کذب وکید (۲۰) القشم القاصم (۲۱) الکاوی فی العادی (۲۲) نور الفرقان (۲۳) کشف ضلال (۲۴) مقتل اکذب واجہل (۲۵) النکتہ علیٰ مرآۃ کلکتہ (۲۶) القسورۃ علیٰ ادوار الحمر الکفرۃ (۲۷) اشد الباس علیٰ عابد الخناس (۲۸) فتاویٰ مصطفویہ (۲۹) طرد الشیطان (۳۰) وقعات السنان (۳۱) ھشتاد دیوبند (۳۲) سیف القہار (۳۳) الرمح الدیانی وغیرہ

حج وزیارت:

حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کو تین بار حج وزیارت کا شرف حاصل ہوا۔ دو حج تقسیم ہند سے قبل ۔ دوبار جب سرکار مفتی اعظم ہند حج وزیارت کے لئے تشریف لے گئے تب پاسپورٹ اور ویزے کے لئے فوٹو کی شرط نہیں تھی۔

۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء گورنمنٹ نے آپ کو بغیر فوٹو کے پاسپورٹ جاری کیا اور سعودی حکومت نے بغیر فوٹو کے ویزا دیا۔ بغیر فوٹو کے حج وزیارت سے شرف یاب ہوئے۔

درس وتدریس:

۱۹۰۸ء میں فراغت کے بعد آپ نے تقریباً ۳۰ رسال تک دار العلوم منظر اسلام میں تدریسی فرائض انجام دیئے بعد میں آپ نے مسجد بی بی جی میں ''دار العلوم مظہر اسلام'' قائم فرمایا۔

آپ کے چند مشاہیر تلامذہ میں...... حضرت شیر بیشۂ اہل سنت علامہ حشمت علی خاں صاحب پیلی بھیتی، محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد صاحب گورداسپوری، حضرت مفتی محمد اعجاز ولی خاں، مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے اسما قابل ذکر ہیں۔

بیعت وارشاد:

حضور مفتی اعظم نے تقریباً نصف صدی تک بیعت وارشاد کا کارنامہ انجام دیا۔ پورے ملک ہندوستان کے گوشے گوشے میں آپ نے دورہ فرمایا اور لاکھوں لاکھ مسلمانان اہل سنت کو داخل سلسلہ فرما

کر نہ صرف ان کے عقائد وایمان کو محفوظ کر دیا بلکہ دین وسنیت کا عامل بنا دیا۔آپ نے اپنے نورانی چہرہ کو دکھا کر اور اپنی روحانیت سے وہ کام کر دکھایا کہ تاریخ میں مثال قائم ہو گئی ۔ ہزاروں بد مذہب سنی مسلمان بن گئے اور کتنے غیر مسلمین ایمان کی دولت سے مالا مال ہو گئے ۔

آج پوری دنیا میں آپ کے مریدین کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے اور بر صغیر کے بیشتر علما و مشائخ آپ کے خلفا میں ہیں ۔آپ کے خلفا آج ہند و پاک ، بنگلہ دیش ، نیپال ، لنکا ، مما لک عرب ، براعظم یورپ ، افریقہ ، امریکہ ، آسٹریلیا وغیرہ تک پھیلے ہوئے دین وسنیت کی خدمت انجام دے رہے ہیں ۔

وعظ وتقریر:

مفتی اعظم خطابت وتقریر سے دور رہے لیکن وعظ وتلقین تو آپ اپنی ہر مجلس میں فرمایا کرتے تھے ۔ٹوپی لگانے ، داڑھی رکھنے کی تلقین ، نماز روزہ کی پابندی کی تلقین ، زبان سے کلمات خیر ادا کرنے کی تلقین ۔

آپ کی ہر مجلس بذات خود ایک تبلیغی ادارہ ہوا کرتی تھی ۔آپ کی محفل میں زندگی اور بندگی کا سلیقہ عطا ہوتا تھا ۔

آپ نے صرف دو بار تقریر کی ۔ وہ بھی بانداز وعظ اور مسئلہ دینی کی وضاحت کے لئے ۔ایک بار کلکتہ کی ایک مسجد علاقہ چاندنی میں اذان ثانی کے مسئلہ میں ۱۵ ۔ ۲۰ رمنٹ تک وہ علمی گفتگو فرمائی کہ لوگوں کا ایمان تازہ ہو گیا اور اسی جمعہ سے وہاں اذان ثانی خارج مسجد ہونے لگی ۔

ایک اور مختصر تقریر یا وعظ ونصیحت بنارس میں ۔ دو بھائیوں میں خاندانی وراثت کو لیکر ایسا جھگڑا ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کے جانی دشمن ہو گئے تھے اور برسوں مقدمہ بازی میں الجھ کر پریشان اور مالی اعتبار سے پست ہو گئے تھے ۔حضور مفتی اعظم نے دونوں کو بلا کر مسئلہ دینی واضح کیا اور اتحاد واخوت پر ایسی روشنی ڈالی کہ دونوں بھائی اسی وقت گلے مل گئے اور مفتی اعظم کے شرعی فیصلہ کے مطابق اپنا اپنا حصہ لینا قبول کر لیا ۔یہ تھا آپ کی نصیحت اور وعظ وتلقین کا اثر ۔

تقویٰ:

ولی بھی رشک کرتے ہیں تمہارے زہد وتقویٰ پر
تقدس تم پہ ہے نازاں وہ مرد پارسا تم ہو
(نعیم)

سرکار مفتی اعظم ...... مفتی اعظم بھی تھے اور متقی اعظم بھی تھے ۔

مسجد میں اعتکاف کی نیت سے کھایا پیا جاسکتا ہے مگر سفر میں بھی مسجد کے اندر کچھ نہ کھایا پیا بلکہ خارج مسجد ...... انکس (ہوگلی، مغربی بنگال) کا واقعہ ہے۔ آپ کے ساتھ ایک اور بڑے اور مشہور عالم وشیخ مسجد میں موجود تھے۔ قصبہ والے چائے لائے، عالم صاحب نے اعتکاف کی نیت کرکے چائے پینا شروع کردی مگر مفتی اعظم نے خارج مسجد آکر چائے پی اور فرمایا فتویٰ کے ساتھ ساتھ تقویٰ پر بھی عمل ضروری ہے ورنہ اس سے عوام غلط تاثر لیں گے۔

آپ کسی کے یہاں دعوت میں بچا ہوا شوربہ اگر پینا چاہتے تو میزبان سے اجازت لے لیتے۔ کوئی تعویذ کے لئے کاغذ لاتا اور تعویذ لکھنے کے بعد کاغذ بچ رہتا تو اسکو واپس کردیتے یا اگر کسی اور کے لئے تعویذ لکھنا ہوتا تو اس کاغذ کے مالک سے اجازت لیکر تعویذ لکھتے۔ عورتوں کو کپڑا پکڑا کر پردے کے ساتھ مرید کرتے۔ اگر سفر میں کسی شخص نے مدرسہ کے لئے بطور مالی تعاون کچھ رقم دی تو اس پر اس کا نام لکھ لیتے اور مدرسہ میں وہی نوٹ جمع کراتے۔ گھر پر وضو کے لئے کبھی مسجد کے سقاوہ کا گرم پانی نہیں استعمال کیا نہ ہی مدرسے کے مطبخ کے چولہے سے حقہ کے لئے آگ منگائی بلکہ پہلے ہی خدام کو اس کی تاکید فرمادی۔ ایک باروضو کے بعد بہت معمولی سا کتھا چھنگلی کے ناخن میں لگا رہ گیا تھا، نماز کی امامت کے بعد چھنگلی دکھاتے ہوئے فرمایا کتھا رہ گیا پھر سے وضو کروں گا اور پھر نماز پڑھاؤں گا۔ آپ کے تقویٰ کو دیکھ کر ہزاروں افراد آپ سے بیعت ہوگئے۔ آپ کی ہر ادا شریعت وسنت کی آئینہ دار تھی۔

خدمت خلق:

خدمت خلق اور انسانیت کی خدمت بہت بڑی عبادت ہے اور بہت بڑا کارنامہ ہے۔ حضرت مفتی اعظم ہند نے تاحیات خدمت خلق کا فریضہ انجام دیا۔ دعا تعویذ سے، وعظ ونصیحت سے، بیعت وارشاد کے ذریعہ یہاں تک کہ غیر مسلم بھی آپ کے فیوض وبرکات سے محروم نہ رہے۔

ایک سندھی عورت آپ کی دعا اور تعویذ کی برکت سے اولاد والی ہوگئی۔ آپ ہی کے محلّہ سوداگران، بریلی شریف کا ایک غیر مسلم جو اپاہج تھا آپ کی دعا سے تندرست ہوگیا۔ اس طرح کے کتنے واقعات ہیں۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

عشق رسول ہی ایمان ہے۔ آپ کو یہ نعمت ودولت ورثہ میں ملی تھی۔ آپ کی حیات کا لمحہ لمحہ عشق سرکار ابد قرار سے معمور تھا۔ دین کی تبلیغ، شریعت وسنت کا اتباع بلکہ لاکھوں کو انکا عامل بنانا، بیعت وارشاد کے ذریعہ لاکھوں کے عقائد وایمان کا تحفظ۔ سادات کرام کا احترام، علما کی پذیرائی، طالبان علوم

دینیہ پر شفقت، ان کی تعلیم و تربیت، مدارس کا قیام فتویٰ نویسی، یہ سب عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے تو جلوے ہیں۔ مفتی اعظم کے یہ اشعار ان کے عشق رسالت کے غماز ہیں۔

جان ایماں ہے محبت تری جان جاناں — جس کے دل میں یہ نہیں خاک مسلماں ہوگا
سنگ در جاناں پر کرتا ہوں جبیں سائی — سجدہ نہ سمجھ نجدی سر دیتا ہوں نذرانہ
وہ حسیں کیا جو فتنے اٹھا کر چلے — ہاں حسیں تم ہو فتنے مٹا کر چلے
مسیح پاک کے قرباں مگر جان و دل ایماں — ہمارے درد کے درماں طبیب انس و جاں تم ہو

نیابت غوث اعظم:

ایک جانب اگر سرکار مفتی اعظم فقہ و شریعت میں نائب امام اعظم تھے تو دوسری جانب طریقت و روحانیت میں نائب غوث اعظم تھے۔

جب بھی کسی نے خواب میں سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو آپ ہی کی شباہت میں دیکھا۔ خود راقم الحروف نے خاص بغداد معلیٰ میں سرکار غوث اعظم کی دوبار خواب میں زیارت کی تو مفتی اعظم ہی کی شکل میں۔ سبحان اللہ! حضور غوث اعظم کی ایسی مظہریت اور نیابت آپ کو حاصل تھی۔ غوث اعظم سے آپ کی عقیدت آپ کے اس شعر سے واضح ہے۔

دم نزع سرہانے آجاؤ پیارے — تمہیں دیکھ کر نکلے دم غوث اعظم

وصال پاک:

حضور مفتی اعظم ہند قبلہ نے شب ۱۴؍محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق شب ۱۲؍نومبر ۱۹۸۱ء رات میں ایک بج کر ۴۰؍منٹ پر پردہ فرمایا۔

نماز جنازہ:

آپ کی نماز جنازہ میں تقریباً ۲۰؍لاکھ مسلمانوں نے شرکت کی۔ متعدد ممالک کے سفرا اور مشاہیر بھی اس موقع پر بریلی شریف حاضر ہوئے۔

مفتی اعظم کی چند اہم خصوصیات:

(۱) آپ کبھی بھی کسی دنیا دار حاکم، امیر و وزیر سے ملے نہ انہیں اپنی بارگاہ میں حاضری کا شرف بخشا۔

(۲) ہمیشہ غریبوں کے ہاں قیام فرماتے اور امیروں کی دعوت پر غریبوں کی دعوت کو ترجیح

دیتے تھے۔

(۳) کبھی کسی مدرسہ کے جلسے میں نذرانہ نہیں قبول کیا بلکہ اپنے پاس سے ہی مالی تعاون فرمایا۔

(۴) مریدوں سے لمبے نذرانے کبھی قبول نہ کئے ان کے قلوب کی تالیف کے لئے معمولی رقم قبول کرلی بقیہ بارک اللہ کہہ کر واپس کر دیا۔

(۵) کبھی کورٹ کچہری گئے نہ کسی عملی سیاست میں حصہ لیا نہ کسی سیاسی لیڈر کی حمایت کی نہ ہی حوصلہ افزائی۔

(۶) عمر بھر بدعات و منکرات کا رد کرتے رہے۔

(۷) کورٹ کو عدالت، سکھ کو سردار کہنے سے منع کرتے۔ اکثر لوگ منھ سے کلمات بد نکالتے ہیں ایسے مواقع پر انہیں ٹوکتے رہے، تلقین کرتے رہے۔ ایک ٹرین کا نام طوفان ایکسپریس تھا اگر وہ ٹرین آنے والی ہوتی یا آگئی اور لوگ کہتے طوفان آنے والا ہے یا آگیا تو سختی سے منع فرماتے اور سمجھاتے اس طرح کے بد کلمے نہیں بولنا چاہئے۔

(۸) اکثر لوگ بول دیتے ہیں اوپر والا جانے یا اوپر والے کی مرضی! ایسا بولنے پر سخت ناراض ہوتے اور فرماتے اللہ تعالیٰ جہت اور سمت، مکان اور جسم سے پاک ہے۔ ایسے کلمے سے توبہ کرنا چاہئے۔

(۹) قائد اعظم اور مہاتما وغیرہ بولنے والوں کو سخت تنبیہ فرماتے۔ مہاتما کے معنی ہوتے ہیں روح اعظم وہ صرف ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اسی طرح قائد اعظم صرف ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

(۱۰) کسی غیر مسلم سے بھی چاہے وہ اس کے دھرم کے مطابق ہو، خلاف شرع یا خلاف دین بات سننا گوارہ نہ کرتے۔ مثلاً ایشور بھگوان وغیرہ۔

(۱۱) کھڑے ہو کر کھانے پینے والوں کو سختی سے تنبیہ کرتے۔

ایک بار کا واقعہ ہے کچھ لوگ کھڑے ہو کر کھا رہے تھے۔ آپ کا ادھر سے گزر ہوا تو انہیں ٹوکا وہ بولے میاں صاحب ہم آپ کے دھرم (مذہب) کے نہیں ہیں اس پر آپ نے فرمایا انسان تو ہو اور انسان جانوروں کی طرح نہیں کھاتے پیتے۔ وہ آپ کی اس بات سے سخت متاثر ہوئے اور بیٹھ کر کھانا شروع کیا۔

(باب دوم)

مفتی اعظم......مجدد کیوں؟:

مجدد کے جو اوصاف بتائے گئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) سنی صحیح العقیدہ ہو (۲) عالم فاضل، علوم وفنون کا جامع ہو (۳) اشہر مشاہیر زمانہ (۴) بے لوث حامی دین، بے خوف قامع مبتدعین حق کہنے میں نہ خوف لامۃ لائم ہو نہ دین کی ترویج میں دنیوی منافع کی طمع۔ (۵) متقی پرہیزگار، شریعت وطریقت کے زیور سے آراستہ، رذائل وخلاف شرع سے دل برداشتہ (۶) جس صدی میں پیدا ہو اس کے خاتمہ اور جس صدی میں انتقال کرے اس کے اول میں مشہور ہو، معروف ہو۔

مندرجہ بالا اوصاف مجدد (شرائط مجددیت) کو ہم اس طرح بھی لکھ سکتے ہیں، (۱) سنی صحیح العقیدہ ہو (۲) علوم وفنون کا جامع ہو (علوم نقلی وعقلی کا جامع) (۳) مشہور زمانہ ہستی ہو اور علما ومشائخ و عامۃ المسلمین اس کی طرف دینی امور میں رجوع کریں، اپنی پیدائش کی صدی کے اختتام اور انتقال صدی کے اول میں مشہور ہو، (۴) بے لوث خادم دین اور حق گو ہو (۵) شریعت وطریقت کا جامع ہو

اب ہم مندرجہ بالا شرائط کی روشنی میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی مجددیت یعنی ۱۵ رویں صدی ہجری کے مجدد (مجدد مأتہ حاضرہ) ہونے کا جائزہ لیتے ہیں۔

(شرط اوّل)

سنی صحیح العقیدہ ہو:

حضور مفتی اعظم تو وہ ہیں جن کے خاندان سے سنیت کی پہچان ہوئی ہے۔ آپ کے والد ماجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ نے اصل اسلام یعنی سنی اسلام (سواد اعظم اہل سنت) کا چہرہ نکھارا اور فرقہائے باطلہ کے چہروں سے نقاب الٹ دیا۔ آج امام احمد رضا کا نام سنیت کی پہچان ہے۔ ان سے جماعت اہل سنت متعارف ہے اسی لئے اسے ''مسلک اعلیٰ حضرت'' بھی کہتے ہیں۔ حضرت مفتی اعظم ہند نے خود کو اسی مسلک، اسی حقیقی اسلام، اسی سنیت کے لئے وقف کر رکھا تھا اسی لئے زمانہ نے انہیں ''تاجدار اہل سنت'' تسلیم کیا۔ مفتی اعظم کی تو شان وعظمت کا کیا کہنا ان کے مریدین اور خدام الحمد للہ سنی ہی نہیں سنی گر ہیں۔

(شرط دوم)

جامع علوم وفنون:

۱۹۴۳ء کے بعد برصغیر کے علما ومشائخ اہل سنت نے آپ کو ''مفتی اعظم ہند'' تسلیم کرلیا۔ ظاہر ہے فقہی بصیرت ومہارت کی بنیاد پر اور جو سب سے بڑا فقیہ ہوتا ہے وہی اپنے زمانہ کا سب سے بڑا

عالم وفاضل ومفتی اور جامع علوم وفنون ہوتا ہے۔

آپ کے فتوے سے آپ کی علمی جلالت اور فقہی بصیرت عیاں ہے۔ چند نمونے ملاحظہ کیجئے:

(۱) انجکشن سے روزہ نہ ٹوٹنے کا مسئلہ جب پہلی بار سامنے آیا تو مفتی صاحبان پس و پیش میں پڑ گئے۔ کچھ حضرات نے فرمایا کہ روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانے سے روزہ فاسد ہو جائے گا اس لئے کہ یہ معدہ میں پہنچتا ہے۔ کچھ نے فتویٰ دیا کہ گوشت میں سوئی لگوانے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا البتہ رگ میں لگوانے سے فاسد ہو جائے گا۔

حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا: ''انجکشن گوشت میں لگوایا جائے خواہ رگ میں کسی بھی صورت میں اس کی دوائیں معدہ تک منفذ کے ذریعہ نہیں پہنچتی ہیں بلکہ مسامات کے ذریعہ پہنچتی ہیں اسلئے روزہ فاسد نہیں ہوگا جیسے ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے میں اس کی تری مسامات کے ذریعہ بسا اوقات معدہ تک پہنچ جاتی ہے اور روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے۔ آنکھوں میں دوا ڈالنے سرمہ لگانے سے اس کا ذائقہ حلق میں محسوس اور رنگت تھوک میں دکھائی دے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

(پیغام رضا مفتی اعظم ہند نمبر ص ۵، مضمون مفتی مطیع الرحمٰن صاحب مضطر)

(۲) جب پہلے پہل لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانے کا مسئلہ سامنے آیا تو کچھ مفتیوں نے لاؤڈ اسپیکر کی آواز کو حقیقتاً اور حکماً ہر طرح امام کی عین آواز سمجھ کر اقتدا کو جائز قرار دیا مگر سرکار مفتی اعظم ہند نے حقیقتاً اور حکماً ہر لحاظ سے لاؤڈ اسپیکر کی آواز کو متکلم کی آواز کا غیر قرار دیتے ہوئے لکھا: ''لاؤڈ اسپیکر کی آواز امام کی آواز نہیں مماثل آواز امام ہے اور نماز میں غیر کی اقتدا کرے یہ مفسد ہے۔'' (التفصیل الانور، ص ۲۴)

(۳) جب امریکی خلابازوں کا چاند پر پہنچنے کا شور اٹھا تو حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کی محفل میں اس کی بات نکلی۔ حضرت شمس العلما علامہ سید شمس الدین جونپوری اور حضرت صدر العلما علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہما اور دوسرے علما بھی موجود تھے۔ حضرت میرٹھی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قرآن مجید میں ہے ''والشمس تجری لمستقرلها یعنی سورج اپنے مستقر میں چل رہا ہے۔ تجری چلتے رہنا اور ایک قرارگاہ میں ٹھہرا رہنا یہ دونوں کیسے صحیح ہوں گے۔ اس پر حضرت نے فوراً جواب دیا کہ ''حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا گیا۔ ولکم فی الارض مستقر'' تو کیا وہ زمین کے ایک حصہ پر ٹھہرے رہتے تھے چلتے نہیں تھے۔ اپنے مستقر میں رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی جائے رفتار سے۔ اپنی منزل سے باہر نہیں ہوتا، چلتا ہے مگر اپنے دائرہ حرکت میں۔ اس پر حضرت میرٹھی صاحب خاموش ہو گئے۔ (حضور مفتی اعظم ہند، از ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی)

(۴) نظریۂ گردش زمین کے رد میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے ''فوزمبین دررد حرکت زمین'' لکھنے کی تقریب یوں ہوئی کہ حضور مفتی اعظم نے فلسفہ جدیدہ کے رد میں علیحدہ کتاب لکھنے کی رائے دی تھی۔ اسی لئے حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فلسفۂ قدیمہ کے رد میں ''الکلمۃ الملہمہ'' لکھی اور پھر دوسری کتاب ''فوزمبین'' لکھی۔ اس کا اعتراف خود حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے فرمایا ہے

(فوزمبین دررد حرکت زمین)

(۵) مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے فتویٰ کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کچھوچھوی تحریر فرماتے ہیں: **ھذا حکم العالم المطاع و ماعلیناالا الاتباع** ''یعنی یہ ایک عالم مطاع کا حکم ہے اور ہمارے لئے اتباع کے سوا کوئی چارہ نہیں'' محدث اعظم کی اس تحریر کی وضاحت ان کے جانشین حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں قبلہ اس طرح فرماتے ہیں:

''میرا خیال ہے کہ آج تک حضور مفتی اعظم ہند کا تعارف کراتے ہوئے جو کچھ لکھا گیا ہے اور آئندہ جو کچھ لکھا جائے گا ان سب کو اگر ایک پلڑے پر اور حضور محدث اعظم ہند کے قلم سے نکلے ہوئے اس فقرے کو دوسرے پلڑے پر رکھ دیا جائے تو اس کا وزن زیادہ ہوگا۔ ہم اس عظیم فرد کے فضل وکمال کا کیا تعارف کراسکیں گے جسے حضور محدث اعظم ہند جیسی شخصیت کی زبان بھی '' عالم مطاع واجب الاتباع'' قرار دے۔ یہ دلیل ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند کی اتباع عین اتباع رسول تھی ورنہ اسے محدث اعظم ہند جیسا فقیہ و محدث واجب قرار نہ دیتا''

(استقامت ڈائجسٹ کانپور، مفتی اعظم نمبر، ص ۱۳۱)

(۶) خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ نے حضور مفتی اعظم کے علم وفضل کا اعتراف اس طرح فرمایا تھا: ''ان کی زبان کا ایک ایک جملہ اور نوک قلم کا ایک ایک لفظ اپنی جگہ ایک قانون ہے۔ فتویٰ نویسی اس خانوادے کی مزاج وسرشت میں ہے، تفقہ فی الدین ان کا آبائی ورثہ ہے...... لکھنے پر آجائیں تو شہنشاہ قلم گھٹنے ٹیک دے۔ نکات علمی بیان کرنے پر آجائیں تو غزالی ورازی کی یاد تازہ ہو جائے، فن حدیث کو اپنا موضوع بنائیں تو بخاری ومسلم کی محفل سنور جائے۔ غرضیکہ علم ظاہر کے ٹھاٹیں مارتے ہوئے سمندر اور علم باطن کے کوہ گراں ہیں۔''

(لیس آ ڈائجسٹ کانپور، مفتی اعظم نمبر، ص ۱۷)

حضور مفتی اعظم کا فتاویٰ اور علمی نکات کی جو مثالیں پیش کی گئیں نیز حضرت محدث اعظم ہند اور علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ علیہما کی تحریریں اس امر پر غماز ہیں کہ لاریب مفتی اعظم ہند نقلی وعقلی علوم وفنون پر حاوی تھے۔

(شرط سوم)

عالمی شہرت ومقبولت......مرجع العلما والمشائخ:

اپنے والد ماجد حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال (۱۹۲۱ء) کے بعد مفتی اعظم نے اپنی شخصی عملی میدان میں قدم رکھا اور آپ کے دینی، علمی، روحانی اور ملی کارناموں کی دھوم مچتی چلی گئی۔ اپنے برادر اکبر حجۃ الاسلام مفتی محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال (۱۹۴۳ء/ ۱۳۶۲ھ) کے بعد جب متحدہ ہندوستان کے علما وفقہا اور مشائخ نے آپ کو ''مفتی اعظم ہند'' تسلیم کرلیا تب سے تو ہر نیا سویرا آپ کی شہرت ومقبولیت کا ایک تازہ آفتاب لیکر آتا رہا اور آپ کی شہرت اور مقبولیت چمکتی بڑھتی پھیلتی چلی گئی اور آپ عالمی شہرت کے ایسے مالک بن گئے کہ صرف آپ سے مرید ہونے، آپ سے فیوض وبرکات لینے، آپ کی زیارت کرنے، آپ سے دعا کرانے کے لئے دور دراز ممالک......دوبئی، کویت، عرب شریف، موریشس، افریقہ، ہالینڈ، برطانیہ، سورینام، امریکہ وغیرہ سے معتقدین آنے لگے۔ آپ بریلی شریف میں ہوتے تو صبح سے لیکر گئی رات تک آپ کے در دولت پر دیوانوں کی ایسی بھیڑ رہتی کہ میلہ سا لگا رہتا۔ دورے پر جہاں بھی جاتے راستوں میں گاؤں، اور قصبوں میں لوگ زیارت کے لئے ٹوٹ پڑتے اور جس شہر یا مقام پر قیام ہوتا وہاں کا تو عالم ہی دیدنی ہوتا تھا۔

غیبی مقبولیت:

مفتی اعظم جدھر بھی جاتے جیسے کوئی خوشبو اڑکر لوگوں تک پہنچ جاتی کہ تاجدار اہل سنت ادھر سے گزر رہے ہیں۔ آج سے ۵۰ رسال پہلے سے لیکر ۲۲۔۲۳ رسال قبل تک کے حالات دیکھئے، آج کی طرح فون، اخبار، مشتہری وغیرہ کے ذرائع میسر نہ تھے پھر بھی بغیر کسی ایڈورٹائزمنٹ کے لوگوں کو اللہ جانے کیسے خبر ہوجاتی ۔ بہار، اڑیسہ، مدھیہ پردیش وغیرہ کے جنگلوں کور دہ علاقوں میں وہاں کے مسلمانان اہل سنت یہاں تک کہ غیر مسلمین کو کس نے خبر دیدی ہے کہ لوگ حضرت کے انتظار میں ایک ایک میل تک قطار بنائے اپنے تاجدار کے استقبال کے لئے کھڑے ہیں۔ یہ مبالغہ نہیں ہے، الحمد للہ حضرت کے ساتھ کے سفر کرنے والے خدام ومریدین آج بھی حیات ہیں جیسے ناصر میاں، علامہ قمر الزماں اعظمی (برطانیہ)، محبوب میاں بریلوی، علامہ خواجہ مظفر حسین، مفتی مطیع الرحمٰن مضطر وغیرہ ان سے اس سچائی کی تحقیق کی جاسکتی ہے۔

آپ کے خلفا ومریدین آپ کی حیات ہی میں امریکہ، افریقہ، موریشس، سورینام، برطانیہ، ہالینڈ، لنکا، نیپال، انڈونیشیا، بنگلہ دیش، پاکستان، عرب شریف (مکہ معظمہ ومدینہ منورہ) میں دین و

سنیت کی تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے تھے اور اب تو الحمد للہ اور بھی کثیر تعداد میں آپ کے مریدین اور خلفا و تلامذہ کے مریدین و تلامذہ موجود ہیں اور غلبۂ دین کا کام انجام دے رہے ہیں۔

مرجع علما و مشائخ:

حضرت مفتی اعظم کی حیات میں عالم اسلام کے بڑے بڑے علما و مشائخ نے آپ کی علمی و روحانی عظمت کا اعتراف کیا اور ہمیشہ آپ کی طرف دینی امور میں رجوع کرتے رہے۔

ہندوستان میں:

آپ کے پیرزادگان مارہرہ مطہرہ کے شاہزادگان حضور سید العلما علامہ سید آل مصطفےٰ میاں و حضور احسن العلما علامہ سید حسن میاں رحمۃ اللہ علیہما نے بھی آپ کو اہل سنت کا تاجدار تسلیم کیا۔ حضور سید آل رسول حسنین نظمی میاں قبلہ نے آپ کی علمی وجاہت اور روحانی بلندی کو خراج تحسین پیش کیا۔ حضور سید امین میاں قبلہ کو آپ سے خلافت ہے۔ علاوہ ازیں خانوادۂ برکاتیہ کی شاہزادیاں آپ سے بیعت بھی ہوئیں۔ کچھوچھہ شریف کے حضور محدث اعظم ہند، حضرت مولانا مختار اشرف صاحب، حضرت مولانا سید مدنی میاں صاحب وغیرہ، حضرت صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی، برہان ملت مفتی برہان الحق صاحب جبلپوری، حضرت صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی، سلطان الواعظین علامہ عبدالاحد پیلی بھیتی، شیر بیشۂ اہل سنت علامہ حشمت علی پیلی بھیتی، حافظ ملت علامہ عبدالعزیز مبارکپوری، اجمل العلما علامہ اجمل میاں سنبھلی، مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن اڑیسوی، صدر العلما علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی، شمس العلما علامہ سید شمس الدین جونپوری، مفتی اعظم کانپور مفتی رفاقت حسین صاحب بھوانی پوری، شعیب الاولیا حضرت مولانا یار علی صاحب براؤنی، مفتی محمد حسین سنبھلی، مفتی رجب علی نانپاروی، علامہ ارشد القادری، مفتی شریف الحق امجدی، علامہ مشتاق احمد نظامی، مفتی جہانگیر خاں، مولانا سید ظفر الدین بسکھاروی، علامہ بدرالدین احمد بستوی، مفتی جلال الدین احمد امجدی، وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم نیز مولانا سید محمد ستھرے میاں بلگرامی، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفےٰ، مفتی غلام محمد ناگپوری، عزیز ملت علامہ عبدالحفیظ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، علامہ سید عارف نانپاروی، علامہ اختصاص الدین سنبھلی یہاں تک کہ جو علما و مشائخ اہل سنت وصال فرما چکے اور جو آج بھی حیات ہیں آپ سب کے مرجع و مرکز عقیدت تھے۔

پاکستان:

محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد صاحب گورداسپوری، علامہ عبدالمصطفےٰ ازہری، مفتی

تقدس علی خاں، مفتی اعجاز ولی خاں، مفتی وقار الدین، علامہ احمد سعید کاظمی، مفتی عبدالقیوم ہزاروی، علامہ نورانی میاں، مفتی محمد حسین سکھروی، علامہ قاری مصلح الدین وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم نیز موجودہ حضرات میں چند مشاہیر مثل علامہ سید شاہ تراب الحق، علامہ محمد حسن علی میلسی، علامہ عبدالحکیم شرف قادری، مولانا سید وجاہت رسول قادری، علامہ منشا تابش قصوری، علامہ ابوداؤد محمد صادق اور دیگر علما و مشائخ اہل سنت کے مرجع آج بھی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ ہیں۔ ان میں سے کئی حضرات کو مفتی اعظم ہند سے خلافت و اجازت بھی حاصل ہے۔

حرمین شریفین:

قطب مدینہ حضرت علامہ ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفۂ اعلیٰ حضرت) حضرت مفتی اعظم کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے معترف تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ گویہ فقیر مفتی اعظم سے عمر میں ۱۶ر سال بڑا ہے مگر مرتبے میں وہ بہت بڑے ہیں، اپنے مرشد اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد مفتی اعظم کو میں اپنا مرشد سمجھتا ہوں۔ (قاری امانت رسول ملخصا ،۱۵رویں صدی کا مجدد، ص۳۰)

شہزادۂ قطب مدینہ حضرت علامہ فضل الرحمٰن مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو مفتی اعظم سے خلافت و اجازت تھی۔ علمائے مکہ شریف میں حضرت علامہ سید عباس علوی مالکی، حضرت علامہ سید محمد امین قطبی، حضرت علامہ سید محمد نور وغیرہ کو بھی سرکار مفتی اعظم سے خلافت و اجازت تھی۔

یورپ:

آج یورپ کے مختلف ممالک ہالینڈ، برطانیہ وغیرہ میں مفتی اعظم کے متعدد خلفا و مریدین موجود ہیں۔ علامہ بدرالقادری (ہالینڈ) اور علامہ قمرالزماں اعظمی (برطانیہ) کے اسما قابل ذکر ہیں۔

امریکہ:

امریکہ میں بھی کئی مریدین مفتی اعظم تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ امریکہ میں مولانا غفران علی صدیقی مفتی اعظم کے خلیفہ ہیں۔

افریقہ:

افریقہ میں سرکار مفتی اعظم کے مریدین کی تعداد اچھی خاصی ہے۔ خلفا میں مولانا عبدالہادی و مولانا عبدالحمید کے اسما قابل ذکر ہیں۔

موریشس:

یہاں آپ کے دو نامور خلفا...... علامہ ابراہیم خوشتر و مولانا محمد ایوب رحمۃ اللہ علیہما تھے۔ علامہ ابراہیم خوشتر کے مریدین موریشس، افریقہ، امریکہ، ہالینڈ، برطانیہ، پاکستان، زمبابوے وغیرہ میں موجود ہیں۔ یہ سب مفتی اعظم کے ہی سلسلے سے ہیں۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ تقریباً پوری دنیا میں مفتی اعظم کے خلفا و تلامذہ کے سلسلے پھیلے ہوئے ہیں۔

پیدائش کی صدی سے وصال کی صدی تک شہرت:

حضور مفتی اعظم نے اپنی ولادت کی صدی یعنی ۱۴؍ رویں صدی ہجری میں جو شہرت و مقبولیت حاصل کی وہ اعلیٰ حضرت کے بعد کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی۔ آپ عالم اسلام کے مرجع و سب سے بڑے مفتی تھے۔ آپ نے ۱۵؍ رویں صدی ہجری کے ایک سال ۱۳؍ ردن پائے۔ آپ تا وصال شہرت و مقبولیت کے آسمان کے خورشید تاباں بنکر چمکتے رہے۔ آپ کی نماز جنازہ میں ۲۰؍ ر لاکھ افراد نے شرکت کی جو ایک عالمی ریکارڈ ہے۔ اسی سے آپ کی شہرت و مقبولیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(شرط چہارم)

بے لوث خادم دین اور حق گو:

حضور مفتی اعظم نے پوری زندگی درس و تدریس، وعظ و تلقین، بیعت وارشاد، فتویٰ نویسی، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے کارنامے انجام دیئے۔ مدارس قائم کرائے۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کی تنظیم کی، آل انڈیا سنی کانفرنس میں روح پھونکی۔

آپ کے والد ماجد حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے زمانہ میں جو بھی اسلام مخالف تحریکیں...... مذہبی، سیاسی، سماجی، تعلیمی شکل میں سامنے آئیں اور غلبہ دین و فلاح مسلمین کے لئے جو بھی تحریکیں اعلیٰ حضرت نے چلائیں ان میں تو سرکار مفتی اعظم ان کے قدم بہ قدم ساتھ رہے لیکن ان کے بعد آپ نے دین کی بے لوث خدمت و تبلیغ اور دفاع اسلام کے جو کارنامے انجام دیئے، مختصراً انہیں پیش کیا جا رہا ہے۔

رد بد مذہبیت:

وہابی، دیوبندی، اہلحدیث، اہل قرآن، اسمٰعیل دہلوی، اشرف علی تھانوی اور قاسم نانوتوی وغیرہ کے رد میں حسب ذیل کتابیں دیکھی جا سکتی ہیں۔

وقعات السنان، الرمح الدیانی، ادخال السنان، ھشتاد دیوبند بر مکاری دیوبند اور شفاء العی وغیرہ۔

علاوہ ازیں آپ نے فتاویٰ میں بھی ان کا رد فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں: ''اور اگر اس کی بد مذہبی حد کفر تک پہنچی ہوئی ہو جیسے آج کل وہابی، قادیانی، دیوبندی، رافضی وغیرہ جب تو اس کے پیچھے نماز باطل محض جیسے کسی یہودی، نصرانی، ہندو، مجوسی کے پیچھے۔'' (فتاویٰ مصطفویہ، ص ۲۰۹)

مزید تحریر فرماتے ہیں: ''وہابی اپنے عقائد خبیثہ کے سبب اسلام سے خارج ہیں۔''

(ایضاً، ص ۳۱۲)

کمیونزم (اشتراکیت) اور بالشویک کا رد:

اسٹالن اور لینن کی دماغی اختراع کا نام کمیونزم ہے۔ کمیونزم نے دہریت پھیلانے میں بڑا گھناونا کردار ادا کیا تھا۔ یہ اشتراکیت (کمیونزم) معاشی نظام نہیں ہے بلکہ دہریت ہے۔ اب تو کمیونزم کا بت پاش پاش ہو چکا ہے تاہم اس کے جراثیم کہیں کہیں رینگتے نظر آئے ہیں۔ حضرت مفتی اعظم نے ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء ہی میں اس کو پڑھ کر مسلمانوں کو اس سے بچنے کی ہدایت فرمائی تھی۔ لکھتے ہیں:

''دہریوں اور اباحیوں کا وجود آج نہیں عرصہ دراز سے ہے۔ یہ لوگ ابلیس کے ایجنٹ ہیں ...... ان بد عقلوں نے اخوان شیاطین کا اتباع کیا۔ ابلیس کے نقش قدم پر چلے تو دین و دیانت ہی کو پیٹھ نہ دی بلکہ عقل کو بھی حیا و شرم و غیرت، دین و مذہب کے اتباع ہی سے دینی و دنیوی ہر قسم کی ترقیاں ہوئی ہیں۔'' (فتاویٰ مصطفویہ، ص ۹۴)

خاکسار تحریک اور اس کے بانی مشرقی کا رد:

خاکسار تحریک بھی فرقہائے باطلہ ایک فرقہ تھا۔ اس کے بانی عنایت اللہ مشرقی (۱۹۶۳ء) تھے۔ انگریزوں کے اشارے پر مسلمانوں کو مذہب بیزاری میں مبتلا کر کے ان کو منتشر کرنا اس کا مقصد تھا۔ مشرقی نے انتشار پھیلانے کے لئے ایک تفسیر بھی لکھی تھی۔ اس کے خلاف تین فتاویٰ حضرت مفتی اعظم نے جاری کئے تھے،

مشرقی کے خلاف مصر کے علما...... شیخ مصطفےٰ حمانی، علامہ محمد حبیب اللہ اور دیگر علما و مشائخ نیز علمائے مکہ مکرمہ...... نے بھی کفر و ارتداد کے فتوے دیئے تھے۔

التوائے حج کے خلاف فتویٰ:

بعض لیڈروں نے حج بیت اللہ سے روکنے کی کوشش کی تھی اور وجہ یہ بتائی تھی کہ شریف مکہ

ظالم ہے اور اس کے مظالم قرامطہ جیسے ہیں اور اسوقت علما نے حج کی ممانعت فرمائی تھی لہٰذا اسوقت بھی اس کی ممانعت ہونی چاہئے۔

حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اسکا رد بلیغ اپنے رسالہ " حجة واهره بو جوب الحجة الحاضره" میں فرمایا اور لکھا کہ حج فرض ہونے کے بعد فوراً اس کی ادائیگی واجب ہے۔ اسکو واضح دلائل سے ثابت فرمایا ہے۔

مسئلہ اذان ثانی:

جمعہ کی اذان ثانی خارج مسجد ہونی چاہئے۔ اس کے لئے آپ نے حسب ذیل رسائل لکھے اور مخالفین کا رد بلیغ فرمایا: **النكته على مر آة كلكته ، سيف القهار، نفي العار ، مقتل كذب و كيد** وغیرہ

صلوٰۃ بعد اذان:

اذان کے بعد صلوٰۃ پکارنے کے جواز میں آپ نے معرکۃ الآرا رسالہ بنام **القول العجيب في جواز التثويب** لکھا۔

قوالی وغیرہ کا رد:

آپ نے محفل سماع وسرود، رقص اور راگ ومزامیر وغیرہ کا رد بھی فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو رسالہ "مسائل سماع"

متفرقات:

مفتی اعظم نے داڑھی رکھنے، فاؤنٹین پین کی سیاہی کے نہ استعمال کرنے، مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کے خلاف نیز فوٹو سے ممانعت پر بھی فتاویٰ دیئے ہیں۔

رد بدعات ومنکرات:

حضور مفتی اعظم نے عورتوں کی بے پردگی کی سخت مذمت کی ہے۔ انہیں مزارات پر جانے سے منع کیا ہے۔ مسلمانوں کو غیر مسلموں کے میلے ٹھیلے، تقریبات میں شرکت، غیر مسلم کے لئے ایصال ثواب وغیرہ کی سختی سے تردید کی ہے۔ لہو ولعب، غیر اسلامی رسوم وغیرہ کی بھی تردید فرمائی ہے۔ غرضیکہ ہر غیر اسلامی رسم ورواج سے مسلمانوں کو روکا ہے۔

قومی وملی رہنمائی:

حضور اعلیٰ حضرت کی حیات میں جو اسلام اور مسلم مخالف تحریکیں جیسے، تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، ہجرت، تحریک جہاد وغیرہ......ان کا قلع قمع تو اعلیٰ حضرت ہی نے کیا لیکن مفتی اعظم نے بھی ان سب کا زبردست رد کیا ہے۔

وصال اعلیٰ حضرت (۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کے بعد جو خطرناک فتنہ ۱۹۲۳ء میں سامنے آیا وہ تھا فتنۂ ارتداد (شدھی تحریک)

شدھی تحریک:

اس فتنۂ ارتداد کے انسداد میں مفتی اعظم نے سب سے اہم کردار ادا کیا۔ جان و مال کی پرواہ نہ کئے بغیر لاکھوں مسلمانوں کو مرتد ہونے سے بچایا اور ہزاروں غیر مسلموں کو دامن اسلام سے وابستہ کیا۔ آپ نے اسی موقع پر جگہ جگہ مدارس قائم کرائے اور تبلیغی مشن کو تیز تر کر دیا۔ ان حقائق کے لئے دبدبۂ سکندری رامپور (۱۹۲۳ء/ ۱۹۲۵ء) کے شمارے دیکھے جاسکتے ہیں۔

مومنانہ شان......حق گوئی:

۱۹۴۷ء کے ہنگامہ خیز ماحول میں بھی آپ نے محلہ سوداگران نہ چھوڑا۔ اکیلے خانقاہ رضویہ، جامعہ رضویہ منظر اسلام اور رضا مسجد کی حفاظت فرماتے رہے۔ لوگوں نے پرانے شہر چلنے کے لئے کہا تو آپ نے فرمایا کہ مزار و مسجد کی حفاظت کون کریگا؟ آپ نے پاکستان جانا بھی گوارہ نہ کیا۔ اکثر آپ کے پیروں کے پاس غیر مسلموں کے پھینکے ہوئے اینٹ پتھر آتے مگر شیر خدا......مرد مومن خوفزدہ نہ ہوا۔

سعودی عرب میں اعلان حق:

نجدی سعودی حکومت نے ملک کی اقتصادی بدحالی دور کرنے کا بہانہ بنا کر حجاج کرام سے جبری ٹیکس وصول کرنے کا قانون بنا دیا۔ مفتی اعظم اپنے دوسرے حج پر گئے تھے آپ نے اس کے خلاف عربی زبان میں ایک معرکۃ الآرا کتاب بنام "طرد الشیطان" مکہ شریف میں لکھی ......سعودی نجدی حکومت کی مخالفت کی سزا......سزائے موت تھی مگر شرعی مسئلہ کی وضاحت میں آپ ہرگز کسی سزا سے خائف ہوئے نہ ظالم نجدی حکومت سے......آخر نجدی حکومت کو یہ ٹیکس کا قانون واپس لینا پڑا۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی — اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

جبری نسبندی کے خلاف اعلان حق:

مسز اندرا گاندھی نے اپنے وزارت عظمیٰ کے دوران ملک میں ایمرجنسی قائم کر دیا اور ساتھ

ہی جبری نس بندی کا قانون بھی پاس کردیا۔اس کی مخالفت کرنے والے کے لئے میسا لگادیا یعنی حکومت سے بغاوت جس کی سزا بہت سخت تھی۔اس وقت سارے وہابی، دیوبندی، ندوی اپنی ماندوں میں دبک گئے تھے اور نس بندی کو جائز قرار دیا مگر بریلی کا فتویٰ جو اٹل ہے اور بریلی جو نہ جھکی نہ بکی......اس بریلی کے تاجور......تاجدار اہل سنت حضرت مفتی اعظم نے نس بندی کے خلاف فتویٰ دیا۔

''نس بندی حرام ہے بدکام بدانجام ہے۔اس سے احتراز لازم ہے'' اس فتوے کو چھپوا کر تقسیم کرادیا۔کلکٹر بریلی نے آپ کی گرفتاری کا آرڈر دیا مگر سی، آئی، ڈی نے صاف کہہ دیا کہ مفتی اعظم کی گرفتاری سے پورا ملک خون میں نہا جائے گا۔حکومت تباہ ہو جائے گی۔آخر سب منہ دیکھتے رہ گئے اور پھر اللہ کے ولی کے اس اعلان حق کے بعد اندرا حکومت بھی چلی گئی۔مفصل فتویٰ ''فتاویٰ مصطفویہ'' ص ۵۳۰ پر دیکھ سکتے ہیں۔

(شرط پنجم)

جامع شریعت وطریقت:

حضور مفتی اعظم نے اپنی حیات کا لمحہ لمحہ دین اور شریعت اسلامیہ نیز سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وعشق مصطفےٰ کی اشاعت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔آپ صرف عامل شریعت ہی نہیں شریعت پر عمل کرانے والے، شریعت کے قوانین نافذ کرانے اور بتانے والے تھے اور ایسے کہ مفتی اعظم عالم اسلام تھے، اس کرۂ ارضی کے اپنے عہد کے سب سے بڑے مفتی تھے اور آج بھی ان کی عظمت کے آگے مفتیوں کی گردنیں خم ہیں۔

مفتی اعظم صرف سب سے بڑے مفتی ہی نہیں سب سے بڑے متقی تھے گویا وہ مفتی اعظم تھے اور متقی اعظم بھی تھے۔وہی حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمہ جنہوں نے آپ کے فتویٰ کی عظمت کی بابت یہ تحریر فرمایا:'' ھذا حکم العالم المطاع وماعلینا الا الاتباع'' اسی عظیم المرتبت عالم ربانی محدث اعظم نے یہ بھی فرمایا:'' آج کی دنیا میں جن کا فتوے سے بڑھکر تقویٰ ہے ایک شخصیت مجددماًۃ حاضرہ (اعلیٰ حضرت) کے فرزند دلبند کا پیارا نام مصطفےٰ رضا بے ساختہ زبان پر آتا ہے اور زبان بے شمار برکتیں لیتی ہے''

نور چشم اعلیٰ حضرت دل خستگاں مفتی اعظم بنام مصطفےٰ شاہ زماں

(ماہنامہ نوری کرن، بریلی شریف شمارہ اپریل ۱۹۶۵ء، ص ۲۲)

حضرت مفتی اعظم کے مریدین وتلامذہ میں اجنہ بھی تھے۔علاوہ ازیں رجال الغیب آپ

کے کہیں جانے پر جنگلوں تک میں غیبی طریقے سے آپ کی آمد کا اعلان کردیا کرتے تھے۔ظاہر ہے یہ رتبہ ایک عظیم المرتبت ولی کامل اور روحانیت کے تاجدار کا ہی ہوسکتا ہے۔آپ سے بہت ساری کرامتوں کا صدور ہوا ہے یہاں تک کہ پردہ فرمانے کے بعد اپنے غسل جنازہ کے وقت بھی آپ نے اپنی کرامت ظاہر فرمادی۔جب غسل دیتے وقت چادر گھٹنے سے ذرا اوپر سرک گئی اور لوگوں نے توجہ نہیں دی تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر چادر پکڑ لی کہ ستر پوشی برقرار رہے۔یہ ہے کرامت بعد رحلت

جنازے سے اٹھا کر ہاتھ پکڑی چادر اقدس
ہیں زندہ دیکھ نجدی بعد رحلت مفتی اعظم

(امانت)

مفتی اعظم شریعت کے جامع تھے وہ رہبر شریعت بھی تھے اور پیشوائے طریقت بھی!

خلاصۂ کلام:

مجدد کیلئے جن اوصاف کا ہونا ضروری ہے وہ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا الشاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ میں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔(۱۹۴۳ء/۱۳۶۲ھ) آج تک ۶۰۔۶۱/سالوں میں ان کا ہم پلہ اور ثانی تو کیا ان کا عشر عشیر بھی کوئی نظر نہیں آتا لہٰذا لاریب حضور مفتی اعظم ہند اس ۱۵/ویں صدی ہجری کے مجدد (مجدد مأتہ حاضرہ) ہیں

ان کے علاوہ کوئی دوسرا بھی مجدد ہوسکتا ہے مگر ہوگا انہیں کی نیابت میں۔

کتابیات

(۱) قاری امانت رسول (خلیفۂ مفتی اعظم ہند): ۱۵/ویں صدی کے مجدد
(۲) ملک العلما علامہ محمد ظفر الدین: ۱۴/ویں صدی کے مجدد
(۳) ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی: مفتی اعظم ہند
(۴) پیغام رضا، مفتی اعظم ہند نمبر
(۵) مفتی اعظم ہند: التفصیل الانور، فتاویٰ مصطفویہ اور دیگر تصانیف
(۶) استقامت ڈائجسٹ، مفتی اعظم نمبر
(۷) یسٓ ڈائجسٹ کانپور، مفتی اعظم نمبر
(۸) ماہنامہ نوری کرن، بریلی شریف اپریل ۱۹۶۵ء

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی نعتیہ شاعری

میں صنعات کا استعمال

ڈاکٹر شیخ زبیر احمد قمر دیگلوری*

مولانا احمد رضا خاں محدث بریلوی کی پیدائش ۱۰ر شوال المکرم ۱۲۷۲ھ/۱۴ر جون ۱۸۵۶ء کو اتر پردیش کے شہر بریلی میں ایک دینی و علمی گھرانے میں ہوئی۔ مولانا احمد رضا خاں محدث بریلوی عالم و فقیہ تھے۔ آپ کے آباواجداد کا تعلق قندھار (ملک افغانستان) کے باعظمت قبیلہ بڑھیچ کے پٹھانوں سے تھا۔ ۶۷ر سال کچھ ماہ (قمری مہینے کے اعتبار سے) کی عمر پا کر ۲۵ر صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/ ۲۸ر اکتوبر ۱۹۲۱ء کو اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔ انتقال کے وقت تک پچاس سے زائد قدیم و جدید علوم و فنون پر مشتمل مختلف زبانوں (عربی، اردو، فارسی) میں ایک ہزار کے قریب تصنیفات اور سو سے زائد تلامذہ و خلفا عجم و عرب میں چھوڑے۔ آپ تادم آخر مسلک اہل سنت و جماعت پر قائم رہے اور بزرگان دین و اولیائے کرام اور رسالت مآب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا عملی نمونہ پیش کیا اور حب نبی میں سرشار اس عظیم شخصیت نے فن نعت گوئی میں اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا اور بحیثیت نعت گو دنیائے شعر و سخن میں ممتاز مقام حاصل کیا۔

مولانا احمد رضا خاں محدث بریلوی کا نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' (۱۳۲۵ھ) ہے۔ فن شاعری میں کچھ صنعات متعین کی گئی ہیں اور ہر صنعت کے قواعد و ضوابط مقرر کیے گئے ہیں۔ شاعر اپنے کلام کے حسن کو نکھارنے کے لئے ان صنعات کا اپنے اشعار میں استعمال کر کے اہل علم سے داد حاصل کرتا ہے۔ اردو ادب کے شہرۂ آفاق شعرا اپنے کلام میں ان صنعات کے استعمال میں کوشاں رہے اور حسب استطاعت ان صنعات کا استعمال کیا۔ حضرت رضا بریلوی نے اپنے کلام میں صنعات کا بھرپور استعمال فرمایا اور اردو ادب میں ایک مثال قائم کردی کہ نعتیہ شاعری میں صنعات کا حسین انداز میں استعمال کیا جاسکتا ہے اور فن و ادب کو اجاگر کیا جاسکتا ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے اپنے نعتیہ اشعار میں ان صنعات کو اتنے حسین پیرائے میں نظم فرمایا ہے کہ اہل ذوق کو مجبور ہو کر اس بات کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ حضرت رضا کا مقام فن و ادب کے اعتبار سے بھی تمام شعرائے اردو سے بلند و بالا ہے۔ نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' میں درج ذیل صنعتوں کا استعمال کیا گیا:

*لیکچرر شعبۂ اردو، دیگلور کالج، دیگلور ضلع ناندیڑ (مہاراشٹر)

(۱) صنعت استعارہ (Metaphorical) (۲) صنعت تشبیہ (Allegory) (۳) صنعت مبالغہ* (۴) صنعت اقتباس (۵) صنعت تضاد (۶) صنعت تلمیح (۷) صنعت تلمیع (ملمع) الف: ملمع مکشوف، ب: ملمع محجوب (۸) صنعت حسن تعلیل (۹) صنعت تجاہل عارفانہ (۱۰) صنعت تجنیس کامل (تام) (۱۱) صنعت تجنیس ناقص (۱۲) صنعت مراعات النظیر (۱۳) صنعت ترصیع (۱۴) صنعت مقابلہ (۱۵) صنعت مستزاد (۱۶) صنعت لف ونشر (۱۷) صنعت تضمین (۱۸) صنعت تشبیب (۱۹) صنعت مرصعہ (۲۰) تنسیق الصفات (۲۱) صنعت اتصال تربیعی (۲۲) صنعت مقلوب مستوی (۲۳) صنعت مقلوب کل (۲۴) صنعت حسن طلب (۲۵) صنعت ترجیع بند (۲۶) صنعت مسمط (۲۷) صنعت غزل الشفتین (۲۸) صنعت ایہام (۲۹) صنعت اشتقاق (۳۰) صنعت شبہ اشتقاق (۳۱) صنعت سیاق الاعداد

صنعت استعارہ:

صنعت استعارہ میں حضرت رضا بریلوی کے درج ذیل اشعار پیش قارئین ہیں۔

آنکھیں ٹھنڈی ہوں جگر تازے ہوں جانیں سیراب ۔۔۔ سچے سورج وہ دل آرا ہے اجالا تیرا

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذی شان گیا ۔۔۔ ساتھ ہی منشی رحمت کا قلمدان گیا

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ ۔۔۔ مانگے نہ کبھی عطر، نہ پھر چاہے دلہن پھول

اٹھادو پردہ، دکھادو چہرہ کہ نور باری حجاب میں ہے ۔۔۔ زمانہ تاریک ہورہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے

کعبہ کے بدرالدجیٰ تم پہ کروروں درود ۔۔۔ طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروروں درود

درج بالا اشعار میں شعر نمبر ۱ میں ''سچے سورج'' شعر نمبر ۲ میں ''منشی رحمت'' شعر نمبر ۳ میں ''گل'' شعر نمبر ۴ میں ''نور باری'' اور ''مہر'' شعر نمبر ۵ میں ''بدرالدجیٰ'' اور ''شمس الضحیٰ'' سے مراد حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات گرامی ہے۔

صنعت تشبیہ:

صنعت تشبیہ کا استعمال درج ذیل اشعار میں کیا گیا ہے۔

پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں ۔۔۔ ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

دل کرو ٹھنڈا مرا، وہ کف پا چاند سا ۔۔۔ سینہ پہ رکھ دو ذرا، تم پہ کروروں درود

ریش خوش معتدل مرہم ریش دل ۔۔۔ ہالۂ ماہ ندرت پہ لاکھوں سلام

حضرت رضا اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اور نازک ہونٹوں کو ان کی نزاکت

*صنعت مبالغہ کے تحت مضمون نگار نے لکھا ہے: حضرت رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری میں مبالغہ یا غلو متصور ہی نہیں۔

کی بناپر ''گل قدس کی پتیوں'' سے تشبیہ دے رہے ہیں۔ شعر نمبر ۲؍میں حضرت رضاؔ بریلوی نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ''کف پا'' یعنی تلوؤں کو چاند سے تشبیہ دی ہے۔ شعر نمبر ۳؍میں حضرت رضاؔ بریلوی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک یعنی داڑھی کو ''ہالۂ ماہ'' یعنی کہ چاند کے اردگرد جو کنڈل ہوتا ہے اس سے تشبیہ دی ہے۔

صنعت مبالغہ:

حضرت رضاؔ بریلوی کی نعتیہ شاعری میں مبالغہ یا غلو متصور ہی نہیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کا جو حق ہے وہ حق ہی کما حقہ جب ادا نہیں ہوسکتا تو پھر مبالغہ اور غلو کی صورت ہی پیدا نہیں ہوسکتی۔ حضور کی تعریف اور توصیف میں مبالغہ اور غلو کا سد باب زور و شور سے فرماتے ہوئے حضرت رضاؔ رقم طراز ہیں۔

اے رضاؔ خود صاحب قرآں ہے مداح حضور	تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی
لیکن رضاؔ نے ختم سخن اس پہ کردیا	خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

صنعت اقتباس:

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کا ہے سایہ تجھ پر	بول بالا ہے ترا، ذکر ہے اونچا تیرا
لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّم تھا وعدۂ ازلی	نہ منکروں کا عبث بد عقیدہ ہونا تھا
اَنْتَ فِیْھِمْ نے عدو کو بھی لیا دامن میں	عیش جاوید مبارک تجھے شیدائی دوست
پائے کوباں پل سے گزریں گے تری آواز پر	رَبِّ سَلِّم کی صدا پر وجد لاتے جائیں گے

حضرت رضاؔ بریلوی کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' میں صنعت اقتباس میں ۱۴۳؍اشعار ہیں۔ (اردو زبان کے ۷۹؍اشعار اور فارسی زبان کے کل ۶۴؍اشعار)

صنعت تضاد:

بڑھ چلی تیری ضیا اندھیر عالم سے گھٹا	کھل گیا گیسو ترا رحمت کا بادل گھر گیا
نہ آسمان کو یوں سرکشیدہ ہونا تھا	حضور خاک مدینہ خمیدہ ہونا تھا

پہلے شعر میں تضاد: (۱) بڑھ چلی v/s گھٹا (۲) ضیا v/s اندھیرا (۳) کھل گیا v/s گھر گیا

دوسرے شعر میں تضاد: (۱) نہ v/s ہونا (۲) آسمان v/s خاک (۳) کشیدہ (کھینچا ہوا) v/s خمیدہ (جھکا ہوا)۔ حضرت رضاؔ کے نعتیہ دیوان میں صنعت تضاد کی ہزاروں مثالیں پائی جاتی ہیں۔

صنعت تلمیح:

تیری مرضی پا گیا، سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجا چر گیا

اس شعر میں دو تلمیحات یعنی دو واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ مصرعہ اولیٰ میں جنگ خیبر سے واپسی میں مقام صہبا میں حضرت مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کی نماز عصر کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈوبے ہوئے سورج کو واپس پلٹایا۔ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور مصرعہ ثانی میں معجزۂ شق القمر یعنی چاند کے دو ٹکڑے کرنے کے معجزے کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت رضاؔ بریلوی کے کلام میں صنعت تلمیح کے سینکڑوں اشعار پائے جاتے ہیں۔

صنعت تلمیع:

حضرت رضاؔ بریلوی نے چار زبانوں سے مرکب جو نعت نظم فرمائی ہے اس میں یہ اہتمام ہے کہ ہر شعر کے پہلے مصرعہ میں عربی اور فارسی زبان اور دوسرے مصرعہ میں بھوجپوری ہندی اور اردو زبان کا استعمال فرمایا ہے۔

لَمْ یَاتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو، ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا
اَنَا فِیْ عَطَشٍ وَّسَخَاکَ اَتَمّ اے گیسوے پاک اے ابر کرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم، دو بوند ادھر بھی گرا جانا

درج بالا نعت میں نو اشعار صنعت تلمیع کے ہیں اور نعتیہ دیوان ”حدائق بخشش“ میں ۳۵ر اشعار صنعت تلمیع میں کہے گئے ہیں۔

صنعت حسن تعلیل:

حضرت رضاؔ فرماتے ہیں۔

خم ہو گئی پشت فلک اس طعن زمیں سے — سن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا
بلبل و نیلپر و کبک بنو پروانو — مہ و خورشید پہ ہنستے ہیں چراغان عرب

پہلے شعر کا مطلب ہے کہ آسمان کو اپنی بلندی پر ناز ہوا اور اس نے فخر محسوس کیا تو زمین نے اس کو طعنہ دیا کہ اکڑ مت! میرا رتبہ تجھ سے بلند ہے کیوں کہ مجھ پر مدینہ ہے اور مدینہ منورہ میں وہ ذات گرامی آرام فرما ہے کہ جن کے طفیل تیری بلکہ پوری کائنات کی تخلیق ہوئی ہے۔ زمین کا یہ طعنہ سن کر آسمان کی پشت خم یعنی پیٹھ تیڑھی ہو گئی۔ دوسرے شعر میں بلبل، نیلپر اور کبک (چکور) کو مخاطب کر کے کہا

گیا ہے کہ تم تینوں چانداور سورج کے بجائے مدینہ کے چراغ کے پروانے بن جاؤ کیوں کہ چانداور سورج پرعرب کے چراغ ہنستے ہیں۔اس شعر میں چانداور سورج پرعرب کے چراغ ہنسنے کی جوعلت بیان کی گئی ہے وہ ایک تخیل ہے۔

صنعت تجاہل عارفانہ:

جنت کو حرم سمجھا ، آتے تو یہاں آیا — اب تک کے ہراک کا منہ کہتا ہوں کہاں آیا

کس کے جلوے کی جھلک ہے یہ اجالا کیا ہے — ہر طرف دیدۂ حیرت زدہ تکتا کیا ہے

پہلے شعر میں جنت کو حرم سمجھنے کے مطالعے کا ذکر اور جنت میں آکر متعجب ہوکر سوال کرنا کہ میں کہاں آگیا یہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ ہے کہ مدینہ کے مقابلے میں جنت بھی عاشق صادق کے لئے حیرت آمیز مقام معلوم ہورہی ہے اور کہاں آگیا؟ سوال تجاہل عارفانہ کے تحت ہے۔

دوسرے شعر میں میدان محشر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوۂ زیبا اور اس جلوے کے صدقے میں حاصل ہونے والا اجالا یعنی نور دیکھ کر کوئی حیرت زدہ ہر طرف تکتا ہوا پوچھے گا کہ یہ اجالا کیا ہے؟ یہ سوال اور اس کے تکنے کی حرکت کو تجاہل عارفانہ کے تحت بیان کیا گیا ہے۔

صنعت تجنیس کامل:

حضرت رضا بریلوی کے دیوان میں ایک شعر صنعت تجنیس کامل کا ایسا ہے کہ جس میں ایک لفظ کو سات مرتبہ الگ الگ معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔

نور و بنت نور و زوج نور و ام نور و نور
نورِ مطلق کی کنیز ، اللہ رے لہنا نور کا*

اس شعر میں لفظ ''نور'' کا کل سات مرتبہ استعمال فرمایا گیا ہے۔یہ شعر فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شان میں ہے۔شعر میں لفظ نور سات الگ الگ معنوں اور مرادوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ پہلی مرتبہ سے مراد سیدہ فاطمہ، دوسری مرتبہ۔ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی، تیسری مرتبہ سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ، چوتھی اور پانچویں مرتبہ سے مراد حضرت سیدنا امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما، چھٹی مرتبہ سے مراد اللہ تبارک وتعالیٰ کا نور اور، ساتویں مرتبہ جو لفظ نور ہے اس کے معنی ہیں نور ایمان، روشنی، چمک وغیرہ۔لہٰذا شعر کے معنی یہ ہوئے کہ سیدۃ النسا خاتون جنت نور ہیں اور وہ نور نبی کی بیٹی ہیں اور نور (حضرت علی) کی زوجہ ہیں اور نور (حضرت حسن) و نور (حضرت حسین) کی والدہ ہیں اور نور (اللہ تبارک وتعالیٰ) کی کنیز یعنی بندی۔اللہ تعالیٰ ہم کو بھی نور نصیب فرمائے۔یعنی ایمان اور ایمان کی

*یہ شعر حدائق بخشش (جدید ایڈیشن) مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی میں شامل نہیں۔

چمک دمک عطا فرمائے اور نور ایمان کی روشنی سے بہرہ مند فرمائے۔ حضرت رضا کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' میں کل ۱۷۰ اشعار صنعت تجنیس کامل کے ہیں۔

جنت ہے ان کے جلوہ سے جو یائے رنگ و بو
اے گل، ہمارے گل سے ہے، گل کو، سوال گل

اس شعر میں لفظ گل کا چار مرتبہ استعمال کیا گیا ہے۔ چاروں مرتبہ لفظ گل الگ الگ معنیٰ کا حامل ہے۔ پہلی مرتبہ بمعنی پھول، دوسری مرتبہ میں مراد ہے محبوب یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی، تیسری مرتبہ بمعنی سائل یعنی جنت اور، چوتھی مرتبہ بمعنی رونق، چمک، نور زینت وغیرہ۔

صنعت تجنیس ناقص:

ترے خلق کو حق نے عظیم کہا، تری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے، نہ ہوگا شہا، ترے خالق حسن وادا کی قسم

اس شعر میں لفظ خلق کے معنی اخلاق اور لفظ خلق کے معنی پیدائش ہے۔ خلق اور خلق حروف کے اعتبار سے مساوی ہیں اعراب میں متفرق ہیں۔

جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی
اِن کا اُن کا تمہارا ہمارا نبی ﷺ

اس شعر میں زیر اور پیش کے فرق سے لفظ اِن اور اُن کے معنی میں ہو گئے۔ اس کے علاوہ درج ذیل اشعار میں صنعت تجنیس ناقص کے علاوہ صنعت تام (کامل) بھی ہے۔

سونا پاس ہے، سونا بن ہے، سونا زہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا ہے نیند ہے میٹھی، تیری مت ہی نرالی ہے

اس شعر کے مصرعہ اولیٰ میں لفظ سونا = زرطلا Gold واؤ مجہول کے ساتھ ہے۔ دوسری مرتبہ جو لفظ سونا ہے۔ اس میں واؤ معروف ہے اس کے معنی ہیں ویران اور سنسان۔ تیسری مرتبہ جو لفظ سونا ہے وہ واؤ مجہول کے ساتھ ہے اس کے معنی ہیں نیند لینا۔ صنعت تجنیس ناقص میں حضرت رضا بریلوی کے تیس سے بھی زائد اشعار نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' میں پائے جاتے ہیں۔

صنعت مراعات النظیر : (indulgent Compliant)

شاخ قامت شہ میں زلف وچشم و رخسار ولب ہیں
سنبل نرگس، گل پنکھڑیاں قدرت کی کیا پھولی شاخ

اس شعر میں شاخ، سنبل، نرگس، گل، پنکھڑیاں میں مناسبت ہے۔ اسی طرح قامت، زلف، چشم، رخسار، لب میں بھی مناسبت ہے۔

نبوی مینھ ، علوی فصل ، بتولی گلشن
حسنی پھول ، حسینی ہے مہکنا تیرا

اس شعر میں مینھ، فصل، گلشن، پھول، مہکنا کا آپس میں تناسب ہے علاوہ ازیں حضرت رضاؔ بریلوی نے اس شعر میں نبوی، بتولی اور حسنی اور حسینی کے ربط و علاقہ بیان کر کے رعایت لفظی کی دلکش بندش نظم فرمائی ہے۔ اس صنعت میں حضرت رضاؔ بریلوی کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' میں سینکڑوں اشعار ہیں۔

صنعت ترصیع:

مثلاً:

مصرعۂ	نام	تیرا	ہے	زندگی	میری
مصرعۂ اولیٰ	نام	تیرا	ہے	زندگی	میری
مصرعۂ ثانی	کام	میرا	ہے	بندگی	تیری

دونوں مصرعوں کے تمام الفاظ آپس میں ہم قافیہ ہیں۔

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا — تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا
سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ — سب سے بالا و والا ہمارا نبی ﷺ

حضرت رضاؔ بریلوی کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' میں کل ۲۷/ اشعار صنعت ترصیع میں پائے جاتے ہیں۔

صنعت مقابلہ:

خوار و بیمار و خطاوار و گنہ گار ہوں میں
رافع و نافع و شافع لقب آقا تیرا

اس شعر کے مصرعہ اولیٰ میں خوار، بیمار، خطاوار اور گنہ گار کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن میں آپس میں موافقت ہے۔ پھر مصرعہ ثانی میں ان اول الذکر کے اضداد کا ذکر کیا گیا ہے۔ خوار کے مقابلے میں رافع یعنی بلند کرنے والا، اٹھانے والا کا استعمال کیا گیا ہے۔ بیمار کے مقابلے میں نافع یعنی فائدہ مند، نفع دینے والا کا ذکر کیا گیا ہے۔ خطاوار اور گنہ گار کے مقابلے میں شافع یعنی شفاعت کرنے والا کا ذکر کیا گیا ہے۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

اس شعر میں مصرعہ اولیٰ میں حسن یوسف، ملک مصر اور مصر کی عورتوں کی انگلیوں کا کٹنا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ مصرعہ اس واقعہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جب مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال وحسن دیکھا تو عالم حیرت میں محو ہو کر بے ساختہ اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں۔ اس اعتبار سے یہ شعر صنعت تلمیح میں بھی شمار ہوگا۔ صنعت مقابلہ میں حضرت رضاؔ بریلوی کا یہ شعر اپنی ایک انفرادی شان رکھتا ہے۔ کیوں کہ مصرعہ اولیٰ کے تمام الفاظ کے مقابلے میں مصرعہ ثانی میں الفاظ لائے گئے ہیں۔

صنعت مستزاد:

وہی رب ہے جس نے تجھ کو، ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو، ترا آستاں بتایا تجھے حمد ہے خدایا

صنعت لف ونشر:

گیت کلیوں کی چٹک، غزلیں ہزاروں کی چہک
باغ کے سازوں میں بجتا ہے ترانا تیرا

اس شعر میں پہلے گیت کا اور بعد میں ترانا کا، کلیوں کے بعد چٹک ہزاروں نغمنی بلبلیں کے بعد چہک، ساز کے بعد بجنا کا ذکر ہے۔

صنعت مرصعہ:

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروروں درود
ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب نام ہوا مصطفےٰ تم پہ کروروں درود

صنعت تنسیق الصفات:

وہی نور حق، وہی ظل رب، ہے انھیں سے سب، ہے انھیں کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

اس شعر میں حضرت رضاؔ نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صفات کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً: نور حق، ظل رب انھیں سے سب، انھیں کا سب، آسمان ملک، زمیں ملک، زمان ملک۔

صنعت اتصال تربیعی:

جات بالا تر ز وہم جائہا جائہا خود ہست بہر پائہا
پائہا چہ بود کہ سرہا زیر پات پات ہم کہ چوں فرود آئی ز جات

صنعت مقلوب مستوی:

دل پہ کندہ ہو ترا نام کہ وہ دزد رجیم
الٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طغرا تیرا

اس شعر میں لفظ ''دزد'' کا استعمال کیا گیا ہے۔ یہ لفظ سیدھا یا الٹا یکساں ہی پڑھا جائیگا۔

اب تو ہے گریۂ خوں گوہر دامان عرب
جس میں دو لعل تھے، زہرا کے وہ تھی کان عرب

اس شعر میں ''لعل'' ہے وہ سیدھا اور الٹا دونوں طریقوں سے یکساں پڑھا جائے گا۔

صنعت مقلوب کل:

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

اس شعر میں لفظ ''فرش'' کو الٹا دینے سے لفظ ''شرف'' (بزرگی) بنتا ہے۔ ''کیا'' کو الٹا دینے سے ''ایک'' بنتا ہے۔ ''عرش'' کو الٹا دینے سے لفظ ''شرع'' (مذہب) بنتا ہے۔

نہ روح امیں، نہ عرش بریں، نہ لوح مبیں، کوئی بھی کہیں
خبر ہی نہیں، جو رمزیں کھلیں، ازل کی نہاں، تمہارے لئے

اس شعر میں لفظ ''روح'' کو الٹا دینے سے لفظ ''حور'' بنتا ہے۔ ''امین'' کو الٹا دینے سے لفظ ''نیما'' (آدھا) بنتا ہے۔ ''عرش'' کو الٹا دینے سے لفظ ''شرع'' بنتا ہے۔ ''لوح'' کو الٹا دینے سے لفظ ''حول'' (اردگرد) بنتا ہے۔

صنعت حسن طلب:

اپنی ستاری کا یا رب واسطہ　　　ہوں نہ رسوا برسر دربار ہم

تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف وعطا، ہے تجھی پہ بھروسا تجھی سے دعا
مجھے جلوہ پاک رسول دکھا، تجھے اپنے ہی عز و علا کی قسم

صنعت مسمط:

اپنے مولیٰ کی ہے بس شان عظیم، جانور بھی کریں جن کی تعظیم
سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم، پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں

اس شعر میں عظیم، تعظیم اور تسلیم ہم قافیہ کے ساتھ تین ٹکڑے شعر کا حسن بڑھا رہے ہیں۔

تو ہے خورشید رسالت پیارے، چھپ گئے تیری ضیا میں تارے
انبیا اور ہیں سب مہ پارے، تجھ سے ہی نور لیا کرتے ہیں

صنعت ایہام:

صف ہر شجرہ میں ہوتی ہے سلامی تیری — شاخیں جھک جھک کے بجالاتی ہیں مجرا تیرا
چرخ پر چڑھتے ہی چاندی میں سیاہی آگئی — کر چکی ہیں بدر کو ٹکسال باہر ایڑیاں

صنعت اشتقاق:

مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے، نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

اس شعر میں مٹ، مٹتے، مٹ جائیں گے۔ مٹا، مٹے گا کے الفاظ ہیں۔ یہ تمام الفاظ ایک ہی ماخذ سے اور معنی میں بھی موافقت رکھتے ہیں۔

سارے اچھوں سے اچھا سمجھیے جسے
ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی ﷺ

اس شعر میں اچھوں، اچھا، اچھے اور اچھا کے الفاظ ایک ہی ماخذ سے ہیں۔

صنعت شبہ اشتقاق:

ابن زہرا سے ترے دل میں ہیں یہ زہر بھرے
بل بے او منکر بے باک یہ زہرا تیرا

اس شعر میں لفظ زہرا، زہر اور زہرا تین الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔ تینوں الفاظ بظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن تینوں الگ ماخذ سے ہیں اور تینوں الگ معنوں میں ہیں۔
زہرا=سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا لقب ہے، زہر=سم، ہلاہل، زہرا=حوصلہ، دلیری الفاظ کے معنی جاننے کے بعد اب شعر کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا۔

سونا پاس ہے، سونا بن ہے، سونا زہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا ہے نیند ہے میٹھی تیری مت ہی نرالی ہے

اس شعر میں سونا= مالا Gold، سونا= ویران اور سونا= نیند کرنا بظاہر ایک ہی ماخذ کے الفاظ محسوس ہوتے ہیں۔ لیکن تینوں الفاظ کے ماخذ الگ الگ ہیں۔

صنعت سیاق الاعداد:

ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

اس شعر میں ایک سو اور لاکھ کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

جو ایک بار آئے دوبارہ نہ آئیں گے
رخصت ہی بارگاہ سے بس اس قدر کی ہے

اس شعر میں ایک اور دو کے اعداد استعمال کئے گئے ہیں۔ حضرت رضاؔ بریلوی کے کلام میں الفاظ کی جدت کے ساتھ ساتھ شعر کی روانی، مضمون کی عمدگی اور عشق کا سوز وگداز اشعار کے محاسن میں مزید اضافہ کر رہے ہیں۔ حضرت رضاؔ کا کلام دنیاے اردو ادب کے شعرا کو ایک نئی راہ دکھا رہا ہے بلکہ دعویٰ اور دلیل کے شواہد سے ثابت کر رہا ہے کہ شعر وادب کے حسن اور رنگینی کے لئے عشق مجازی کے بجائے عشق حقیقی میں نظم کئے گئے اشعار میں زیادہ رنگت اور نکھار لایا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کے لئے لازمی ہے کہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم صداقت اور خلوص پر مبنی ہو۔ ان صنعتوں کے علاوہ فنی لحاظ سے اور بھی کئی محاسن کا تذکرہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت رضاؔ کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' کے ہر ہر شعر کو غور وفکر و فہم وتدبر کی نظر سے غور کریں اور تحقیق کریں تو کئی نئی نئی معلومات واضح ہونے کے امکانات باقی ہیں۔

....

''مفتی اعظم نائب امام احمد رضا ہیں۔ ان کے چہرے کی لمحہ بھر زیارت مدۃ العمر کی بے ریا عبادت سے بدرجہا بہتر ہے۔ آؤ تم بھی چلو ان کی زیارت کرلو، ایمان میں جلا، روح میں بالیدگی اور احساس وشعور میں علم کا ذوق نکھر پڑے گا۔ بزرگوں کی نگاہ کرم سے کیا کچھ نہیں ملتا......''

علامہ بدر القادری مصباحی

اسلامک اکیڈمی، ہالینڈ

(تاجدار اہلسنت، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی، ص ۲۲۱)

سائنسی نظریات پر اعلیٰ حضرت کی تحقیقات

رضوی سلیم شہزاد*

سرزمین پاک و ہند پر تقریباً ایک ہزار سال تک مسلمانوں کی حکومت رہی۔ پھر انگریز تاجر بن کر آئے اور سازشوں کے ذریعہ حکمراں بن بیٹھے۔ وہ اس حقیقت سے پوری طرح باخبر تھے کہ مسلمانوں کی ترقی و بقا کا راز ان کے ایمان اور اتحاد میں مضمر ہے، یہی وجہ تھی کہ انھوں نے اپنی تمام تر توانائیاں اسی بنیاد کو کمزور بنانے اور ختم کرنے میں صرف کردیں۔ دینی مدارس کو بے اثر بنانے کیلئے اسکول اور کالج کھولے گئے اور وہاں پر تعلیم پانے والے بچوں کے ذہنوں کو الحاد اور بے دینی کے زہر سے مسموم کیا گیا۔ اتحاد ملت کو ختم کرنے کے لئے نئے نئے پیدا ہونے والے خیالات کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ چنانچہ اسی دور میں اس قسم کے مباحث پھیلے کہ:

☆ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں؟

☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی آجائے تو آپ کے خاتم النبیین ہونے میں فرق آئے گا۔ یا نہیں؟ (معاذ اللہ)

جبکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے تو نبی ہونے کا دعویٰ ہی کردیا۔

☆ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر محبوبان خدا کی شان میں توہین و تنقیص کی زبان درازی کی گئی۔

نتیجہ یہ ہوا کہ امت مسلمہ کئی فرقوں میں بٹ گئی اور متحدہ پاک و ہند میں اتنے فرقے پیدا ہوگئے کہ دوسرے کسی بھی اسلامی ملک میں اتنے فرقے نہیں ملیں گے۔

یہ وہ ماحول تھا جب سرزمین بریلی میں امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے اور تقریباً چودہ سال کی عمر میں مروجہ علوم دینیہ حاصل کر کے اسلام کی خدمت و حفاظت کی مسند پر فائز ہوگئے۔ انھوں نے ایک ہزار کے لگ بھگ چھوٹی بڑی کتابیں لکھیں اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت کے خلاف لب کشائی کرنے والوں پر بھرپور تنقید کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام، اہل بیت عظام، ائمہ مجتہدین اور اولیاے کاملین کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا شدید محاسبہ کیا۔ قادیان میں انگریزوں کے کاشتہ پودے مرزا غلام احمد قادیانی کا شدید رد کیا۔ اس دور میں پائی جانے والی بدعتوں کے خلاف جہاد کیا۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کی جانے والی سازشوں کے تارو پود بکھیر کر رکھ دیئے۔ سلف صالحین کے طریقوں سے نیز مذہب حنفی کے دلائل قاہرہ سے صحیح اسلامی عقائد و نظریات کی حفاظت و حمایت کی۔

*رکن رضا اکیڈمی، اسلام پورہ مالیگاؤں، ضلع ناسک

غرضیکہ انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر ہر محاذ پر قلمی جہاد کیا۔ اور تمام عمر جہاد کرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ۵۴ رسے زائد علوم وفنون میں حیرت انگیز مہارت عطا فرمائی تھی۔ مسلم یونیورسٹی، علیگڈھ کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین، ریاضی کا ایک لانیخل مسئلہ لے کر حاضر ہوئے۔ جسے آپ نے اسی وقت حل کر دیا۔ تو وہ بے ساختہ پکار اٹھے کہ: ''یہ ہستی صحیح معنوں میں نوبل پرائز کی مستحق ہے۔'' (۱)

تحقیقات علمیہ میں امام احمد رضا بریلوی کا بلند ترین مقام تو اہل علم کے نزدیک مسلم ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ شعر وادب میں قادر الکلام اساتذہ کی صف میں شامل تھے۔ جامعۃ الازھر، مصر کے ڈاکٹر محی الدین الوائی نے اس امر پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ علمی موشگافیاں کرنے والا محقق، نازک خیال ادیب وشاعر بھی ہوسکتا ہے۔ البتہ انھوں نے اصناف سخن میں سے حمد باری تعالیٰ، نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور منقبت اولیا کو منتخب کیا اور قصیدۂ معراجیہ اور مقبولیت عامہ حاصل کرنے والے سلام ع

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

جیسے ادب پارے پیش کئے۔ فلسفۂ جدیدہ (جدید سائنس) اور فلسفۂ قدیمہ کے غیر اسلامی نظریات پر ''الکلمۃ الملھمۃ'' اور ''فوز مبین'' میں سخت تنقید کی۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ سائنس کو اسلامی بنانے کیلئے ضروری ہے کہ سائنس کو اسلام کے تابع کیا جائے نہ کہ اسلام کو سائنس کے سانچے میں ڈھال دیا جائے۔ (۲)

آیئے الملفوظ کے حوالے سے سائنس پر اعلیٰ حضرت کی وسعت نظر پر چند مثالیں ملاحظہ کی جائیں۔

عمدہ پانی:

ایک مرتبہ بریلی شریف کے پانی کی نفاست کا ذکر اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں ہوا تو اس پر آپ نے ارشاد فرمایا: ''میں نے مدینہ طیبہ سے بہتر پانی کہیں نہ پایا۔ خدام کرام حاضرین بارگاہ کے لئے زورقوں میں پانی بھر کر رکھتے ہیں۔ گرمی کے موسم میں اس شہر کریم کی ٹھنڈی نسیمیں اتنا سرد کر دیتی ہیں کہ بالکل برف معلوم ہوتا ہے۔ عمدہ پانی کی تین صفتیں ہیں اور وہ تینوں اس میں اعلیٰ درجہ پر ہیں۔ ایک صفت یہ ہے کہ ہلکا ہو، اور وہ پانی اسقدر ہلکا ہے کہ پیتے وقت حلق میں اس کی ٹھنڈک تو محسوس ہوتی ہے اور کچھ نہیں۔ اگر خنکی نہ ہو تو اس کا اترنا بالکل معلوم نہ ہو۔

دوسری صفت شیرینی، وہ پانی اعلیٰ درجہ کا شیریں ہے۔ ایسا شیریں میں نے کہیں نہ پایا۔ تیسری صفت خنکی، یہ بھی اس میں اعلیٰ درجہ پر ہے۔'' (۳)

آج سائنس نے بھی مذکورہ تینوں خوبیاں پائے جانے والے پانی کو عمدہ پانی قرار دیا ہے۔

زمین و آسمان کا فاصلہ:

اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں سوال کیا گیا کہ فلک ثوابت کا فاصلہ کتنا ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ''واللہ اعلم ۔ سب سے قریب تر ثابتہ جو مانا گیا ہے ۔ وہ نو ارب انتیس کروڑ میل ہے ۔'' آپ مزید فرماتے ہیں کہ زمین سے سدرۃ المنتہیٰ تک پچاس ہزار برس کی راہ ہے ۔ اس سے آگے مستوی ۔ اس کا بُعد (یعنی دوری) اللہ جانے ۔ پھر اس کے آگے عرش کے ستر ہزار حجاب ہیں ۔ ہر حجاب سے دوسرے حجاب تک پانچسو (۵۰۰) برس کا فاصلہ ہے اور اس سے آگے عرش ۔ اور ان تمام وسعتوں میں فرشتے بھرے ہیں ۔ حدیث میں ہے آسمانوں میں چار انگل جگہ نہیں جہاں فرشتے نے سجدے میں پیشانی نہ رکھی ہو ۔ فرمایئے کس قدر فرشتے ہیں ۔ وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ ''اور تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔''(۴)

درج بالا بیان سے یہ تو معلوم ہو ہی گیا کہ زمین سے عرش کے درمیان فاصلہ کتنا ہے؟ کہ سب سے پہلا فلک ثابتہ (آسمان) نو ارب انتیس کروڑ میل اس کے بعد سدرۃ المنتہیٰ، پھر مستوی، پھر ستر ہزار حجابات اور پھر عرش ہے ۔ اب آیئے ۔ کرسی کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ملاحظہ فرمائیں جسے پڑھ کر ایک مومن کی روح جہاں تڑپ اٹھتی ہے وہیں اعلیٰ حضرت کی وسعت مطالعہ کا اعتراف بھی کرنا پڑتا ہے ۔

کرسی کی کیا صورت ہے؟:

اس ضمن میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ۔ کرسی کی صورت اہل شرع و حدیث نے کچھ ارشاد نہ فرمائی ۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ وہ آٹھواں آسمان ہے، (جو) ساتوں آسمانوں کو محیط ہے ۔ تمام کواکب ثابتہ اسی میں ہیں ۔ مگر شرع نے یہ نہ فرمایا ۔ اسی طرح عرش کو جہلائے فلاسفہ کہتے ہیں کہ نواں آسمان ہے اور اس کو ''فلک اطلس'' کہتے ہیں کہ اس میں کوئی کوکب نہیں ۔ مگر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام آسمان و زمین کو محیط ہے اور اس میں پائے ہیں یاقوت کے ۔ اس وقت تو چار فرشتے اس کو کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں ۔ اور قیامت کے دن آٹھ فرشتے اٹھائیں گے ۔ اور یہ تو قرآن عظیم سے ثابت ہے ۔ وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّکَ فَوْقَھُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَۃٌ اور اٹھائیں گے تیرے رب کے عرش کو اپنے اوپر اس دن (فرشتے) اور ان فرشتوں کے پانوں سے زانوؤں تک پانچ سو (۵۰۰) برس کی راہ کا فاصلہ ہے ۔ آیۃ الکرسی کو اسی وجہ سے آیۃ الکرسی کہتے ہیں کہ اس میں کرسی کا ذکر ہے ۔ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اس کی کرسی آسمان و زمین کی وسعت رکھتی ہے ۔

اسی ضمن میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: آسمان ہی کی وسعت خیال میں نہیں آتی۔ بیچ کا آسمان (چوتھا) جس میں آفتاب ہے اس کا نصف قطر نو کروڑ تیس لاکھ میل ہے۔ اور پانچواں اس سے بڑا۔ پانچویں کا ایک چھوٹا پرزہ جسے تدویر کہتے ہیں وہ آفتاب کے آسمان سے (چوتھے آسمان سے) بڑا ہے پھر یہی نسبت پانچویں کو چھٹے کے ساتھ ہے اور اس کو ساتویں کے ساتھ۔ اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ یہ سب کرسی کے سامنے ایسا ہے کہ ایک لق ودق میدان میں جس کا کنارہ نظر نہیں آتا ایک چھلا پڑا ہو۔ اور ان سب عرش، وکرسی اور زمین وآسمان کی وسعت ایسی ہی ہے عظمت قلب مبارک سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے۔ اور قلب مبارک کی عظمت کو کوئی نسبت ہی نہیں ہوسکتی، عظمت عزت جل جلالہ سے، یہ غیر متناہی وہ متناہی۔ اور متناہی کو غیر متناہی سے نسبت محال۔ سیدی شریف عبد العزیز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں مومن کامل کی وسعت نگاہ میں ایسے ہیں جیسے کسی لق ودق میدان میں ایک چھلا پڑا ہو۔ اللہ اکبر! جب غلاموں کی یہ شان ہے تو عظمتِ شان اقدس کو کون خیال کرے؟(۵)

یہاں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کی وسعت بیان کرتے ہیں کہ جس طرح ایک لق ودق میدان ہو کہ تا حد نظر میدان کے علاوہ چاروں طرف کچھ نہ ہو۔ اور ایسے میدان میں ایک چھلا (انگوٹھی) پڑی ہو تو اس انگوٹھی کی میدان سے کوئی نسبت نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح عرش، کرسی، زمین، آسمان ان تمام کی وسعت، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کی وسعت کے آگے ایک چھلے (انگوٹھی) کے مانند ہے جو لق ودق میدان میں پڑا ہو۔ اور وسعت قلب سے مراد وسعت علم ونظر ہے۔

آسمان کہاں ہے؟:

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا کہ حضور دوربین سے آسمان نظر آتا ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب ارشاد فرمایا:

"ہم اپنی آنکھوں سے تو دیکھ رہے ہیں۔ کیا دوربین لگانے سے اندھا ہو جاتا ہے کہ بغیر دوربین کے دیکھتے ہیں اور دوربین سے سجھائی نہ دے۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہم جس کو دیکھ رہے ہیں یہی آسمان ہے۔ اَفَلَمْ یَنْظُرُوْٓا اِلَی السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ کَیْفَ بَنَیْنٰهَا وَزَیَّنّٰهَا وَمَالَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ٥ وزینها للنظرین ٥ وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ ٥ ترجمہ: کیا انھوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا ہم نے اس کو کیسا بنایا اور ہم نے اس کو کیسی زینت دی۔ اور اس میں کوئی شگاف نہیں۔ ہم نے اسے خوبصورت بنایا دیکھنے والوں کے واسطے۔ کیا وہ آسمان کو نہیں دیکھتے کیسا بلند بنایا گیا...... فلاسفہ بھی یہی کہتے

تھے کہ جو نظر آتا ہے یہ آسمان نہیں ۔آسمان شفاف بے لون ہے (پھر فرمایا) اس سے اکذب (جھوٹا) کون جس کی تکذیب قرآن کرے۔آپ مزید فرماتے ہیں کہ نجات منحصر ہے اس بات پر کہ ایک ایک عقیدہ اہلسنت وجماعت کا ایسا ہو کہ آسمان وزمین ٹل جائیں اور وہ نہ ٹلے پھر اس کے ساتھ ہر وقت خوف لگا ہو۔ علمائے کرام فرماتے ہیں جس کو سلب ایمان کا خوف نہ ہو مرتے وقت اس کا ایمان سلب ہو جائے گا۔(۶)

دائرۂ دنیا:

آیئے اب عرف عام میں جسے دنیا کہا جاتا ہے اس کی وسعت کے متعلق جاننے کیلئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں چلیں ۔آپ سے جب دریافت کیا گیا کہ دائرۂ دنیا کہاں تک ہے؟ تو آپ نے وہ جواب عنایت فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ ماننے والوں کی عقلیں بھی حیران ہیں ۔اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"ساتوں آسمان، ساتوں زمین دنیا ہے اور ان سے وراسدرۃ المنتہیٰ، عرش وکرسی، دارِ آخرت ہے۔" اس ضمن میں آپ نے مزید فرمایا کہ دارِ دنیا شہادت (ظاہر) ہے اور دارِ آخرت غیب (پوشیدہ) غیب کے کنجیوں کو مفاتیح اور شہادت کی کنجیوں کو مقالید کہتے ہیں ۔قرآن عظیم میں ارشاد ہوتا ہے۔ **وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ** اللہ ہی کے پاس ہیں غیب کی مفاتیح (کنجیاں) ان کو خدا کے سوا کوئی (بذات خود) نہیں جانتا۔ اور دوسری جگہ فرمایا۔ **لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** خدا ہی کیلئے ہیں مقالید (کنجیاں) آسمان وزمین کی ۔اور مفاتیح کا اول حرف میم (م) وحرف آخر (ح) اور مقالید کا اول حرف میم (م) وحرف آخر (د) دال ، انہیں مرکب کرنے سے نام اقدس ظاہر ہوتا ہے ۔ (م+ح+م+د=محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے یا تو اس طرف اشارہ ہے کہ غیب وشہادت کی کنجیاں سب دیدی گئی ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو۔کوئی شے ان کے حکم سے باہر نہیں ۔

دو جہاں کی بہتریاں نہیں کہ امانیِ دِل و جاں نہیں
کہو کیا ہے وہ جو یہاں نہیں مگر اک نہیں کہ وہ ہاں نہیں

اور یا اس طرف اشارہ ہو سکتا ہے مفاتیح ومقالید غیب وشہادت سب حجرۂ خفا یا عدم میں مقفل تھیں ۔وہ مفتاح یا مقلاد جس سے ان کا قفل کھولا گیا اور میدان ظہور میں لایا گیا وہ ذات اقدس ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کہ اگر یہ تشریف نہ لاتے تو سب اسی طرح مقفل حجرۂ عدم یا خفا میں رہتے (۷) ۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

خلا کا واقع ہونا ممکن ہے:

آیئے! اب دیکھیں کہ خلا کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا فرماتے ہیں؟ واضح رہے کہ سائنسدانوں کے نزدیک زمین کے چاروں طرف ہوا کا غلاف ہے جو قریب (۴۵) پینتالیس کلومیٹر کی بلندی تک ہے اور اس کے بعد غیر متناہی خلا واقع ہے۔ اس تعلق سے جب اعلیٰ حضرت سے دریافت کیا گیا کہ حضور خلا ممکن ہے تو آپ نے فرمایا:

''خلا بمعنی فضا تو واقع ہے۔ اور خلا بمعنی فضائے خالی عن جمیع الاشیاء، موجود تو نہیں لیکن ممکن ہے۔ فلاسفہ جتنی دلیلیں بیان کرتے ہیں جزء لایتجزی (کسی بھی شے کا وہ سب چھوٹا حصہ جس کی مزید تقسیم محال ہو اسے جزء لایتجزی کہیں گے۔) اور خلا وغیرہ کے استحالہ میں وہ سب مردود ہیں۔ کوئی دلیل فلاسفہ کی ایسی نہیں جو ٹوٹ نہ سکے۔ فلاسفہ نے جتنی دلیلیں قائم کی ہیں وہ سب اتصال اجزا کو باطل کرتی ہیں۔ وجود جز کو باطل نہیں کرتیں۔ اور ترکب جسم کیلئے اتصال ضروری نہیں۔ دیوارِ جسم مرکب ہے اور اس کے اجزا متصل نہیں۔'' (۸)

جوھر کی تعریف:

یہاں ہم سب سے پہلے مشہور سائنسداں جان ڈالٹن کا نظریہ جوھر کے متعلق پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے:

" According to John Dalton's theory (1808) an atom is a particle of matter which is small, rigid, spherical and indivisible."

جس کے مطابق کسی بھی مادے کے سب سے چھوٹے، ٹھوس، کروی اور غیر منقسم جز کو جوھر کہتے ہیں۔

اس پس منظر کو نگاہ میں رکھتے ہوئے اب اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں چلتے ہیں۔ جہاں آپ سے اس شعر۔

نقشۂ شاہِ مدینہ صاف آتا ہے نظر
جب تصور میں جماتے ہیں سراپا غوث کا

کا مطلب دریافت کیا گیا تو آپ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق ''جوھر حسن'' کو کتنے پیارے انداز میں بیان فرمایا ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

اس کے معنی یہ ہیں کہ جمال غوثیت آئینہ ہے جمال اقدس کا۔ اس میں وہ شبیہ مبارک دکھائی دے گی۔ (پھر فرمایا) امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل مبارک سر سے سینہ تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ تھی۔ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سینہ سے ناخن پا تک، اور حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر سے پاؤں تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہ ہوں گے...... (پھر فرمایا)

اور یہ تو ظاہری شباہت ہے۔ ورنہ فی الحقیقت وہ ذات اقدس تو شبیہ سے منزہ و پاک بنائی گئی ہے کوئی ان کے فضائل میں شریک نہیں۔ امام محمد بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں عرض کرتے ہیں۔

مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْکٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ

فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمٖ

ترجمہ: حضور اپنے تمام فضائل و محاسن میں شریک سے پاک ہیں جو ''جوہر حسن'' آپ میں غیر منقسم ہے۔

اب ملاحظہ فرمائیں اعلیٰ حضرت امام عشق و محبت نے ''جوہر'' کی تعریف کیا فرمائی ہے۔

''اہلسنت کی اصطلاح میں جوہر اس جزو کو کہتے ہیں جس کی تقسیم محال ہو۔ یعنی حضور کے حسن میں سے کسی کو حصہ نہیں ملا۔'' (۹)

زمین اور آسمان قیامت میں:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب دریافت کیا گیا کہ یہ زمین قیامت کے روز دوسری زمین سے بدل دی جائے گی؟ آپ نے ارشاد فرمایا:

''ہاں ان زمین و آسمان کا دوسری زمین و آسمان سے بدلا جانا تو قرآن عظیم سے ثابت ہے۔ ارشاد ہوتا ہے یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ

ترجمہ: جس دن بدل دی جائے گی یہ زمین اس زمین کے سوا اور آسمان اور لوگ سب نکل کھڑے ہوں گے ایک اللہ کے سامنے جو سب پر غالب ہے۔ مگر آسمان کیلئے یہ نہیں معلوم کہ وہ آسمان کاہے کا ہوگا۔ ہاں زمین کے بارے میں صحیح حدیث آتی ہے۔ جس میں ہے کہ آفتاب قیامت کے دن سوا میل پر آجائے گا۔ صحابی جو اس کے راوی ہیں فرماتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ میل سے مراد میل مسافت ہے یا میل سرمہ (پھر فرمایا) اگر میل مسافت ہی مراد ہے تو بھی کتنا فاصلہ ہے آفتاب چار ہزار برس کے فاصلہ پر ہے اور پھر اس طرف پیٹھ کئے ہے اس روز کہ سوا میل پر ہوگا اور اس طرف منہ کئے ہوگا اس روز کی گرمی کا کیا پوچھنا اسی حدیث میں ہے کہ زمین لوہے کی کردی جائے گی۔ پھر فرمایا اور جنت میں چاندی کی زمین ہو جائے گی اور یہ زمین وسعت کیا رکھتی ہے ان تمام انسانوں جانوروں کیلئے جو روز ازل سے روز آخر تک پیدا ہوئے ہونگے۔ حدیث میں ہے کہ رحمٰن بڑھائے گا زمین کو جس طرح روٹی بڑھائی جاتی ہے۔ اس وقت کروی شکل پر ہے اسلئے اس کی گولائی ادھر کی اشیا کو حائل ہے اور اس وقت ایسی ہموار کردی جائے گی کہ اگر ایک دانہ خشخاش کا اس کنارہ پر پڑا ہو اس کنارہ زمین سے دکھائی دے گا۔ حدیث میں ہے۔ دیکھنے والا ان سب کو دیکھے گا اور سنانے والا ان سب کو سنائے گا۔

پھر لوگوں نے اعلیٰ حضرت سے دریافت کیا کہ یہ صحیح ہے کہ یہ زمین جنت کی شکر بنادی جائے گی اس سوال پر اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا: میں نے نہ دیکھا (مطالعہ میں نہ آیا) ہاں یہ تو ہے کہ محشر کے عرصات میں گرمی شدت کی ہوگی۔ پیاس بہت ہوگی اور دن طویل ہوگا۔ بھوک کی تکلیف بھی ہوگی۔ اس لئے مسلمان کیلئے زمین مثل روٹی کے ہوجائے گی کہ اپنے پاؤں کے نیچے سے توڑے گا اور کھائے گا۔" (۱۰)

یہاں تک تو ہم نے اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نظریات جو سائنس کی ایک اہم شاخ علمِ فلکیات سے متعلق ہیں۔ اس کا مطالعہ کیا، جن سے مجدد دین وملت نے اسلامی افکار کو واضح کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسلامی عقائد ونظریات جدید وقدیم سائنس کے تابع نہیں بلکہ سائنس، اسلامی عقائد ونظریات کے تابع ہے۔ آیئے اب علم نجوم پر اعلیٰ حضرت کی ایک زبردست تحقیق تاریخ کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت آدم علیہ السلام سے قبل زمین پر کسی قوم کا وجود تھا:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں ایک مرتبہ مصر کے میناروں کا تذکرہ ہوا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ ان (میناروں) کی تعمیر حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلاۃ والسلام سے چودہ ہزار برس پہلے ہوئی۔ نوح علیہ السلام کی امت پر جس روز عذاب طوفان نازل ہوا ہے۔ پہلی رجب تھی، بارش بھی ہورہی تھی اور زمین سے بھی پانی ابل رہا تھا۔ بحکم رب العالمین حضرت نوح علیہ السلام نے ایک کشتی تیار فرمائی جو ۱۰ ررجب کو تیرنے لگی۔ اس کشتی پر اسی آدمی سوار تھے۔ جس میں دو نبی تھے۔ (حضرت آدم و حضرت نوح علیہم السلام) حضرت نوح علیہ السلام نے اس کشتی پر حضرت آدم علیہ السلام کا تابوت رکھ لیا تھا۔ اور اس کے ایک جانب مرد اور دوسری جانب عورتوں کو بٹھایا تھا۔ پانی اس پہاڑ سے، جو سب سے بلند تھا ۳۰ رہاتھ اونچا ہوگیا تھا۔ دسویں محرم کو چھ ماہ کے بعد سفینۂ مبارکہ جودی پہاڑ پر ٹھہرا۔ سب لوگ پہاڑ سے اترے اور پہلا شہر جو بسایا اس کا سوق الثمانین نام رکھا۔ یہ بستی جبل نہاوند کے قریب متصل موصل واقع ہے۔ اس طوفان میں دو عمارتیں مثل گنبد ومینار کے باقی رہ گئی تھیں۔ جنہیں کچھ نقصان نہ پہنچا۔ اس وقت روئے زمین پر سوائے ان کے اور عمارت نہ تھی۔

امیر المومنین حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے انہیں عمارتوں کی نسبت منقول ہے۔ ترجمہ: یعنی دونوں عمارتیں اس وقت بنائی گئیں جب ستارۂ لنسر نے برج سرطان میں تحویل کی تھی۔ لنسر دو ستارے ہیں۔ لنسر واقع اور لنسر طائر۔ اور جب مطلق بولتے ہیں تو اس سے لنسر واقع مراد ہوتا ہے ان کے دروازے پر گدھ کی تصویر ہے اور اس کے پنجہ میں گنگچہ جس سے تاریخ تعمیر کی طرف

اشارہ ہے۔ مطلب یہ کہ جب لنسر واقع برج سرطان میں آیا اس وقت یہ عمارت بنی جس کے حساب سے بارہ ہزار چھ سو چالیس (۱۲۶۴۰) سال ساڑھے آٹھ مہینے ہوتے ہیں کہ ستارہ چونسٹھ برس قمری سات مہینے ستائیس دن میں ایک درجہ طے کرتا ہے اور اب برج جدی کے سولہویں درجہ میں ہے تو جب سے چھ برج ساڑھے پندرہ درجہ سے زائد طے کر گیا تو حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی تخلیق سے بھی تقریباً پونے چھ ہزار برس پہلے کے بنے ہوئے ہیں کہ ان کی آفرینش کو سات ہزار برس سے کچھ زائد ہوئے۔ لاجرم یہ قوم جن کی تعمیر ہے کہ پیدائش آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے پہلے ساٹھ ہزار برس زمین پر رہ چکی تھی۔ (۱۱)

اللہ اکبر! یہ ہے اعلیٰ حضرت کی علم نجوم، علم تاریخ اور علم ہندسہ پر مضبوط گرفت کی ایک چھوٹی سی مثال۔ مجدد دین وملت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مرکۃ الآرا تصنیف ''فوز مبین در رد حرکت زمین'' میں گیلیلو کے گرنے والے اجسام کے اصول (Law of falling Bodies) اور کشش ثقل کا اصول (Law of Gravitation) کا رد کیا ہے۔ البرٹ آئن سٹائن کے نظریہ اضافت پر (Theory of Relativity) پر گفتگو کی ہے۔ ارشمیدس کے اصول (کہ پانی میں اشیا کے وزن میں ہٹائے ہوئے پانی کے وزن کے بقدر کمی ہو جاتی ہے) کی تائید کی ہے۔ اسی طرح اس کتاب میں اعلیٰ حضرت نے مدوجزر کی تفصیلات پر بہت طویل بحث کی ہے۔ دیگر سیاروں پر اجسام کے اوزان میں کمی وبیشی پر تبصرہ کیا ہے۔ Centrifugal (مرکز گریز یا دافع عین المرکز) کے اصولوں پر کلام کیا ہے۔ علاوہ ازیں سمندر کی گہرائی، زمین کے قطر، مختلف سیاروں کے اہم فاصلے، مختلف مادوں کی کثافت نسبتی (Relative Densities) ہوا کے دباؤ پر سائنسی دعوے کی تفصیلات اور اعداد وشمار سے نہ صرف واقف نظر آتے ہیں بلکہ اپنے دلائل کے ثبوت میں ان اعداد وشمار کا استعمال بھی کیا ہے۔

زمین ساکن ہے:

رد حرکت زمین پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی چند دلیلیں ملاحظہ کیجئے:

دلیل (ا) ہر عاقل جانتا ہے کہ حرکت موجب سکونت وحرارت ہے۔ عاقل درکنار ہر جاہل بلکہ ہر مجنوں کی طبیعت غیر شاعرہ اس مسئلہ سے واقف ہے۔ لہٰذا جاڑے میں بدن بشدت کانپنے لگتا ہے کہ حرکت سے حرارت پیدا کرلے، بھیگے ہوئے کپڑوں کو ہلاتے ہیں کہ خشک ہو جائے۔ یہ خود بدیہی ہونے کے علاوہ **ہیات جدیدہ** (Modern Astronomy) کو بھی تسلیم۔ بعض وقت آسمان سے کچھ سخت اجسام نہایت سوزون ومشتعل (روشن چمکتے جلتے ہوئے) گرتے ہیں۔ جن کا حدوث (واقع ہونا) بعض کے نزدیک یوں ہے کہ قمر پتھر کے آتشی پہاڑوں سے آتے ہیں کہ شدت اشتعال کے سبب جاذبیت قمر

(Attraction of moon) کے قابو سے نکل کر جاذبیت ارض کے دائرے میں آکر گر جاتے ہیں۔
اس پر اعتراض ہوا کہ زمین پر گرنے کے بعد تھوڑی ہی دیر میں سرد ہو جاتے ہیں۔ یہ لاکھوں میل کا فاصلہ طے کرنے میں کیوں نہ ٹھنڈے ہو گئے؟ اس کا جواب یہی دیا جاتا ہے کہ اگر وہ نرے سرد ہیں چلتے یا راہ میں سرد ہو جاتے جب بھی اس تیز حرکت کے سبب آگ ہو جاتے کہ حرکت موجب حرارت اور اس کا افراط باعث اشتعال (Preason of Burning) ہے۔ اب حرکت زمین کی شدت اور اس کے اشتعال وحدت کا اندازہ کیجئے۔ یہ مدار جس کا قطر اٹھارہ کروڑ اٹھاون لاکھ میل ہے۔ اور اس کا دورہ ہر سال تقریباً تین سو پینسٹھ دن پانچ گھنٹے اڑتالیس منٹ میں ہوتا دیکھ رہے ہیں اگر یہ حرکت، حرکتِ زمین ہوتی یعنی ہر گھنٹے میں اڑسٹھ ہزار (۶۸۰۰۰) میل کہ کوئی تیز سے تیز ریل اس کے ہزارویں حصے کو نہیں پہنچتی، پھر یہ سخت قاہر حرکت، نہ ایک دن، نہ ایک سال، نہ سو برس بلکہ ہزار ہا سال سے لگا تار، بے فتور، دائمہ مستمر ہے تو اس عظیم حدت وحرارت (Fury and Heat) کا اندازہ کون کر سکتا ہے جو زمین کو پہنچتی۔ واجب تھا کہ اس کا پانی کب کا خشک ہو گیا ہوتا، اس کی ہوا آگ ہو گئی ہوتی، زمین دہکتا انگارہ بن جاتی، جس پر کوئی جاندار سانس نہ لے سکتا۔ پاؤں رکھنا تو بڑی بات ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ زمین ٹھنڈی ہے، اس کا مزاج بھی سرد ہے، اس کا پانی اس سے زیادہ خنک ہے، اس کی ہوا خوشگوار ہے۔ تو واجب کہ یہ حرکت اس کی نہ ہو، بلکہ اس آگ کے پہاڑ کی جسے آفتاب کہتے ہیں۔ جسے اس حرکت کی بدولت آگ ہونا ہی تھا۔ یہی واضح دلیل حرکت یومیہ جس سے طلوع اور غروب کواکب ہے زمین کی طرف نسبت کرنے سے مانع (Preventer) ہے کہ اس میں زمین ہر گھنٹے میں ہزار میل سے زیادہ گھومے گی۔ یہ سخت دورہ کیا کم ہے؟ اگر کہئے یہی استحالہ قمر میں ہے (استحالہ بمعنی شکل وصورت اور خاصیت میں تبدیلی) کہ اگر چہ اس کا مدار چھوٹا ہے مگر مدت بارہویں حصے سے کم ہے کہ ایک گھنٹے میں تقریباً سوا دو ہزار (۲۲۵۰) میل چلتا ہے۔ اس شدید صریح (واضح) حرکت نے اسے کیوں نہ گرم کیا۔
اقول (میں کہتا ہوں) یہ بھی ہیات جدیدہ (Modem Astronomy) پر وارد ہے۔ جس میں آسمان نہ مانے گئے۔ فضائے خالی میں جنبش ہے تو ضرور چاند کا آگ اور چاندنی کا سخت دھوپ سا گرم ہو جانا تھا لیکن ہمارے نزدیک وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ترجمہ: اور ہر ایک ایک گھیرے میں پیر رہا ہے۔
ممکن ہے فلک قمر یا اس کا وہ حصہ جتنے میں قمر شناوری کرتا ہے خالق حکیم عز جلالہ نے ایسا سرد بنایا ہو کہ اس حرارت حرکت (Moveroental Heat) کی تعدیل کرتا اور قمر کو گرم نہ ہونے دیتا ہو (جیسا کہ جدید ترین تحقیق کے ذریعہ ناسا اور دوسری خلائی ریسرچ ایجنسیوں نے واضح کیا ہے کہ چاند پر

پانی تو موجود ہے لیکن انتہائی سوکھے ہوئے برف کی شکل میں ہے) جس طرح آفتاب کیلئے حدیث میں ہے کہ اسے روزانہ برف سے ٹھنڈا کیا جاتا ہے ورنہ جس چیز پر گزرتا جلا دیتا (**رواہ الطبرانی عن ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم**) (۱۲)

درج بالا مثال سے واضح کہ سورج متحرک ہے اور زمین ساکن ہے۔ آج اعلیٰ حضرت کی عظمت کا جیتا جاگتا ثبوت خود سائنس نے ہمیں فراہم کر دیا ہے۔ مذکورہ کتاب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ نے سکون شمس کا مدلل رد فرمایا ہے اور سائنس کو اعتراف ہے کہ سورج ساکن نہیں ہے بلکہ گردش میں ہے اور زمین ساکن ہے۔ سورج اپنے محور پر ایک چکر پچیس دن میں پورے کرتا ہے اور اپنے مدار (Orbit) میں ڈیڑھ سو میل فی سیکنڈ کی رفتار سے گردش کر رہا ہے۔ جدید سائنسی تحقیقات نے اب یہ بتایا ہے کہ سورج اور چاند کی زندگی ایک روز ختم ہو جائے گی اور یہ کہ سورج ایک مخصوص سمت میں بہا چلا جا رہا ہے۔ آج سائنس اس مقام کا محل وقوع بھی بتاتی ہے اور جہاں تک سورج جا کر ختم ہو گا۔ اسے Solar apex کا نام دیا گیا ہے۔ جس کی طرف سورج بارہ میل فی سیکنڈ کی رفتار سے بہہ رہا ہے۔ (۱۳)

آیئے! اب اس ضمن میں قرآن کریم کی ایک آیت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے سائنسی دلائل پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت کی عظمت وحقانیت کو خراج عقیدت پیش کریں سورۃ یٰسٓ شریف کی اٹھائیسویں آیت ہے جس کا ترجمہ ہے:

"اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کیلئے۔ یہ حکم ہے زبردست علم والے کا"

دلیل (۲) بھاری پتھر اوپر پھینکیں سیدھا وہیں گرتا ہے۔ اگر زمین مشرق کو متحرک ہوتی تو مغرب میں گرتا کہ جتنی دیر وہ اوپر گیا اور آیا اس میں زمین کی وہ جگہ جہاں پر پتھر پھینکا تھا حرکت زمین کے سبب کنارہ، مشرق کو ہٹ گئی۔ **اقول**، زمین کی محوری چال پر سیکنڈ ۴۔۵۰۶ گز ہے اگر پتھر کے جانے آنے میں پانچ سیکنڈ صرف ہوں تو وہ جگہ دو ہزار پانچ سو بتیس گز سرک گئی۔ پتھر تقریباً ڈیڑھ میل مغرب کو گرنا چاہئے حالانکہ وہیں آتا ہے۔ (۱۴)

دلیل (۳) پانی زمین سے بھی کہیں لطیف تر ہے تو (اگر زمین حرکت کر رہی ہوتی تو) پانی کے اجزا میں تلاطم واضطراب سخت ہوتا اور سمندر میں ہر وقت طوفان رہتا۔

دلیل (۴) **اقول**، پھر ہوا کی لطافت کا کیا کہنا۔ واجب تھا کہ آٹھ پہر غرب سے مشرق تک تحت سے فوق تک ہوا کی ٹکڑیاں باہم ٹکراتیں، ایک دوسرے سے پٹا نچیں کھاتیں اور ہر وقت سخت آندھی لاتیں۔ لیکن ایسا نہیں تو بلا شبہ زمین کی حرکت محوری باطل اور اس کا ثبوت وسکون ثابت ومحکم۔ **وللہ الحمد**

وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد و آلہ و صحبہٖ وسلم ۔ آمین (۱۵)

مختصر یہ کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے حرکت زمین کے رد میں ایک سو پانچ دلیلیں دی ہیں۔ جن میں پندرہ اگلی کتابوں کی ہیں اور جن کی اعلیٰ حضرت نے اصلاح وتصحیح کی ہے اور پورے نوے دلیلیں نہایت روشن وکامل بفضلہٖ تعالیٰ آپ کی خاص ایجاد ہیں۔ سائنس دانوں نے صرف اتنا ہی نہیں کہ زمین کو محو گردش ثابت کرنا چاہا ہے بلکہ انھوں نے تو صاف طور سے آسمان کے وجود کا بھی انکار کیا ہے۔ بظاہر اس سادہ بیان انکار میں عوام کو تو کوئی خرابی نظر نہیں آتی ہوگی۔ لیکن اگر ذرا سا غور وفکر کیا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ سائنس دانوں کا یہ نظریہ مذہب اسلام کی بنیاد پر ایک کاری ضرب ہے۔ کیونکہ جب آسمان کوئی چیز ہی نہیں تو توریت، انجیل، زبور، قرآن اور دیگر صحائف انبیا کا آسمان سے نازل ہونا بھی ثابت نہیں ہوگا اور قرآن مجید آسمانی کتاب نہیں مانا جائے گا، مذہب اسلام آسمانی مذہب نہیں مانا جائے گا (معاذ اللہ تعالیٰ) ان حالات میں ضرورت تھی کہ سائنس کے اس باطل نظریے کی بھی بیخ کنی کردی جائے چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا جیسے عاشق صادق اور مجدد دین وملت نے اس فرض کو پورا کیا۔ اور فلاسفۂ یورپ کی اس مصنوعی تحقیق کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ نہ صرف یہ کہ سائنسی دلائل سے ان باطل نظریات کی دھجیاں بکھیر دیں بلکہ مسلمانوں کے اطمینان کیلئے قرآنی آیات واحادیث مبارکہ سے ثابت کیا کہ آسمان کا وجود قطعی طور پر ہے۔ اور زمین وآسمان دونوں ساکن ہیں اور سورج اور چاند گردش کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

☆ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ترجمہ: سورج اور چاند حساب سے ہیں

☆ اور فرماتا ہے، ترجمہ: اے سننے والے کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ رات لاتا ہے دن کے حصے میں اور دن کرتا ہے رات کے حصے میں اور اس نے سورج اور چاند کام میں لگائے ہر ایک ایک مقررہ معیاد تک چلتا ہے

اور حق ثابت ہو گیا اور باطل مٹ گیا۔ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقاً

ایک طرف ہند و پاک کے درجنوں ادارے امام احمد رضا کی تصانیف اور ان کی دینی وملی خدمات پر لکھی جانے والی کتابوں کی اشاعت میں مصروف ہیں، دوسری طرف پٹنہ، میسور، علی گڈھ، کراچی، سندھ اور پنجاب کی یونیورسٹیوں میں امام احمد رضا کے مختلف پہلوؤں پر تحقیقی کام ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے۔ ابھی حال ہی میں محی الدین غزنوی یونیورسٹی آزاد کشمیر میں ''امام احمد رضا چیئر'' قائم کی گئی ہے۔ اسی طرح افریقہ، یورپ، لندن، امریکہ اور شگاگو وغیرہ کی یونیورسٹیوں میں بھی کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ غرضیکہ امام احمد رضا کی عبقری شخصیت کا تعارف بین الاقوامی سطح پر ہو رہا ہے اور وہ دن دور

نہیں جب علمی دنیا ان کے صحیح مقام سے روشناس ہو جائے گی۔(۱۶)

حواشی

(۱) محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ، مقالات رضویہ، ص ۳۶، مطبوعہ لاہور
(۲) ایضاً، ص ۳۷
(۳) محمد مصطفےٰ رضا نوری، علامہ، الملفوظ اول، ص ۳۳، مطبوعہ قادری کتاب گھر بریلی شریف
(۴) ایضاً، چہارم، ص ۱۵
(۵) ایضاً، چہارم، ص ۶۳
(۶) ایضاً، چہارم، ۵۴
(۷) ایضاً، چہارم، ۶۳
(۸) ایضاً، چہارم، ص ۱۵
(۹) ایضاً، سوم، ص ۴۲
(۱۰) ایضاً، چہارم، ص ۷۵
(۱۱) ایضاً، اول، ص ۷۳
(۱۲) احمد رضا بریلوی، امام، فوز مبین در رد حرکت زمین، ص ۱۴۷، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی
(۱۳) اعترافات رضا، ص ۱۰
(۱۴) احمد رضا بریلوی، امام، فوز مبین در رد حرکت زمین، ص ۱۵۳، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی
(۱۵) ایضاً، ص ۱۵۲
(۱۶) محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ، مقالات رضویہ، ص ۳۹، مطبوعہ لاہور

"جب مجھے امام احمد رضا کی عربی نثر کو فنی نقطۂ نظر سے مطالعہ کرنے کا اتفاق ہوا اور جوں ہی ان کے اسلوب اور انداز تحریر کی گہرائیوں میں اترنے لگا تو اس وقت میری حیرت میں اور اضافہ ہوا جب میں نے دیکھا عربی ادب کی تاریخ میں جتنے مدارس فکر (Schools) پائے جاتے ہیں امام احمد رضا کا اسلوب کلیتاً کسی بھی (School) مدرسۂ فکر سے نہیں ملتا بلکہ کسی بھی اسکول کا غلبہ تک اس میں نہیں پایا جاتا بالفاظ دیگر امام احمد رضا کا اپنی عربی تحریر میں ذاتی اسلوب اور (Personal School) ہے۔"

جسٹس سید عتیق الرحمٰن شاہ بخاری
جج سیشن کورٹ، ڈسٹرکٹ خضدار، بلوچستان

(معارف رضا سالنامہ ۲۰۰۳ء کراچی، ص ۱۰۰۔۱۰۱)

مکتوبات یادگار رضا

(ادارہ)

رضا اکیڈمی ممبئی کا سالنامہ ''یادگار رضا'' شائع ہو کر مصنفین وادبا، علما وفقہا اور صاحبان قرطاس و قلم تک پہنچ رہا ہے۔ وقتاً فوقتاً اہل علم افراد کے خطوط آتے رہے...... سالنامہ ۲۰۰۵ء میں ''حضور مفتی اعظم نمبر'' کا اعلان شائع ہوا...... خطوط کے تانتے بندھ گئے ...... ہند و پاک اور بنگلہ دیش کے علاوہ عرب و یورپ اور امریکہ سے بھی مکاتیب موصول ہوئے ...... ای میل سے بھی یادگار رضا کی اشاعت پر تہنیتی پیغامات ملے اور حاج محمد سعید نوری صاحب کی خدمات پر تحسین کے پھول نچھاور کئے گئے...... رضا اکیڈمی کی مطبوعات پر تجزیے اور تعارف قلم بند کئے گئے...... رضا اکیڈمی کی کاوشوں اور اشاعتی سرگرمیوں پر کلمات تبریک نذر کئے گئے...... ضرورت محسوس ہوئی کہ ان خطوط کو مرتب کر کے یادگار رضا کے صفحات کی زینت بنا دیا جائے کہ ان میں بہت کچھ علمی و عملی نکات بیان ہوئے ہیں لیکن بخوف طوالت صرف بعض خطوط کے اقتباسات/ جھلکیاں اور بعض کا خلاصہ پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے:

مولانا محمد احمد مصباحی، الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

مرسلہ کتب (تاجدار اہل سنت، یادگار رضا ۱۴۲۶ھ، چشم و چراغ خاندان برکات) موصول ہوئیں۔ عنایت کا شکریہ۔

یادگار رضا کے مضامین فی الجملہ اچھے ہیں اور زیادہ تر نئے انداز سے، یا نئے پہلوؤں پر گفتگو کی کوشش کی گئی ہے۔ مولانا رکن الدین الوری سے بالعموم لوگ ناواقف ہیں جب کہ الور کے علاقہ میں ان کی خدمات اتنی جرأت مندانہ تھیں کہ اس طرف مخالفین، سنیوں کو ''الوری'' کہتے جیسے دیگر علاقوں میں ''بریلوی'' کہتے۔ ان کا ذکر جمیل باعث تحسین و تشکر ہے۔ ہر ایک پر کیا لکھوں پوری طرح پڑھنا بھی دشوار ہے۔ یہ بھی خوشی کی بات ہے کہ رضا اکیڈمی کے بھی کئی ارکان نے قلمی کاوش میں حصہ لیا ہے۔ مولا تعالیٰ ان کے جذبات کو فروغ بخشے اور علمی و قلمی ترقیوں سے نوازے۔

تاجدار اہلسنت کے مضامین اگر چہ شائع شدہ ہیں مگر کئی جگہ سے یکجا کر کے ایک نئے مجموعہ کی شکل میں اشاعت بہت خوب ہے۔ فی الجملہ اس سے حضرت کا علمی، ادبی، روحانی تعارف ہو سکے گا اور واقف کاروں کو بھی بہت سی باتیں یکجا مل جائیں گی، ناواقفوں کے لیے تو پورا مجموعہ ہی ''سوغات نو'' ہے۔

پروفیسر مسعود احمد صاحب کا مقالہ بھی اختصار کے باوجود معلومات افزا ہے جیسا کہ ان کے مضامین کا عموماً یہی حال ہوتا ہے کہ زیادہ معلومات فراہم کر دیتے ہیں۔

بہر حال آپ کے رفقائے کار اور آپ کے سرپرست الحاج محمد سعید نوری بھی حضرات راقم کی جانب سے ہدیۂ تحسین و تبریک کے مستحق ہیں۔ (مکتوب محررہ ۸/جون ۲۰۰۵ء)

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، لاہور

آپکی ارسال کردہ کتاب ''تاجدار اہلسنت'' اور ''یادگار رضا'' کا سالنامہ ۲۰۰۵ء موصول ہوا، کرم فرمائی کا شکریہ!

مجلہ یادگار رضا حسب معمول منتخب مقالات پر مشتمل ہے، اس میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کے علم و فضل، شعر و سخن، ترجمۂ قرآن کا تذکرہ ہے، عقائد و مسائل بھی بیان کئے گئے ہیں اور مولانا شاہ رکن الدین اور شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی قدس سرہما اور امام احمد رضا بریلوی کے حوالے سے بھی مقالات شامل اشاعت ہیں غرضیکہ یہ ایک حسین گلدستہ ہے، جو آپ حضرات نے برادران اہل سنت کی خدمت میں پیش کیا ہے۔

''تاجدار اہل سنت'' بھی ایسا ہی خوشنما گلدستہ ہے جو حضور مفتی اعظم ہند رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے پیش کیا گیا ہے۔ مولائے کریم تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

فقیر کی طبیعت ناساز رہتی ہے، حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے بارے میں اگر کچھ لکھ سکا تو پیش کردوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ مجاہد سنیت و نوریت جناب محمد سعید نوری صاحب اور دیگر احباب کی خدمت میں السلام علیکم۔ (مکتوب محررہ ۱۴/جون ۲۰۰۵ء)

ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی

نوازش نامہ اور علمی تحائف یادگار رضا، تاجدار اہل سنت اور تصنیفات امام احمد رضا نظر نواز ہوئے۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے اور مزید ہمت و استقامت عطا فرمائے۔ آمین!

دعاؤں میں یاد رکھیں۔ مکرمی مولانا محمد سعید نوری، حافظ شکیل احمد رضوی زید مجدھم کو فقیر کا سلام کہہ دیں۔ (مکتوب محررہ ۱۲/جون ۲۰۰۵ء)

ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی، دہلی

بیرون ملک کے سفر سے لوٹنے کے بعد خطوط کے ڈھیر میں جناب والا کا والا نامہ نظر نواز ہوا، یاد آوری کا شکریہ۔ یادگار رضا، کی خصوصی اشاعت حضور مفتی اعظم نمبر کے لئے آپ حضرات مبارک باد کے مستحق ہیں، محترم نوری صاحب کے اخلاص اور طریق کار سے میں بہت متاثر ہوں۔ رضا اکیڈمی ممبئی کے خصوصی وابستگان مولانا یٰسٓ اختر مصباحی اور مولانا عبدالمبین نعمانی صاحبان اس خصوصی نمبر کے لئے بہترین معاون ثابت ہوں گے، دعا کیجئے کہ اس مجلہ میں شرکت قلمی کا ثواب حاصل کرنے کی سعادت سے محروم نہ رہوں۔

(مکتوب محررہ ۳/اکتوبر ۲۰۰۵ء)

مولانا ملک الظفر سہسرامی، چیف ایڈیٹر سہ ماہی الکوثر، سہسرام

مرسلہ پیکٹ موصول ہوا۔ شکریہ! سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ پر یادگار رضا کا ضخیم نمبر رضا اکیڈمی شائع کرنے جا رہا ہے پیشگی مبارکباد قبول فرمائیں۔ ان شاء المولیٰ حسب فرمائش کچھ تحریر کرنے کی کوشش ہوگی امید کہ مزاج بخیر ہوں گے۔ اراکین ادارہ بالخصوص الحاج محمد سعید نوری صاحب سے سلام مسنون پیش کریں۔

(مکتوب محررہ ۷؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ)

ڈاکٹر مختار الدین احمد، علی گڑھ

یادگار رضا کے خصوصی شمارے کے لیے بشرط فرصت کچھ لکھنے کی کوشش کروں گا۔ موضوع محدود ہے یعنی صرف اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر یا اس میں کچھ وسعت ہے؟ یعنی اعلیٰ حضرت کے معاصرین، تلامذہ و مسترشدین وغیرہ پر بھی آپ مضامین لکھ رہے ہیں اور لکھوا رہے ہیں؟ میرے خیال میں یہ مناسب ہوگا کہ ایسے حضرات پر بھی مضمون کا مطلب یہ ہوگا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے تلامذہ وخلفا میں بھی کیسے کیسے اصحاب تھے۔ میرا تو خیال ہے کہ مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ یا ان کے تلامذہ پر بھی مضامین آپ شائع کریں تو مناسب ہوگا۔ مثال کے طور پر مولانا عمر نعیمی (شاگرد مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی) یا مولانا سید ظہیر احمد زیدی (شاگرد مولانا امجد علی اعظمی) وغیرہ پر مضامین آپ لکھوائیں۔ بریلی کے مدرسے کے قدیم اساتذہ پر بھی۔

کتابچوں کی اشاعت کا سلسلہ مفید ہے اسے جاری رکھئے۔ حضرت ملک العلما علیہ الرحمہ کی ایک تصنیف مولود رضوی کا ایک نسخہ بھیجتا ہوں، اب یہ کمیاب بلکہ نایاب ہوگئی ہے، اسے شائع کر سکتے ہیں۔

(مکتوب محررہ ۳؍ دسمبر ۲۰۰۴ء)

یادگار رضا (۲۰۰۵ء) اور تاجدار اہلسنت کے نسخے موصول ہوئے۔ ممنون ہوا۔ دونوں مجموعے مفید ہیں اور قابل تعریف بات رہی کہ خوبصورت چھپے ہیں اور بہت حد تک صحیح۔ مفتی اعظم کے دو ایک خط ملے ہیں مرتب کر کے بھیج دوں گا۔

(مکتوب محررہ ۲۹؍ جولائی ۲۰۰۵ء)

علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی، کراچی پاکستان

اللہ کریم جل شانہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ہم سب کو مسلک حق اہل سنت و جماعت پر استقامت اور اس کی صحیح خدمت کی توفیق عطا فرمائے، آمین

آپ نے بذریعہ ڈاک تین مطبوعات اور ایک مکتوب پر مشتمل پارسل بھجوایا، بہت شکریہ و جزاکم اللہ تعالیٰ حضرت قبلہ مفتی اعظم علیہ الرحمہ کا پہلا عرس مبارک آپ نے بڑے اہتمام سے منایا تھا، اب ۲۵ رواں عرس مبارک مناتے ہوئے "یادگار رضا" کی خصوصی اشاعت کا اہتمام خوش آئند ہے۔ اللّٰھم بارک فیہ. حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ سے مجھ نالائق کو صرف ایک مرتبہ ملاقات کا شرف ملا، حضرت نے بہت پذیرائی فرمائی اور خوب نوازا۔ آپ نے جو عناوین درج فرمائے ہیں، اہل علم اور عقیدت مند اپنے مشاہدات کے مطابق یادگار

تحریریں پیش کریں گے، اس فقیر بے توقیر کی طرف سے چند سطور حاضر ہیں، اس سے زیادہ کی تاب ہے نہ مجال...... آپ کی ''نوری کاوشیں'' تاریخ کا نمایاں حصہ رہیں گی اور ''یادگار رضا'' کے حوالے سے نا قابل فراموش بھی۔ اللہ کریم جل مجدہ آپ کی ان محنتوں اور محبتوں کو قبول فرمائے اور سب کے لیے مفید و نافع فرمائے، آمین

''نمونۂ خوبی، یادگار رضا''	''کسب کمال، مفتی اعظم نمبر''	''منفرد نقرئی جشن عرس''
۱۴۲۷ھ	۲۰۰۶ء	۲۰۰۶ء

(مکتوب محررہ ۲۹/ستمبر ۲۰۰۵ء)

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، لاہور پاکستان

آپ نے حضور مفتی اعظم قدس سرہ پر جو عظیم الشان کام کرنا شروع کیا ہے وہ نہایت ہی قابل تحسین ہے اور آپ کی ذات سے توقع کی جاسکتی ہے کہ آپ اس اہم کام کو سرانجام دے سکیں گے، مجھے امید ہے کہ آپ دنیائے رضویت میں ایک شاندار مرقع تیار کر سکیں گے۔ آپ کا حلقۂ اثر پاک و ہند کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی ہے۔

(مکتوب محررہ ۲۴/ستمبر ۲۰۰۵ء)

سید وجاہت رسول قادری، صدر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی

آپ کی بھیجی ہوئی کتب موصول ہوئیں۔ ان شاء اللہ اس سے افادہ کی صورت نکلے گی۔ حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا نوری رضی اللہ عنہ کے ۲۵/سالہ عرس ۱۴۲۷ھ کے موقع پر یادگار رضا کا حضور مفتی اعظم نمبر شائع کرنے کا عزم قابل مبارکباد ہے اور یہ وقت کی اہم ضرورت بھی ہے۔ کوشش کی جائے کہ اس میں حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی شخصیت اور ان کے تجدیدی کارناموں پر برصغیر پاک و ہند کے جید علما سے تحقیقی مقالات لکھوائے جائیں تاکہ ان کی مبارک زندگی کے اہم واقعات اور کارنامے اہل علم کے سامنے آئیں۔

فقیر دعا کرتا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ آپ کو نیک مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

(مکتوب محررہ ۱۵/جون ۲۰۰۵ء)

ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی، بریلی شریف:

یادگار رضا اور دوسری کتابیں ملیں، امام احمد رضا پر کسی نئے موضوع پر مقالہ بھیجنے کی کوشش کروں گا، مفتی اعظم نمبر میں آپ راقم کا رسالہ ''مفتی اعظم ہند، مجدد کیوں؟'' شامل کر رہے ہیں اس کے لئے راقم ابھی سے شکریہ ادا کر رہا ہے۔

الحاج محمد سعید نوری صاحب نے راقم کو مفتی اعظم پر خصوصی اشاعت کے لئے مقالہ ''مفتی اعظم اور حافظ ملت'' عنوان دیا ہے۔ ۲۔۳/روز میں لکھ کر بھیج دوں گا۔

(مکتوب محررہ ۷/جون ۲۰۰۵ء)

مولانا ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری، ممبئی

''تحائف نوری'' (تاجدار اہل سنت اور یادگار رضا) کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی، جگر تازہ، اور

روح سیراب ہوئی......یادآوری، کرم فرمائی کیلئے بیحد شکریہ۔

۲۵ / ویں عرس نوری کے موقع پر ''عظیم الشان نمبر'' نکالنے کا جو منصوبہ ''رضا اکیڈمی'' نے تیار کیا ہے۔قابل صد تبریک و تحسین ہے، میرا ہر خلوص اور دل کی ہر دھڑکن اس بشارت عظمیٰ پر نچھاور ہے۔خدا کرے جو خواب آپ حضرات نے دیکھا ہے اس کی تعبیر بروجوہ درخشاں اور مسرت فشاں ہو۔

اطمینان رکھیں اس نمبر میں میری قلمی شمولیت لازمی ہوگی......اپنے دور تعلیم میں اپنے مرشد گرامی (نور اللہ مرقدہ) کی نوری سیرت جو ہم نے دیکھا ہے، اس کی کچھ جھلکیاں جو حاشیۂ خیال میں اب تک مرتسم ہیں۔بعنوان ''مفتی اعظم یادوں کے جھروکے سے'' تحریر کروں گا۔یقیناً اس بزم نور ونوری میں شرکت میرے لئے باعث صد افتخار و سعادت ہے......محترم الحاج محمد سعید نوری صاحب اور حافظ شکیل احمد رضوی صاحب کی خدمت میں ہدیۂ سلام و خلوص عرض ہے۔ (مکتوب محررہ ۲۰/ جولائی ۲۰۰۵ء)

ڈاکٹر سراج احمد بستوی، سنت کبیر نگر، یوپی

کل کی ڈاک سے یادگار رضا کا شمارہ ۲۰۰۵ء موصول ہوا۔کرم فرمائی کا شکریہ ۱۹۹۸ء کے بعد سے یادگار رضا کی زیارت سے محروم رہا۔اگر اس درمیان کے شمارے فراہم فرمادیں تو مہربانی ہوگی اور مجھے اس بات کا پوری طرح علم بھی ہوجائے گا کہ کس کس موضوعات پر کام ہو چکا ہے۔

حضور مفتی اعظم ہند نمبر نکالنے کا عزم بہت عمدہ ہے۔فقیر نے ایک مضمون ''حضور مفتی اعظم ہند کے مجموعہ فتاویٰ ''فتاویٰ مصطفویہ'' کا ایک تجزیاتی مطالعہ'' تحریر کیا تھا جسے مجلہ افکار رضا نے شائع کیا تھا اگر آپ چاہیں تو اسے شامل اشاعت کرسکتے ہیں تازہ مضمون کے لئے کوشش کروں گا کہ تیار ہوجائے۔ (مکتوب محررہ ۵/ جولائی ۲۰۰۵ء)

ڈاکٹر صابر سنبھلی، سیف خاں سرائے سنبھل، ضلع مرادآباد

آپ کا بھیجا ہوا ۲۰/ جولائی ۲۰۰۵ء کا دو کتابوں (یادگار رضا سالنامہ ۲۰۰۵ء اور تاجدار اہلسنت) کا پیکٹ کل موصول ہوا۔دل سے دعا نکلی ''تاجدار اہلسنت'' سے دو مضمون پڑھ بھی لیے۔تاجدار اہلسنت کے مضامین دیکھ کر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اگر کچھ الٹا سیدھا لکھوں بھی تو وہ ان مضمون نگاروں کا منھ چڑھانے کے مترادف ہوگا۔رہا یادگار رضا ۱۴۲۷ھ کے لیے مضمون لکھنا تو میں نے ہی آپ کو یاد دلانے کے لئے لکھا تھا۔اچھا کیا آپ نے یاد دلا دیا۔ (مکتوب محررہ ۲۷/ جولائی ۲۰۰۵ء)

حسان الہند بیکل اتساہی، بلرام پور یوپی

آپ کا ۱۶/ اگست ۲۰۰۵ء محررہ ہدایت نامہ فردوس نظر ہوا۔ساتھ برادرم محمد سعید نوری کا بھی حکم نامہ آیا۔حضور مفتی اعظم ہند کے سلسلے میں منقبت کا حکم ہے۔ان شاءاللہ جلد برادرم محمد سعید نوری کو بھیج دوں گا۔آپ جہاں چاہئے گا ترتیب میں لگالیجے گا۔

رضا اکیڈمی تو بڑے بڑے کام کرتی ہے۔ آپ کی بھیجی ہوئی کتابیں میرے لئے دستاویز ہیں۔ زحمت کا بے حد شکریہ انہیں اپنی لائبریری کی زینت بنالی ہیں...... (مکتوب محررہ ۲۲؍اگست ۲۰۰۵ء)

الحاج سید فرقان علی رضوی چشتی، خانقاہ رضویہ اجمیر شریف

آپ کا تحریر نامہ مع چند کتب موصول ہوا بیحد مشکور وممنون ہوں۔ یہ جان کر بیحد مسرت ہوئی کہ یادگار رضا کا اگلا شمارہ حضور مفتی اعظم ہند نمبر ہوگا۔ الحاج محمد سعید نوری صاحب کے کارہائے نمایاں لائق تحسین ہیں۔ وہ حسن اخلاق کے زیور سے آراستہ ہیں۔ سالنامہ یادگار رضا کے حضور مفتی اعظم ہند نمبر کے لئے آپ کے اصرار پر میں نے حسب وعدہ قلم اٹھانے کی ایک ادنیٰ کوشش کی ہے جبکہ میں تو تحریری و تصنیفی معاملہ میں ناتجربہ کار ہوں اور مفتی اعظم ہند نمبر میں تو کے محققین واسکالر حصہ لے رہے ہیں۔ (مکتوب محررہ ۳۰؍ستمبر ۲۰۰۵ء)

ڈاکٹر محمد عاصم قادری، استاذ جامعہ شمس العلوم، گھوسی مئو

عوافی مزاج، گرامی نامہ موصول ہوا پڑھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے حالات وکوائف، فضائل ومناقب اور علمی و دینی خدمات سے متعلق یادیں جو سینوں کی امانت ہیں سفینوں میں منتقل کرکے ان کی حفاظت کے اقدام کا مستحسن فیصلہ کیا گیا ہے بلاشبہ رضا اکیڈمی کے اہم دینی وعلمی کارناموں میں یہ ایک زندہ جاوید کارنامہ ہوگا۔

جب سے احقر نے آنکھ کھولی ہزاروں علماومشائخ کے دیدار کی سعادت حاصل کی ان میں اکثر وبیشتر علما کے نقوش ماضی کے دھندلکوں میں گم ہوگئے بعض حضرات کی شکل وشباہت ذہن میں محفوظ ہے مگر ان کی یاد کبھی کبھی آتی ہے اور غور وتامل کے بعد ان کے یادوں کے دریچے کھلتے ہیں مگر کچھ ایسی مقدس ہستیاں ہیں جن کے نورانی چہرے کے انداز، رفتار وگفتار، طرز نشست وبرخاست پردۂ ذہن پر اس طرح منقوش ہیں کہ ہر روز ہی عالم خیال میں ان کے صحیفۂ رخ کی زیارت ہوتی ہے یا بلفظ دیگر ان کی نورانی صورتیں نہاں خانۂ دل میں اس طرح محفوظ ہیں "جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی" انہیں عظیم ہستیوں میں تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ خصال علمی وروحانی ذات گرامی ہے۔

بندۂ احقر کو آپ کی زیارت کا موقع بچپن ہی سے حاصل ہوتا رہا جس طرح مجھے قطعی طور پر یاد نہیں کہ پہلی بار حضور کی دست بوسی کا موقع کب میسر آیا اسی طرح زیارتوں کی تعداد کا تعین بھی ازبست دشوار ہے مگر صغرسنی اور کم عمری کی وجہ سے حضرت کے قریب دیر تک بیٹھ کر علمی وروحانی گفتگو سننے کی سعادت حاصل نہ کرسکا جس کا تادم مرگ افسوس رہے گا تاہم آپ کی نورانی شکل وصورت اور مناظر ذہن کے پردہ پر اس طرح نقش ہوگئے ہیں کہ جب بھی ذکر آتا ہے چشم خیال میں نورانی منظر پھر جاتا ہے اور تصور میں ماضی کے واقعات پوری تابانی کے ساتھ گردش کرنے لگتے ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گردش ایام نے زندگی کے ماضی کے کسی موڑ پر لاکر کھڑا کردیا ہے۔

فروغ اہلسنت کیلئے امام اہلسنت کا دس نکاتی پروگرام

﴿۱﴾ عظیم الشان مدارس کھولے جائیں۔ باقاعدہ تعلیمیں ہوں۔

﴿۲﴾ طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں۔

﴿۳﴾ مدرسین کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کارروائیوں پر دی جائیں۔

﴿۴﴾ طبائع طلبہ کی جانچ ہو جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے۔ معقول وظیفہ دیکر اس میں لگایا جائے۔

﴿۵﴾ ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دیکر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً وتقریراً وعظاً ومناظرۃً اشاعت دین ومذہب کریں۔

﴿۶﴾ حمایت مذہب ورد بدمذہباں میں مفید کتب ورسائل مصنفوں کو نذرانے دیکر تصنیف کرائے جائیں۔

﴿۷﴾ تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کئے جائیں۔

﴿۸﴾ شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبی اعداء کے لئے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔

﴿۹﴾ جو ہم میں قابل کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جائیں۔

﴿۱۰﴾ آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت وبلا قیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

حدیث کا ارشاد ہے کہ "آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درم ودینار سے چلے گا" اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق ومصدوق ﷺ کا کلام ہے۔

(فتاوی رضویہ: جلد ۱۲، ص ۱۳۳)

Raza Academy

26, Kambekar Street, Mumbai-3

Ph.: 022- 56342156